۷۸۶

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

الاکسیر فی اثبات التقدیر

(ترجمہ اردو)

التنویر فی اسقاط التدبیر

(از افاضات)

حضرت مجدد الملۃ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ

بانتظام احقر العباد محمد زکی دیوبندی عفی عنہ

در رجب ۱۳۶۵ھ

قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ)

از مکتبہ اشرف العلوم و شعبہ دار الاشاعت دیوبند شائع شد

مکتبۂ اشرف العلوم

شعبۂ دار الاشاعت دیوبند

حجۃ الاسلام مجدد الملۃ حکیم الامۃ سیدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تصانیف باتفاق علماء وقت اس زمانہ میں اصلاحِ خلق کے لئے اکسیر اعظم ہیں ہر مرض کا سہل علاج اُن میں موجود ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمانوں کی کوئی انجمن کوئی بلکہ کوئی گھر اُن سے خالی نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ یہ بیش بہا تصانیف کچھ تو پہلے سے کمیاب و نایاب تھیں کچھ جنگ کے طویل سلسلے نے کردی۔ اس لئے بنام خدائے تعالیٰ یہ مکتبہ بنام "اشرف العلوم" زیر سرپرستی حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند مدظلہم کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ حضرت اقدسؒ کی غیر مطبوعہ یا نایاب شدہ تصانیف کو جلد سے جلد اور بہتر سے بہتر صورت میں شائع کیا جاوے جن تصانیف پر حواشی کی ضرورت ہے اُن کو حواشی سے مزین کر کے کل تصانیف کو پوری تصحیح اور بہترین طباعت کے ساتھ شائع کیا جاوے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت اختتامِ جنگ کے باوجود کتابت، کاغذ و دیگر سامانِ طباعت کی مشکلات شدیدہ بدستور ہیں۔ تاہم: خدائے تعالیٰ کام شروع کر دیا گیا ہے اور قدرت و استطاعت کے موافق عمدگی کی رعایت بھی پیشِ نظر ہے حق تعالیٰ امداد فرمائیں۔ حسبِ ذیل کتب تیار یا قریب تیاری کے ہیں۔ باوجود اس کے کہ تمام سامانِ طباعت کی قیمت اس وقت سہ چند یا چہار چند ہے۔ لیکن کتب کی قیمت اس نسبت سے بہت کم رکھی گئی ہے۔

(بندہ محمد زکی عفی عنہ دیوبندی ناظم مکتبہ "اشرف العلوم" دیوبند)

بوادر النوادر

جو حضرت اقدسؒ کی آخری تصنیف اور گویا تمام تصانیف کا خلاصہ ہے۔ جس میں تمام تصانیف میں سے اہم مضامین کا خود حضرت اقدسؒ نے انتخاب کر کے یکجا جمع کر دیا ہے مگر بہت قلیل مقدار میں طبع ہوئی اور اُسی وقت ختم ہوگئی تھی۔ تقریباً ایکہزار صفحات کی کتاب ہے۔ بحمد اللہ کتابت مکمل ہو چکی ہے ایک دو ماہ میں مکمل طبع ہو جانے کی امید ہے۔ قیمت تقریباً دس روپیہ ہوگی۔

افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ

سیاسیات حاضرہ کے متعلق حضرت اقدسؒ کے دس مستقل رسائل اور بہت سے متفرق مضامین مکتوبات و ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں ضخامت ۲۴۰ صفحہ) قیمت عہ (نوٹ) جو حضرات بغرض اشاعت تقسیم کرنیکے لئے خریدیں ان کو دو سو روپیہ میں ایک سو پچیس نسخے دیئے جاوینگے

آداب الشیخ والمرید } شیخ اکبر ابن العربی کے ایک رسالہ کا ترجمہ تصوف کی روح ہے عرصہ سے نایاب تھا تیار ہو گیا۔ ۱۲ر

صفائی معاملات

بیع و شراء اجارہ وغیرہ معاملات کے مسائل ضروریہ جدید الطبع ۵ر

قصد السبیل

تصوف کی حقیقت اور اس کا پورا دستور العمل حضرت رحؒ کے مجوزہ معمولات برائے سالکین۔ قیمت ۴ر

پردۂ شرعی کا مکمل نصاب

حضرت اقدسؒ کے تین رسالوں کا مجموعہ جو پردہ کے متعلق ہیں۔ بااضافہ حواشی۔ القول الصواب، القاء سکینہ، ثبات الستور لذوات الخدور ۴ر

حقوق العلم

طالب علم کے لئے پورا دستور العمل۔ عجیب و غریب اصول ۱۲ر

اغلاط العوام } عام لوگوں میں جو غلط مسائل یا خیالات مشہور ہیں اُن کی اصلاح۔ قیمت دو آنہ (۲ر)

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

الحمد للہ والمنہ کہ رسالہ

الاکسیر فی اثبات التقدیر

ترجمہ اردو

التنویر فی اسقاط التدبیر

کہ متن تنویر ش از افاضات

اکمل العارفین شیخ ابن عطاء اسکندری صاحب حکم قدس اللہ سرہ

و ترجمہ اکسیر ش از افادات

حضرت مجدد الملۃ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

و حواشی مفیدہ از ملفوظات

حضرت سید الطائفہ قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ

بتصحیح تام مولوی سید حسن مدرس دار العلوم دیوبند

باہتمام احقر العباد محمد زکی عفا اللہ عنہ (رجب ۱۳۶۵ھ)

مکتبۂ مرکز دار الاشاعۃ بند طبع سیت
از اشر العلوم شعبۂ شاذلیہ امدادیہ

(جنید برقی پریس دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس
محمد حامدِ حمد خدا بس

مناجاتے اگر خواہی بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد

محمد از تو می خواہم خدا را
الٰہی از تو حب مصطفیٰ را

اما بعد۔ عرض کرتا ہے یہ احقر خدام آستانۂ فیض کاشانۂ امام العارفین مقدام الراسخین سراج الاولیا تاج الکبرا زبدۃ الواصلین قدوۃ الکاملین شیخ المشائخ سید السادات جنید الزمان بایزید الدوران سیدی وسندی ومعتمدی ومستندی ذخیرہ یومی وغدی مکان الروح من جسدی حضرت مرشدنا ومولانا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ المہاجر التھانوی مولداً والمکی موردا الفاروقی نسباً ومحتداً الحنفی مذہباً الصوفی مشرباً ادامہ اللہ تعالیٰ کاسمہ الشریف امداداً من اللہ علی العباد + وافاضۃً علی طالبی الرشاد + کہ ہمارے زمانہ میں اور ہمارے ملک میں اکثر لوگ تحصیل دنیا پر اس قدر گرے ہیں کہ حلال وحرام میں بھی تمیز نہیں کرتے اور اوامر ونواہی کی خبر نہیں رکھتے کارروائی پر نظر ہے نہ حساب کی خبر نہ عقاب کا خطرہ ہے منشا اس انہماک استغراق کا یہی ہے کہ تقدیر پر اعتماد نہیں پھر ان میں بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ مسئلۂ تقدیر کو عقیدۂ حق جانتے ہیں مگر پست ہمتی سے ظاہر کو باطن کے موافق نہیں کر سکتے اور بعض ایسے ہیں کہ اس مسئلہ تقدیر ہی کو فسانۂ بے معنے سمجھتے ہیں اور ایسے اعتقاد والوں پر ہنستے ہیں یہ خیال باطل مدعیان تہذیب وروشنی جدید کا

جمایا ہوا ہے جنھوں نے اسکے علاوہ دین میں اور بھی بہت سا فتور مچایا ہے۔ ایک روز حضور پُر نور ممدوح الذکر
دام ظلہم کی محفل قدس و مجلس اُنس میں کہ منبع فیوض و انوار و معدن برکات و اسرار ہے منجملہ افادات اس
مضمون کا بھی تذکرہ ہوا از انجا کہ مقبولان الٰہی مظہر اتم صفت رحمت کے ہوتے ہیں حضور ممدوح دام ظلہم کو
براہ شفقت و دلسوزی خیال ہوا کہ ان غریقان بحر غفلت کو ساحل ہدایت پر لانیکی کوئی صورت نکالی جاوے
ارشاد فرمایا کہ کتاب **تنویر فی اسقاط التدبیر** تصنیف حجۃ الاولیاء ابن عطا صاحب حکم قدس سرہٗ اس
مبحث میں خوب ہے جس کا ہر مضمون مدلل بدلائل عقلیہ و نقلیہ و کشفیہ ہونے کے سبب سے مقبول و مرغوب ہے۔
اگر اردو زبان میں اس کا ترجمہ ہو جاوے تو نفع اُس کا عام اور فیض اس کا تام ہو اور عجب نہیں کہ مدعیان[1]
مذکور بھی بشرط فہم و انصاف و ترک تعصب و اعتساف راہ راست پر آویں ورنہ اور سادے مسلمان تو اس اعتقاد
فاسد اور خیال کاسد سے محفوظ رہیں گے اور کسی کے دام میں نہ پھنسیں گے اور نیز اس سے طلباء کو علم اور علماء
کو عمل اور عابدوں کو معرفت اور عارفوں کو حال اور اہل حال کو مقام اور اہل مقام کو کمال اور اہل کمال کو دولت
بے زوال نصیب ہوگی اور اس نادان ناکارہ کو جو خاص اسی استفادہ معانی و برکات کے حضور میں
ہند سے چند ماہ کا آیا ہوا تھا اور اُس وقت حاضر محفل فیض منزل تھا ترجمے کیلئے فرمان ہوا جس پر میں باوجود
اپنی نااہلیت کے امتثالاً للامر مستعد بدل وجان ہوا روزانہ تھوڑا تھوڑا لکھتا اور حضور میں سنا دیتا یہانتک
کہ بہت تھوڑی مدت میں بحمد اللہ اتمام کو پہونچا اور **الاکسیر فی اثبات التقدیر** نام رکھا گیا میری بد استعدادی
و کاہلی پر اس امر کا سرانجام ہونا محض حضور دام ظلہم کا فیضان ہے ؎ کار زلف تست مشک افشانی اما
عاشقان ✽ مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند ؎ کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل ✽ نسیم صبح تیری مہربانی
بعض مواقع پر تفصیل اجمال یا توضیح اغلاق کے لئے ترجمے سے زائد متن میں کچھ بڑھایا گیا اُس کے شروع پر حرف
ف اور اُس کے ختم پر حرف **تت** لکھدیا گیا اور کہیں کہیں حاشیے پر حضور دام ظلہم کے بعض ارشادات جو
وقت استماع ترجمہ فرماتے جاتے تھے لکھکر ختم پر لفظ **ملفوظ** لکھدیا اور بعض جگہ جو از خود کچھ لکھا اُس کے بعد
مترجم لکھدیا اور اس ترجمے میں حضرات اخوان الطریقت و خلان الحقیقت جناب مولوی محب الدین صاحب
پشاوری و جناب مولوی سید حمزہ صاحب دہلوی و جناب مولوی ابو احمد صاحب بھوپی و جناب مولوی محمد
ابراہیم صاحب سنبھلی سلمہم اللہ تعالیٰ و کرمہم و نعمہم سے بہت مدد ملی خصوص جناب مولوی سید حمزہ صاحب نے
سب سے زیادہ مدد فرمائی جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء پھر یہ ترجمہ حضرت تاج الادباء سراج الفضلاء

[1] بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بنیاد تبیعی کی مولوی صاحب ہی نے ڈالی اور اچھی طرح دیواریں اٹھا دیں والفضل للمتقدم ۱۲ مترجم

مولانا ذوالفقار علی صاحب رئیس دیوبند ضلع سہارنپور مدظلہ العالی کی خدمت میں بغرض اصلاح بھیجدیا گیا مولانا ممدوح کے نظر فرمانے کے بعد اب یہ ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ قابل اطمینان ہے پھر بھی اگر کہیں کوئی لغزش پائی جاوے وہ اس نادان کی طرف منسوب سمجھنا چاہئے اور ناظرین سے اُمید ہے کہ جب اس کو مطالعہ فرماویں تو بزرگان مسبوق الذکر کو اور اس احقر کو دعائے خیر سے یاد فرمادیں یا الٰہی اس ترجمے کو مقبول فرماکر ذریعۂ ہدایت بنا اور ہم کو بھی توفیق عطا فرما آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وعترتہ واولیاء امتہ اجمعین ابدالابدین ودھر الداھرین ۞ **عرض ضروری** چونکہ تفصیل بعد الاجمال خوب دلنشین اور ذہن میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اس لئے کتاب ہذا کا خلاصہ مضمون اجمالاً اول لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل فہم تکرار سے محظوظ ہونگے اور کم فہم غلط فہمی سے محفوظ رہیں گے وھوھذا۔ جاننا چاہئے کہ تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی مگر پھر بھی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں سے کہ بعض اُن میں متعلق باسرار وحقائق ہیں تدبیر مشروع ہوئی مگر چند شرائط کے ساتھ مشروط کی گئی کہ اصول ان کے سات امر ہیں اوّل وہ تدبیر شریعت کے خلاف نہ ہو۔

دوم تدبیر پر بھروسا نہ ہو بلکہ مسبب الاسباب پر نظر رہے سوم اگر دنیا کی تدبیر کرے اُس میں آخرت مقصود ہو چہارم تدبیر دنیا میں اسقدر غرق نہ ہو کہ اللہ سے اور اُسکے احکام سے غفلت ہو جاوے پنجم صلحا و علما کی صحبت ترک نہ کرے تا کدورت اسباب اثر نہ کرے ششم حقوق شرعی ادا کرتا رہے ہفتم ہر شخص اپنی حالت کے اعتبار سے ضرورت سے زائد جمع نکرے یہ تو ہمنے درخت شمار کرادیے اب بسم اللہ کرکے باغ میں چلو اور علوم وحکم کے پھل نوش جان کرو آگے ترجمہ

شروع

ہوتا ہے

واللہ الموفق وھو الھادی الی صراط مستقیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یوں فرماتے ہیں حضرت امام عارف پیشوا المحقق تاج العارفین لسان المتکلمین امام زماں یکتائے دوراں حجۃ السلف امام الخلف قدوۃ السالکین حجۃ المتقین تاج الدین ابوالفضل احمد بن محمد بن عبدالکریم بن عطاء اللہ سکندری اللہ جل شانہٗ اُن سے خوش ہوئے اور اُن کو خوش کرے اور ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اُن کی ذات مقدسہ سے نفع بخشے بیشک وہ سب کی سنتا ہے اور سب سے قریب ہے اور سب کی دعا قبول کرتا ہے۔ حمد کے قابل اللہ جل شانہ ہے جو کہ خلق اور تدبیر میں یکتا ہے حکم اور تقدیر میں یگانہ ہے ایسا بادشاہ جس سے کسی کو مماثلت نہیں کسی کو اُس کی سی سماعت وبصارت نہیں۔ اُس کی سلطنت کو حاجت وزیر نہیں۔ ایسا مالک ہے جس کے ملک سے باہر کوئی صغیر وکبیر نہیں کمال وصف میں کوئی اُس کا شبیہ ونظیر نہیں۔ کمال ذات میں امکان تمثیل وتصویر نہیں۔ ایسا علیم کہ اُس سے مخفی کسی کا مافی الضمیر نہیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُہ یعنی بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا حالانکہ وہ بڑا رازدان اور نہایت خبردار ہے وہ ایسا عالم ہے جو ہر امر کی ابتداء اور انتہا سے باخبر ہے وہ ایسا سُننے والا ہے جس کے آگے چیخنا اور چپکے سے بولنا برابر ہے وہ رزاق ہے تمامی مخلوقات کا روزی رساں ہے وہ قیوم ہے اور سب کا ہر حالت میں ذمہ دار ہے وہ بخشش کرنیوالا ہے اور اُس نے اپنے کمال احسان سے روحوں کو وجود حیات بخشتا ہے وہ قدرت والا ہے۔ اور وہ اپنے کمال قدرت سے مخلوقات کو پھر دوبارہ زندہ کریگا وہ بڑا حساب کرنیوالا ہے اور اُن کو بدلہ دیگا جس روز وہ اچھے اور بُرے عمل لیکر اُس کے روبرو آوینگے پس ہر عیب سے پاک وہی ذات مقدس ہے جس نے بندوں پر اُن کے وجود سے پہلے انعام فرمایا اور اُن کو ہر حال میں رزق پہنچاتا ہے خواہ اُس کا حکم مانیں یا نہ مانیں اور اپنے کرم سے ہر موجود کی مدد کی۔ اور اُس کے وجود باوجود کی مدد سے تمام عالم کے وجود کی بقا ہے اور زمین پر اُس کی حکمت کا ظہور ہے اور آسمان پر اُس کی قدرت کا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سوا اُس یکتا کے

کوئی قابل عبادت نہیں اور کوئی اس کی شرکت کا مستحق نہیں اور ایسی گواہی دیتا ہوں جیسے تابعدار اور حکم کا ماننے والا بندہ دیا کرتا ہے اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے ہیں اور رسول اور سب پیغمبروں سے افضل ہیں اور اللہ جل شانہ نے اُن کو اپنے کمال فضل وعطا سے مخصوص فرمایا ہے ابتدا بھی انھیں سے ہے اور انتہا بھی انھیں پر ہوئی اور یہ فضیلت اور کسی میں نہیں۔ اور جس روز اللہ جل شانہ اپنے بندوں کو فیصلہ کرنیکے واسطے جمع کریگا اس روز وہ سب کی شفاعت فرماوینگے اللہ پاک کی رحمت اُن کی ذات مقدس اور جمیع انبیا اور اُن کے آل واصحاب پر نازل ہو جو کہ آپ کی محبت کو مضبوط تھامے ہوئے ہیں اور اللہ جل شانہ بہت سا سلام بھیجے۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے اے بھائی اس بات کو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے اپنے عاشقوں میں کرے اور تجھے اپنا قرب نصیب کرے اور اپنے مستوں کی محبت کی چاشنی تجھے چکھائے اور ہمیشہ تجھکو اپنے وصل میں رکھکر اعراض اور روک ٹوک سے مطمئن کردے اور اپنے اُن بندوں سے تجھے کردے جنکو اُس نے پیام سلام کیساتھ مخصوص فرمایا اور اُن کو اپنے انوار تجلیات سے مشرف فرماکر دلجوئی کی جبکہ یہ سمجھکر شکستہ دل ہوگئے تھے کہ ان آنکھوں سے دیدار نہیں ہوسکتا اور اُنکے لئے دروازے باغ قرب کے کشادہ فرماکر اُن کے قلوب پر اپنے قرب کی خوشبودار ہوائیں چلائیں اور ان کو تقدیر ازلی کا مشاہدہ کرادیا اُن لوگوں نے اپنا کلی اختیار اُس کے حوالے کردیا اور ان لوگوں پر یہ ظاہر کردیا کہ ہمارے کام میں ہماری مہربانی پوشیدہ ہوا کرتی ہے اس کے معلوم ہونیسے انھوں نے جھگڑا اور عناد چھوڑدیا اور اُسکے حکم کے مطیع ہوگئے۔ اور ہر کام میں اُس پر بھروسا کرنے لگے کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ مقام رضا جب نصیب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہے اور جان گئے کہ کھُلم کھُلا بندہ ہونا جب میسر آتا ہے کہ اُس کی تقدیر کو مان لیا جاوے پس ایسے بندے اغیار اور کدورات سے محفوظ رہتے ہیں جیسے کسی نے کہا ہے ؎ حوادث کو پہنچ اُن تک کہاں ہے ✣ کہ ان کے ہاتھ میں اُس کی عنان ہے ✣ اُن پر اللہ تعالیٰ کے حکم جاری ہوتے ہیں اور وہ لوگ اُس کی عظمت کے آگے دبے رہتے ہیں اور اُس کے حکم کیسامنے گردن جھکائے رہتے ہیں جیسے کسی کا قول ہے ؎ تصرف اُس کے گو جاری ہیں تجھ پر ✣ مگر دل نے جھکایا ہے ترے سر ✣ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اللہ کی جناب میں رسائی چاہے تو اُس کو لازم ہے کہ دروازہ سے آوے ف دروازہ تن بہ تقدیر ہوتا ہے ت اور رسائی کے سامان پیدا کرے اور سب سے زیادہ ترچھوڑنے اور منھ موڑنے کے قابل تدبیر ہے جو اصل میں مقابلہ تقدیر ہے پس میں نے یہ کتاب اسی امر کے بیان میں اور اسمیں جو کچھ ہے اُس کو ظاہر کرنے کیلئے تصنیف کی اور تنویر فی اسقاط التدبیر اس کا نام رکھا تاکہ اسکا اسم اسکے مسمیٰ کے موافق ہوجاوے اور اسکی عبارت اُسکے

مطلب کیمطابق ف یعنی تدبیر کے چھوڑنے کی خوبی کا روشن کر دینا۔ ت اور اللہ سے درخواست ہے کہ اس
تصنیف میں اخلاص تام نصیب کرے اور اپنے فضل عام سے قبول فرماوے اور خاص و عام کو اس سے نفع دے بوسیلہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ہر شئے پر قادر ہے اور قبول فرمانیکی قابلیت رکھتا ہے اللہ جل شانہ نے قرآن پاک
میں فرمایا ہے قسم ہے تیرے رب کی وہ لوگ ایماندار نہیں ہونگے جبتک اپنے اختلافات میں تجھ کو اے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم، حکم نہ بناویں اور پھر تیرے حکم سے دل تنگ نہ ہوں اور اُس حکم کو تسلیم کریں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ
تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ مختار ہے مخلوق کو کچھ اختیار نہیں اللہ جل شانہ مشرکوں کے شرک سے
پاک اور برتر ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا انسان کو اُس کی ہر آرزو ملجاتی ہے پس خدا ہی کی ہے دنیا اور آخرت
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو خدا کو رب بنا کر اور اسلام کو دین ٹھیرا کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی سمجھکر
راضی ہوا اُس نے ذائقہ ایمان چکھ لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ سے راضی رہکر اُسکی عبادت کر اور اگر
راضی رہنے کی تجھے قدرت نہ ہو تو نامرغوب طبع پر صبر کرنے میں بھی بڑی خیر ہے اسکے علاوہ اور بہت سی آیتیں
اور حدیثیں تدبیر کے ترک کرنے اور تقدیر سے نہ جھگڑنے پر دلالت کرتی ہیں خواہ صراحۃً یا اشارۃً اور اہل معرفت
نے فرمایا ہے جو شخص تدبیر نہیں کرتا اُس کیلئے تدبیر اُدھر سے ہوتی ہے اور شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ تعالےٰ
عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تدبیر ضروریات سے ہے تو یہی تدبیر کرو کہ تدبیر کو چھوڑ دو اور انہوں نے فرمایا ہے کسی کام میں اپنی
پسند کو دخل نہ دے اور اپنی پسند کو چھوڑ دینا پسند کرے اور اپنی پسند سے بھاگ اور اپنے اس بھاگنے سے بلکہ ہر
شئے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیطرف بھاگ اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے پس
پہلی آیت جو ہے اعنی فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایمان
حقیقی اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ جل شانہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نفس پر حاکم بنائے قول
میں اور فعل میں اور کسی شئے کے اختیار کرنے اور ترک کرنے میں اور محبت میں اور بغض میں اور یہ ارشاد احکام
تکلیفی اور احکام تصریفی دونوں کو شامل ہے دونوں میں اتباع و تسلیم واجب ہے۔ اور احکام تکلیفی سے مراد شریعت
کے اوامر و نواہی ہیں جو افعال عباد سے متعلق ہیں اور احکام تصریفی سے مراد وہ امور ہیں جو اپنے مقصود کے

۵۱ آیت یہ ہے فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۱۲ مترجم ۵۲ آیت یہ ہے وربک
یخلق ما یشاء ویختار ما کان لہم الخیرۃ سبحان اللہ تعالیٰ عما یشرکون ۱۲ مترجم ۵۳ آیت یہ ہے ام للانسان ما تمنی فللہ الآخرۃ والاولیٰ ۱۲ مترجم ۵۴ حدیث
یہ ہے ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا ۱۲ تنویر ۵۵ حدیث یہ ہے اعبد اللہ بالرضی فان لم تستطع فلی الصبر علی ما تکرہ خیر
کثیر ۱۲ تنویر ۵۶ کارساز ما بہ ساز کار ما + فکر ما در کار ما آزار ما + ۱۲ مترجم

خلاف وارد ہوتے رہتے ہیں پس اس سے ظاہر ہوا کہ حقیقت ایمان دو امروں سے حاصل ہوتی ہے ایک حکم ماننا دوسرے اُس کے قہر کے آگے گردن جھکا دینا پھر حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اسی پر بس نہیں کیا کہ اُس شخص کے ایمان کی نفی کر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مانے یا مانے مگر آپ کے حکم سے دل میں تنگی پائے بلکہ اس نفی پر اپنی اس ربوبیت کی قسم بھی کھائی جو جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ از راہِ رعایت و عنایت کی خصوصیت رکھتی ہے کیونکہ فَلَا وَالرَّبِّ نہیں فرمایا بلکہ فَلَا وَرَبِّكَ فرمایا پس اس میں قسم بھی اور جس بات پر قسم کھائی ہے وہ بھی مؤکد ہو گئی کیونکہ اللہ سبحانہٗ جانتا ہے کہ دلوں میں کیا چیز بسی ہوئی ہے یعنی غلبہ اور نصرت کی محبت ہر حال میں خواہ اپنا حق اور پر ہو یا اور کا اپنے اوپر اور اس کلام میں اظہار اس امر کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ جل شانہٗ کی کیسی کچھ عنایت ہے کیونکہ آپ کے حکم کو اپنا حکم اور آپ کے فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار دیا پس بندوں پر آپ کا حکم ماننا اور اطاعت کرنا واجب کر دیا اور خدائی پر ایمان لانا مقبول نہیں فرمایا تا وقتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نہ مانیں کیونکہ جب آپ کی صفت میں یہ فرمایا کہ آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے وہ سوائے وحی کے اور کچھ نہیں ہے پس آپ کا حکم حکم الٰہی ہے اور آپکا فیصلہ فیصلۂ خداوندی ہے جیسا کہ فرمایا ہے جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ خدا ہی سے بیعت کرتے ہیں اور اس قول کو مؤکد فرمانے کیلئے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کا ہاتھ اُنکے ہاتھوں پر ہے اور اس آیت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت قدر و عظمت امر کی طرف ایک دوسرا اشارہ ہے اور وہ یہ قول ہے فَلَا وَرَبِّكَ اس میں اللہ جل شانہٗ نے اپنی ذات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جیسے کہ دوسری آیت میں كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا پس حق تعالیٰ نے اپنے نام پاک کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کیا اور زکریا علیہ السلام کے نام مبارک کو اپنے نام مبارک کیطرف مضاف کیا تاکہ بندے دونوں مرتبوں کا فرق سمجھ لیں پھر اللہ جل شانہٗ نے تحکیم ظاہری پر اکتفا نہیں کیا کہ اُس سے مسلمان بنجائیں بلکہ یہ شرط لگائی کہ تنگدلی بھی نہ ہونے پائے خواہ حکم اُن کی خواہش کے موافق ہو یا مخالف اور دلوں کے تنگ ہونیکا سبب یہی ہے کہ انوار سے خالی اور اغیار سے پُر ہوتے ہیں اور مومن ایسے نہیں ہیں کیونکہ نور ایمان سے اُن کے دل لبریز ہیں پس ان میں وسعت ہے اور انشراح اور خدائے واسع علیم کے نور نے اُن کو وسعت والا بنایا ہے اور اللہ کے فضل عظیم نے اُن کی مدد فرمائی اُس کے احکام کے تسلیم کو تیار ہیں اور ہر حال میں اُس کی رضا پر راضی فائدہ جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ جب ارادہ کرتا ہے کہ کسی بندے سے اپنے حکم

۴ آیت إن الذين يبايعونك إنما يبايعون الله يد الله فوق أيديهم

بیان اسباب تنگدلی

کی سہار کرائے تو اُس کو اپنے انوار وصف سے خلعت عطا فرماتا ہے پس حکم آلہی پیچھے نازل ہوتا ہے اور اُس سے پہلے انوار نازل ہولیتے ہیں جن سے وہ شخص اپنے رب کا بن چکا ہے اپنا نہیں رہا پس وہ اس حکم کی گرانی و شدت پر قوی و صابر ہوجاتا ہے بات یہی ہے کہ انوار وارد ہوتے ہیں اور تقدیر کی برداشت کرادیتے ہیں خواہ یوں کہو کہ فہم کا دروازہ کھل جاتا ہے فہم آکر اُن سے احکام قبول کرادیتی ہے خواہ یوں کہو کہ عطائیں آتی ہیں اور بلاؤں کا بوجھ اٹھوادیتی ہیں خواہ یوں کہو کہ اُس کی خوبی اختیار کا مشاہدہ کرتے ہیں اور تقدیر کا بوجھ اٹھالیتے ہیں خواہ یوں کہو کہ اسکے علم کا یقین اُسکے حکم پر صابر بنا دیتا ہے اور خواہ یوں کہو کہ جب وہ جانتے کہ وہ دیکھتا ہے اُن کو واقعات پر صبر آگیا خواہ یوں کہو کہ اُس کے ظہور جمال نے اُسکے افعال پر صابر کردیا خواہ یوں کہو کہ جب اُن کو یقین ہوا کہ صبر سے مقام رضا حاصل ہوتا ہے اُن کو صبر آگیا کہ خواہ یوں کہو کہ حجاب اور پردوں کے اُٹھ جانے نے اُنکو صابر بنادیا خواہ یوں کہو کہ رود اسرار تصریف نے بار تکلیف کے برداشت کرنے پر قوت دیدی خواہ یوں کہو کہ جب اُن کو علم ہوا کہ اُس کے احکام میں کیا کچھ لطف و احسان ہیں وہ صابر ہوگئے پس یہ گیارہ اسباب ہیں کہ بندے کے صابر ہونے اور ثابت رہنے کا باعث ہیں اپنے آقا کے احکام پر اور قوی رہنے کے موجب ہیں اُن کے وارد ہونیکے وقت اور ان اسباب کا اپنے فضل سے عطا فرمانیوالا اور مستحقان عنایت پر احسان کرنیوالا وہی ہے۔ اب ہمکو ہر قسم پر ان اسباب سے مفصل گفتگو کرنا چاہئے تاکہ فائدہ کامل ہو پہلا سبب وہ یہ کہ ورود انوار تقدیر کی برداشت کرادیتا ہے یہ یوں ہے کہ انوار جب وارد ہوتے ہیں اور بندے کو حق سبحانہ و تعالی کا قریب ہونا مکشوف ہوتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ یہ احکام اُسی کیطرف سے ہیں اس کا یہ جاننا کہ یہ احکام میرے آقا ہی کی جانب سے ہیں اُسکی تسلی اور صبر کا باعث ہوجاتا ہے تو نے ارشاد خداوندی نہیں سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ صبر کرو اپنے پروردگار کے حکم پر کیونکہ تم ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔ یعنی یہ کسی غیر کا حکم نہیں ہے کہ تم پر شاق ہو بلکہ وہ حکم تمہارے آقا کا ہے۔ جسکا تم پر احسان قائم ہے اور ہمارا شعر ہے اس مضمون میں ۔ سبک ہوگیا مجھ پر جو کچھ تھا غم و بلا + سُنا جب ہے تمنے کیا مجھکو مبتلا + نہیں حکم حق سے آدمی کو کہیں پناہ + نہیں چلتا بس اُس پر جو خود منتخب کیا + اور اُس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی آدمی اندھیری کوٹھڑی میں ہو اُسکے کوئی چیز آکر لگی مگر یہ نہیں معلوم کہ مارنیوالا کون ہے جب چراغ آیا تو دیکھتا ہے کہ اُسکا شیخ ہے یا باپ یا حاکم ہے پس بیشک اُس کا یہ جاننا ایسے مقام پر اُس کے صبر کا موجب ہوگا دوسرا سبب کہ دروازہ فہم کا کشادہ ہوجاتا قبول احکام پر معین ہوجاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کوئی حکم وارد فرماتا ہے اور دروازہ فہم کا اُس پر کشادہ کردیتا ہے تو یہ بات بتلا دیتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس حکم کے قبول کرنیکو چاہتا ہے اور یہ اسطرح ہے کہ فہم تجکو خدا کی طرف لیجاتی ہے اور اس کی طرف ترغیب دیتی ہے اور اُس پر توکل کرادیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ یعنی جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اُسکو کافی ہے اور غیروں پر اُس کی مدد فرماتا ہے اور اُس کی رعایت فرماتا ہے کیونکہ خدا کی طرف سے جو فہم ہوگی وہ راز عبودیت کو منکشف کردے گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا نہیں اللہ تعالیٰ کافی اپنے بندے کو اور ان دسوں وجھوں کا حاصل یہی فہم ہے اور سب اسی کے انواع ہیں تیسرا سبب کہ واردات عطایا برداشت بلیات پر معین ہوتی ہیں یہ اس طرح ہے کہ جو عطائیں تجھ پر اللہ تعالیٰ کیطرف سے پہلے ہو چکی ہیں اُن کا یاد کرنا خدائے تعالیٰ کے احکام قبول کرنیمیں معین ہوتا ہے کیونکہ جیسے اُسنے تجھ کو بہتیری محبوب نعمتیں دیں تجھ کو چاہیے کہ اُس کے محبوب احکام پر صبر کرے کیا تم نے یہ ارشاد نہیں سنا اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا پس اللہ تعالیٰ نے اُن کی مصیبت میں تسلی اُس چیز سے دی جو اُنکے ہاتھ آئی تھی یہ تقریر تو عطایائے سابقہ میں ہے کبھی خود بلا کے وارد ہونے کے وقت اُس کیساتھ ایسی چیز مقرون ہوتی ہے جو اُس بلا کو بندگان مقربین پر خفیف کردیتی ہے ایک اس میں سے یہ ہے کہ اُس بلا میں جو ثواب عظیم ذخیرہ رکھا ہے اُس کو کھول دیتا ہے ایک اس میں سے یہ ہے کہ اُن کے قلوب پر استقلال اور سکون نازل فرما دیتا ہے ایک اُس میں سے یہ ہے کہ اُس پر دقائق لطف وارد فرماتا ہے اور منتیں نازل فرماتا ہے یہاں تک کہ بعض صحابہؓ اپنے مرض میں فرماتے تھے اپنی خفگی کو اور سخت کردے اور بعض عارفین نے کہا ہے کہ میں ایک بار بیمار ہوا میں چاہتا تھا کہ یہ بیماری نہ جاوے کیونکہ مجھ پر اُس میں اللہ کی امداد ہوئی اور غیب منکشف ہوا۔ اور اس کے سبب میں کلام کرنیکا اور موقع ہے۔ چوتھا سبب کہ مشاہدہ حسن اختیار کا تحمل تقدیرات پر قوت دیدیتا ہے اس طرح سے ہے کہ جب بندہ اُس کے حُسنِ اختیار کو اپنے لئے مشاہدہ کرلیتا ہے یقیناً جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دُکھ دینا نہیں چاہتا کیونکہ وہ اُس پر بڑا مہربان ہے چنانچہ خود ارشاد فرمایا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا کہ اُس کے پاس بچہ تھا آپ فرمانے لگے کیا تم خیال کرسکتے ہو کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے صحابہؓ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپنے فرمایا کہ جیسی اس کو اپنے بچے سے محبت ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کیساتھ اس سے بھی زیادہ محبت ہے۔ مگر یہ ہے کہ بعضے دُکھ تمپر ڈالتا ہے کیونکہ اُن پر فضل و انعام مرتب ہوتا ہے کیا تم نے سنا نہیں ارشاد کہ پورے دیئے جاتے ہیں

سبب سوم

سبب چہارم

صبر کرنیوالو اپنا اجر بیشمار اور اگر اللہ تعالیٰ بندوں کو اُن کے اختیار کے حوالے کر دیتا تو اُس کے منت و احسان سے محروم رہتے اور بہشت میں داخل نہونے پاتے پس اُس کا شکر ہے حسن اختیار پر کیا تم نے سنا نہیں ارشاد حق تعالیٰ کا شاید ناپسند کرو تم کسی چیز کو حالانکہ وہ بہتر ہو تمہارے لئے اور شاید کہ پسند کرو کسی چیز کو اور وہ بُری ہو تمہارے لئے اور شفیق باپ اپنے بیٹے کیلئے پچھنے لگانیوالے کو لاتا ہے اور دُکھ پہنچانا مقصود نہیں ہوتا۔ اور جیسے خیر خواہ طبیب کہ تیز تیز مرہموں سے تجھ کو رنج پہنچاتا ہے گو اُن مرہموں سے تجھ کو تکلیف ہو اور اگر وہ تیری اختیار کا اتباع کرے تو شفا کوسوں دور بھاگے اور جسکو کوئی چیز نہ دیجاوے اور وہ یہ جانتا ہو کہ یہ نہ دینا محض شفقت کے باعث سے ہے تو یہ نہ دینا ہی اُسکے حق میں دینا ہے جیسے مادر مہربان اپنے بچے کو بدہضمی کے اندیشہ سے زیادہ نہیں کھانے دیتی اسی واسطے شیخ ابوالحسن نے فرمایا ہے کہ اس کو جان لو کہ اللہ تعالیٰ اگر تمسکو کوئی چیز نہیں دیتا تو یہ نہ دینا بوجہ بخل کے نہیں بلکہ عین رحمت ہے پس اللہ تعالیٰ کا نہ دینا بھی دینا ہے لیکن نہ دینے میں دینا وہی سمجھتا ہے جو صدیق ہو اور ہم نے ایک اور کتاب میں ثابت کیا ہے کہ جب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بلا میں مبتلا کیا ہے تو بلا کا الم کم ہو جاتا ہے پس جس کی طرف سے تجھ پر یہ احکام تقدیری متوجہ ہوتے ہیں وہی تو ہے جو تیرے حق میں حسن اختیار رکھتا ہے **پانچواں سبب** کہ اُس کے علم کا اعتقاد اُس کے حکم پر صابر بنا دیتا ہے وہ اس طرح ہے کہ جب بندہ یقین کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جس بلا میں مبتلا کیا ہے وہ اُس پر مطلع بھی ہے تو بار بلا شک سبک ہو جاتا ہے کیا تم نے یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کا نہیں سُنا کہ صبر کر اپنے پروردگار کے حکم کیلئے کیونکہ تم ہماری آنکھوں کے روبرو ہو یعنی اے محمد کفار قریش سے جو عناد و تکذیب آپ کو پیش آتی ہے وہ ہم پر مخفی نہیں ایک حکایت مشہور ہے کہ کسی شخص کے ننانوے تازیانے لگے اُس نے آہ نہیں کی جب سواں تازیانہ مارا آہ کرنے لگا کسی نے اسکا سبب پوچھا اُس نے کہا کہ جس کے سبب میں مارا گیا ہوں ننانوے میں تو وہ یہاں تماشائیوں میں موجود تھا اور مجھ کو دیکھ رہا تھا مجکو کچھ درد نہیں معلوم ہوا آخر تازیانے میں وہ چلا گیا اُس وقت درد محسوس ہوا۔ **چھٹا سبب** کہ اُس کے ظہور جمال نے اُس کے افعال پر صابر بنا دیا یہ اس طرح ہے کہ بندے پر کسی تلخ بلا پڑنیکے وقت اللہ تعالیٰ جب تجلی فرماتا ہے تو وہ حلاوت تجلی میں اُس کی سختی کو جھیل لیتا ہے اور اکثر اوقات غلبہ تجلی سے دُکھ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے اور تمہارے لئے اِس مضمون میں یہ آیت بس ہے پس جب دیکھا عورتونے یوسف کو اس کی بڑائی کی اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے **ساتواں سبب** کہ اُن کے اس اعتقاد نے کہ صبر سے رضا پیدا ہوتی ہے اُن کو قضا پر صابر بنا دیا یہ اسطرح

ہے کہ جو اللہ کے احکام پر صبر کرتا ہے یہ اللہ کی رضا کا باعث ہو جاتا ہے پس وہ اُس کی تیزی کو طلب رضا کیلئے برداشت کر لیتے ہیں جیسے کڑوی دوا بامید شفا پی لی جاتی ہے آٹھواں سبب کہ پردوں کے اُٹھ جانے نے اُن کو تقادیر پر صابر بنا دیا ہے یہ اس طرح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے وارد ہونیوالی بلائیں اٹھوانا چاہتا ہے تو اس کی بصیرت قلب سے حجاب اٹھا دیتا ہے پس اپنا قرب اُس کو دکھلا دیتا ہے پس اُنس قرب اس قدر غالب ہوتا ہے کہ ادراک الم کا پتہ نہیں رہتا اور اگر خدائے تعالیٰ اہل نار پر اپنے جمال و کمال سے تجلی فرمائے تو اُن کو عذاب عذاب نہ معلوم ہو اسی طرح اگر اہل جنت سے حجاب کرلے تو کوئی نعمت خوش نہ آوے پس عذاب حقیقت میں وجود حجاب ہے اور انواع عذاب اُس کے مظاہر ہیں اور نعیم ظہور و تجلی سے ہے اور انواع نعیم اسکے مظاہر ہیں نواں سبب کہ اسرار تصریف کے وارد ہونے نے بار تکلیف اٹھانے پر قوت دیدی اور یہ اسطرح ہے کہ تکالیف تو بندوں پر بیشک شاق ہیں اور اس میں یہ سب امور داخل ہیں۔ بجالانا احکام کا باز آنا نواہی سے صبر کرنا احکام پر شکر کرنا انعام پر یہ چار چیزیں ہوئیں طاعت معصیت نعمت بلا اور پانچویں کوئی چیز نہیں اور ان چاروں میں جدا جدا تیرے ذمے اللہ تعالیٰ کا حق عبودیت ہے کہ مقتضائے ربوبیت تجھ سے اُسکا تقاضا کرتا ہے پس اس کا حق اطاعت میں تو تیرے ذمے یہ ہے کہ اس کا احسان مشاہدہ کرے اور معصیت میں یہ حق ہے کہ اُس میں جو کچھ ضائع کیا ہے اُس سے استغفار کرے اور بلا میں یہ حق ہے کہ اُس پر صبر کرے اور نعمت میں یہ حق ہے کہ اُس پر شکر کرے اور یہ تمامی بار فہم کی بدولت اُٹھ سکتے ہیں جب تو نے یہ سمجھ لیا کہ طاعت کا نفع تجھکو ہی ملیگا اُس پر قیام کرنا آسان ہو جاوے گا جب یہ جان لیا کہ معصیت پر اصرار کرنا اور گناہ میں پڑنا آخرت میں عقاب الٰہی اور دنیا میں زوال نور ایمان کا باعث ہے یہی موجب ترک ہو جاویگا اور جب یہ یقین کر لیا کہ صبر کا ثمرہ تجھکو ہی ملیگا اور اُس کی برکت تیری طرف پھر کر آویگا ضرور اُسکی طرف دوڑے گا اور اُس کا سہارا پکڑے گا اور موجب یہ اعتقاد کر لیا کہ شکر کی بدولت خدائے تعالیٰ کیطرف سے نعمت بڑھے گی کیونکہ اس کا فرمان ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ یہ سبب ہو جاویگا صبر پر دوام اور آمادگی کرنیکا اور اِن چاروں میں کلام وسیع کریں گے ہم آخر کتاب میں اور اس کیلئے جدا فصل مقرر کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ دسواں سبب کہ اللہ تعالیٰ نے احکام تقدیری میں جو کچھ اپنا لطف و احسان پوشیدہ کیا ہے جب اُن لوگوں کو اُسپر اطلاع ہوتی ہے تو صبر آجاتا ہے یہ اس طرح ہے کہ ناگوار چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے الطاف کو امانت رکھا ہے کیا تم نے سنا نہیں فرمانا اللہ تعالیٰ کا عَسَىٰ أَنْ

تکرہوا شیئا وھو خیر لکم اور فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جنت ناگوار چیزوں کیساتھ اور دوزخ شہوات سے گھیری گئی ہے اور بلیات و امراض اور فاقوں میں اس قدر اسرار الطاف ہیں کہ اُن کو سوائے اہل بصیرت کے کوئی نہیں سمجھ سکتا تم نے خیال نہیں کیا کہ بلاؤں سے نفس دب جاتا ہے اور ذلیل ہو جاتا ہے اور اپنے حظوظ کی خواہش سے مدہوش ہو جاتا ہے اور بلاؤں کیساتھ ذلت ہے اور ذلت کیساتھ نصرت فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ ج اور اس میں زیادہ گفتگو کرنے سے مقصود کتاب سے علیحدہ ہوئے جاتے ہیں اس لئے پھر آیت کیطرف رجوع کرنا چاہئے اور وہ آیت یہ ہے فلا وربک لا یؤمنون الآیۃ جاننا چاہیے کہ احوال تین ہیں قبل تحکیم بعد تحکیم عین حالت تحکیم پس قبل تحکیم میں عبودیت یہ ہے کہ تحکیم کریں اور عین تحکیم اور بعد تحکیم میں عبودیت یہ ہے کہ اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تنگی نہ پانا تو حاکم بنانیکو لازم ہے جواب دیا جاویگا کہ یہ ضرور نہیں کہ جو حاکم بناوے تو وہ تنگی بھی نہ پاوے کبھی ظاہر میں حاکم بناتا ہے اور دل میں کراہت موجود ہوتی ہے پس بالضرور تحکیم کیساتھ فقدان حرج اور وجود تسلیم کو ملانا چاہیے اگر کوئی اعتراض کرے جب تنگی نہ پائی تو تسلیم کرلیا پھر اس کہنے سے کیا فائدہ ہوا ویسلموا تسلیما اس کا جواب یہ ہے کہ معنی اس قول کے یہ ہیں کہ جمیع امور میں تسلیم کریں اگر کوئی کہے کہ یہ تو حتی یحکموک سے لازم آگیا جواب یہ ہے تحکیم کو مطلق نہیں لائے بلکہ فیما شجر بینھم کیساتھ مقید کیا پس یہ آیت تین امر کو شامل ہوئی ایک حاکم بنانا آپس کے جھگڑوں میں دوسرا تنگی نہ پانا تیسرا تسلیم مطلقا پایا جانا آپس کے جھگڑوں میں بھی اور اپنے ذاتی حالات میں بھی پس یہ تعمیم بعد تخصیص ہے خوب سمجھ لو۔ دوسری آیت وربک یخلق ما یشآء و یختار ما کان لھم الخیرۃ سبحان اللہ وتعالیٰ عما یشرکون ہ چند فائدوں کو شامل ہے پہلا فائدہ یہ جو فرمایا کہ ربک یخلق ما یشآء و یختار اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو لازم ہے کہ اللہ کیساتھ کچھ تدبیر نہ کرے کیونکہ جب وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے تو تدبیر بھی جو چاہے کریگا جو پیدا کرنیکا مالک نہیں وہ تدبیر کا بھی مالک نہیں۔ کیا پیدا کرنیوالا اور نہ پیدا کرنیوالا برابر ہو سکتا ہے آیا نصیحت نہیں قبول کرتے تم اور یختار سے معلوم ہوتا ہے کہ اختیار میں وہ یکتا ہے اور اُسکے افعال صادر بالاضطرار نہیں بلکہ وہ صفت اختیار کیساتھ موصوف ہے اور اس میں بندے پر لازم ٹھیرانا ہے کہ اپنا اختیار اور تدبیر اللہ کے آگے ساقط کردے کیونکہ جو صفت اُسکی ہے وہ تیری نہیں ہو سکتی اور یہ قول ما کان لھم الخیرۃ اسکے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ لوگ اس لائق نہیں کہ اُن کے لئے اختیار حاصل ہو اور وہ اُسکے مستحق ہوں دوسرے یہ کہ ہم نے انکو اختیار نہیں دیا

اور اس امر کا مستحق نہیں بنایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ہ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُس کے آگے اُن کا اختیار چلے اور اس آیت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جو شخص اللہ کیساتھ اختیار کا دعویٰ کرے وہ مشرک ہے لسان حال سے دعویٰ ربوبیت کا کر رہا ہے اگرچہ زبانی اِس سے برارت ظاہر کرتا ہو تیسری آیت فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی یعنی کیا انسان کو اسکی ہر آرزو ملجاتی ہے پس اللہ ہی کی ہے آخرت اور دنیا۔ یہ آیت دلیل ہے اس کی کہ اللہ کے آگے تدبیر ساقط کرنا چاہیے کیونکہ یوں فرمایا کہ انسان کو کیا اُس کی ہر آرزو ملجاتی ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا اور اس کو یہ شایاں نہیں کیونکہ ہم نے اُس کو اس کا مالک نہیں کیا پھر اس کو موکد کیا اس قول سے فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی یعنی جب دنیا و آخرت دونوں اللہ ہی کے ہوئے تو انسان کا کچھ نہ ہوا تو اُسکو مناسب نہیں کہ غیر کی ملک میں تدبیر کرے البتہ دارین کی تدبیر کرنا اُس ذات کو زیبا ہے جو اُن دونوں کا مالک ہو اور وہ فقط اللہ تعالیٰ ہے اور یہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاقَ طعم الایمان الخ اس میں دلیل ہے کہ جو ایسا نہ ہوگا ایمان کی حلاوت اور ذوق نہ پاویگا۔ اُس کا ایمان صرف ایک صورت بے جان اور ظاہر بے معنی اور نقش بے حقیقت ہوگا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو قلب امراض غفلت و ہوا سے سالم ہیں وہ لذیذ معانی سے مزے لیتے ہیں جیسے تمام نفوس لذیذ کھانوں سے خوش ہوتے ہیں اور ایمان کا مزہ وہی چکھیگا جو اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو کیونکہ جب اُسکے رب ہونے پر راضی ہوگا اُس کے آگے گردن جھکادیگا اُس کے حکم کا مطیع ہوگا اپنا اختیار اُس کے حوالے کریگا اُس کے حسن تدبیر و اختیار کے روبرو اپنا اختیار و تدبیر چھوڑ دیگا اُس وقت لذت عیش اور راحتِ تفویض دیکھے گا اور جب یہ اُس سے راضی ہوگا رب بنانیمیں اسکے لئے اُدھر سے رضا ہوگی جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ یعنی اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہوئے اور جب اسکے لئے اللہ کی طرف سے رضا ہوئی تو اللہ تعالیٰ اُس کی حلاوت پیدا کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی منت و احسان کو جانے اور یہ رضا باللہ بدون فہم کے نہیں ہوتی اور فہم بدون نور کے نہیں ہوتی اور نور بدون قرب کے نہیں ہوتا اور قرب بدون عنایت کے نہیں ہوتا پس جب عنایت اِس بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے یہ تمام دولتیں خزانۂ منت سے اُسکے لئے ظاہر ہوتی ہیں پس جب اللہ کی امدادیں اور انوار اُس پر پیاپے آتے ہیں اس کا قلب امراض و اسقام سے صحت پاتا ہے تو صحیح الادراک ہو جاتا ہے پس ایمان کی لذت اور حلاوت کا ادراک بوجہ صحت ادراک و سلامت ذوق کے ہے اور اگر بیماری غفلت عن اللہ میں اِس کا قلب مبتلا ہوتا تو اسکا ادراک میسر نہ ہوتا کیونکہ بخار والا اکثر اوقات

[illegible]

شکر کا مزہ تلخ پاتا ہے اور حالانکہ وہ واقعہ میں ایسا نہیں پس جب امراض زائل ہو جاتے ہیں حقائق اشیاء کو دریافت کرتا ہے پس پالیتا ہے حلاوت ایمان ولذت طاعت کو اور تلخی قطع تعلق[لہ] اور مخالفت کو پھر جب حلاوت ایمان کو پائیگا تو اُس پر خوش ہوگا اور اس میں اللہ کا احسان مشاہدہ کریگا اور اُن اسباب کو طلب کریگا جن سے ایمان محفوظ ہے اور حاصل ہوا اور جب لذت طاعت کو پائیگا تو اُس پر دوام کریگا اور اُس میں اللہ کا احسان مشاہدہ کریگا اسی طرح جب تلخی کفران و مخالفت کو پائیگا تو ضرور ہے کہ اُس کو ترک کریگا اور اُس سے نفرت کریگا اور اُس کی طرف مائل نہ ہوگا پس یہ باعث ہوجائیگا ترک گناہ کا اور اُس کی طرف متوجہ ہونیکا اور یہ دونوں مفہوم جُدا[عہ] جُدا ہیں اور یہ نفرت گناہ سے اسلئے ہوگی کہ نور بصیرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی مخالفت اور اُس سے غافل ہونا قلوب کے حق میں زہر قاتل ہے پس مؤمنین کے قلوب میں اللہ کی مخالفت سے ایسی نفرت ہو جاتی ہے جیسے تمکو طعام زہر آلود سے نفرت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا یعنی اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو کیونکہ جب اسلام کے دین بنانے پر راضی ہوا تو اپنے آقا کی پسندیدہ اور مختار چیز پر راضی ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی بیشک دین حق اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ یعنی جو شخص ڈھونڈھے سوائے اسلام کے اور کوئی دین ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اُس سے اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہ یعنی بیشک اللہ نے برگزیدہ کیا ہے تمہارے لئے دین پس مرنے نہ پاؤ تم مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو اور جب اسلام کے دین بنانے پر راضی ہوگا تو لازم ہے کہ اوامر کو مانیگا اور نواہی سے باز آویگا اچھی باتیں اوروں کو بتلاویگا بُری باتوں سے منع کریگا اور جب کسی مُلحد کو دیکھے گا کہ غیر دین کو دین میں داخل کرنا چاہتا ہے تو اس کو جوش پیدا ہوگا اور برہان سے اسکی مغز پاشی کریگا اور قوت بیانیہ سے اسکی بیخ کنی کریگا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو پھر اُس کو لازم ہے کہ آپ کا محب ہو اور آپ کے آداب واخلاق اختیار کرے دنیا سے بے رغبت ہو نہیں اُس سے علیحدگی کریں لوگوں کی خطا سے درگذر کریں جو اس سے بُرائی کرے اُس سے معاف کریں اور اسکے سوا جتنے امور ہیں سب میں آپ کا اتباع ہو کہنے میں کرنے میں اختیار کریں ترک کریں محبت میں بغض میں ظاہر میں باطن میں۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگا اُس کے آگے گردن جھکا دیگا جو اسلام سے راضی ہوگا اُسکے موافق عمل کریگا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہوگا آپ کی متابعت کریگا اور ان تینوں باتوں میں سے

لہ یعنی کسی شے سے تعلق قطع کرنا ۱۲ منہ

عہ یعنی اللہ کا ترک کرنا اور جو چیز اور اس کی طرف متوجہ ہونا اور چیز ۱۲ منہ

ایک بات بھی نہیں ہوتی جبتک سب نہ ہوں کیونکہ یہ امر محال ہے کہ اللہ کے رب ہونے پر تو راضی ہو اور
اسلام کے دین ہونے پر راضی نہ ہو یا اسلام کے دین ہونے پر تو راضی ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے
پر راضی نہ ہو اور ان سب کا باہم لازم و ملزوم ہونا ظاہر ہے کچھ مخفی نہیں جب یہ بیان ہو چکا تو اب اسبات
کو جان لو کہ مقامات یقین کے نو ہیں توبہ اور زہد اور صبر اور شکر اور خوف اور رضا اور رجا اور توکل اور
محبت اور کوئی مقام ان میں سے بدون ساقط کرنے تدبیر و اختیار کے صحیح نہیں ہوتا اور یہ اسطرح ہے کہ توبہ
کرنیوالیکو جیسا اپنے گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے ایسے ہی پروردگار کے آگے اپنی تدبیر کرنیسے بھی توبہ کرنا واجب
ہے کیونکہ تدبیر اور اختیار قلوب کے کبیرہ گناہوں سے ہیں اور توبہ کے معنے ہیں رجوع کرنا تمامی اُن اُمور سے جو اللہ
تعالیٰ کو پسند نہیں اور تدبیر بھی اللہ کو پسند نہیں کیونکہ وہ شرک ہے ربوبیت میں اور کفران ہے نعمت عقل
کا اور کفر کو اپنے بندوں کیلئے پسند نہیں فرماتا اور ایسے شخص کی توبہ کیسے درست ہوگی کہ تدبیر دنیوی میں مبتلا
ہے اپنے آقا کے حُسن رعایت سے غافل ہے اور اسیطرح زہد ٹھیک نہیں ہوتا جبتک کہ تدبیر سے علیحدگی نہ کرے
کیونکہ جن چیزوں سے خارج اور بے رغبت ہونیکا حکم ہے اُن میں سے تدبیر بھی ہے کیونکہ زہد دو طرح کا ہے ایک
زہد ظاہر دوسرا زہد خفی زہد ظاہر تو یہ ہے کہ جو چیزیں کھانے پینے پہننے وغیرہ کی حاجت سے زائد ہیں اُن کی رغبت
نہ رہے اور زہد خفی یہ ہے کہ سرداری اور ناموری کی ہوس نہ رہے اسی کی قسم سے ہے زہد کرنا تدبیر میں اللہ کے آگے
اسیطرح صبر و شکر بدون تدبیر ساقط کئے ہوئے ٹھیک نہیں ہوتا کیونکہ صابر وہ ہے جو اللہ کی ناپسند چیزوں سے
صبر کرے اور اللہ کی ناپسند چیزوں میں تدبیر و اختیار بھی ہے کیونکہ صبر کئی قسم پر ہے ایک صبر کرنا حرام چیزوں سے
دوسرا صبر کرنا واجبات پر تیسرا صبر کرنا تدبیر و اختیار سے خواہ یوں کہو کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک صبر کرنا
حظوظ بشریہ سے دوسرے صبر کرنا لوازم عبودیت پر اور لوازم عبودیت سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے
تدبیر ساقط کردے اسی طرح شکر ٹھیک نہیں ہوتا مگر اُس شخص کیلئے جو تدبیر کو اللہ کے روبرو ترک کردے کیونکہ شکر
کے معنی بقول حضرت جنیدؒ کے یہ ہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو اُس کی نافرمانی کا ذریعہ نہ بناوے اور اگر تجھ کو عقل نہ
ہوتی جس کی بدولت اللہ نے تجھ کو تیرے امثال پر ممتاز کیا اور اُس کو تیرے کمال کا سبب ٹھیرایا تو ہرگز تو
تدبیر نہ کرتا کیونکہ جمادات و حیوانات کچھ بھی تدبیر نہیں کرتے کیونکہ اُنھیں عقل نہیں جس کا کام ہے انجام کو دیکھنا
اور اسکا اہتمام کرنا ف پس ایسی نعمت عظمیٰ یعنی عقل کو تونے اُس کی نافرمانی یعنی تدبیر کا ذریعہ ٹھیرا یا ت
اور تدبیر کرنا مقام خوف و رجا کے بھی خلاف ہے کیونکہ خوف کا جب قلب پر غلبہ ہوتا ہے اُسکو اس قدر

چین نہیں لینے دیتا کہ تدبیر کرے اور رجال کا بھی یہی حال ہے کیونکہ رجا کرنیوالے کا دل تو خوشی سے بھرا ہے
گا اور اُس کے اوقات اللہ کے معاملے میں مشغول ہونگے کون وقت میں تدبیر کی گنجائش ہوگی۔ اور تدبیر کرنا
مقام فـ۱ توکل کے بھی خلاف ہے کیونکہ متوکل تو وہ ہے جو اپنا کلی اختیار اُس کے حوالے کر دے اور تمام امور میں
اُسپر اعتماد کرے پس اسکے لوازم میں سے ہے تدبیر نہ کرنا اور اجرائے احکام کیلئے گردن جھکا دینا اور ترک تدبیر
کا تعلق مقام توکل ورضا کیساتھ بہ نسبت تعلق دوسرے مقامات کے زیادہ ظاہر ہے اور تدبیر کرنا مقام
محبت فـ۲ کے بھی خلاف ہے کیونکہ عاشق اپنے محبوب کے عشق میں مستغرق ہے اور اُس کا عین مطلوب یہ ہے کہ اُس کے
روبرو اپنے ارادے سے دست بردار ہو جائے اور عاشق کو کسی وقت میں تدبیر کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ
اُس کو اللہ کی محبت نے اِس سے غافل کر رکھا ہے اسی واسطے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے جس نے اللہ کی خالص
محبت کا کچھ بھی مزہ چکھ لیا اُس نے ماسوا سے اُس کو غافل بنا دیا اور تدبیر کرنا مقام رضا کے بھی خلاف ہے اور
یہ بہت ظاہر ہے اس میں کچھ اشکال ہی نہیں اور یہ اس لئے ہے کہ جس شخص کو مقام رضا حاصل ہے وہ اللہ
کی اگلی تدبیر پر بس کریگا پھر وہ کیوں تدبیر کریگا کہ اُس کی تدبیر پر تو راضی ہو چکا کیا تمکو یہ خبر نہیں کہ نور رضا
قلوب سے تدبیر کا میل کچیل دھوڈالتا ہے پس رضا والا انوار رضا سے اُس کے احکام میں منبسط ہے وہ اللہ کے
روبرو کچھ تدبیر نہیں کرتا اور غلام کیلئے اُس کے آقا کا حسن اختیار ہی بہت ہو خوب سمجھ لو فصل فـ۳ جاننا چاہیے
کہ ترک تدبیر و اختیار کے اسباب چند امور ہیں اوّل فـ۴ تیرا یہ اعتقاد کہ اللہ نے تیرے لئے پہلے سے تدبیر کر دی ہے
اور اس کو اس طرح جان کہ اللہ تعالیٰ تیرا اُس وقت تھا کہ تو بھی اپنا نہ تھا پس جیسا تیرے ہونیسے پہلے
اُس نے تیرے لئے تدبیر فرمائی تھی اور تیری تدبیر وہاں کچھ نہ تھی اسیطرح بعد ہونیکے بھی وہ مدبر ہے پس تو
اُسکے ساتھ ایسا رہ جیسا پہلے تھا وہ بھی تیرے ساتھ ایسا رہے گا جیسا پہلے تھا اور اسی واسطے حسین حلاجؒ
نے دعا کی کہ میرے واسطے ایسا ہو جا جیسا میرے نہ ہونیکے وقت میں تھا حاصل دعا یہ ہے کہ میرے وجود کے
بعد میری تدبیر فرما جیسا میرے وجود سے پہلے میری تدبیر فرماتا تھا کیونکہ وجود سے پہلے اللہ کے علم میں بندہ
کی تدبیر ہو چکی ہے اور اُسکا کہیں وجود بھی نہ تھا کہ دعویٰ تدبیر کرتا اور اس وجہ سے اس کی نصرت نہ ہوتی
اگر کوئی اعتراض کرے کہ قبل وجود تو معدوم محض تھا پس تدبیر کیسے اسکے ساتھ متعلق ہو سکتی ہے جواب
یوں سمجھو کہ تمام اشیاء علم الٰہی میں موجود ہیں اگرچہ خارج میں اُن کا وجود نہ ہو پس اللہ تعالیٰ اُن کے
وجود علمی کے مرتبے میں اُن کی تدبیر فرماتا ہے اور یہ مسئلہ بہت غور طلب ہے یہ موقع اُس کی تفصیلی بحث کا

نہیں بیان و اعلام جاننا چاہیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جمیع اطوار میں تیری تدبیر کا ذمہ دار ہوا اور تمام حالات میں تیرے ایجاد کا اہتمام فرمایا یوم میثاق میں تیرے تدبیر فرمائی جس روز پوچھا گیا کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں اُس وقت تیرے لئے یہ تدبیر فرمائی کہ تجھ کو اپنی شناخت دی تب تو نے اُسکو پہچانا اور تجھ کو اپنی جھلک و کھلائی تو نے اُس کو مشاہدہ کیا تجھ کو گویا کیا تیرے دل میں اپنی ربوبیت کا اقرار ڈالا تب تو نے اُس کی توحید کی اسکے بعد تجھکو نطفہ بنایا جو باپ دادا کی پشت میں امانت تھا اور اُس مقام میں تیری تدبیر کا سامان کیا تیری حفاظت کی جس جگہ تو رہا اُسکی حفاظت کی جس شخص میں تو رہا اُس کے ذریعہ سے برابر تجھکو مدد پہونچتی رہی یہی سلسلہ آدم علیہ السّلام تک پہنچتا ہے پھر تجھ کو ماں کے رحم میں ڈالا وہاں تیرے کام بنائے اور رحم میں قابلیت رکھ کر اُسکو ایک زمین بنایا جس میں تو پھلے پھولے اور اُسکو ایک محل امانت بنایا جسمیں تجھ کو حیات عنایت ہو پھر دونوں نطفوں کو جمع کیا دونوں کو ملایا پھر تو دونوں سے بنا۔ اِسکا سبب حکمت آلہی ہے کہ تمامی وجود ستر ازدواج پر مبنی ہے پھر نطفے کے بعد تجھکو علقہ یعنی خون بستہ بنایا جس میں صلاحیت اُس صورت کی رکھی جو اسکے بعد پیدا کرنا منظور ہے پھر علقے کے بعد مضغہ بنایا پھر مضغے میں تیری صورت نقش کی اور تیری بنیاد قایم فرمائی پھر اُسکے بعد تیرے اندر روح پھونکی پھر ماں کے رحم میں خون حیض تجھکو غذا دی پس تیرے وجود میں آنے سے پہلے تیرا رزق جاری فرمایا پھر تجھکو ماں کے رحم میں باقی رکھا یہاں تک کہ تیرے اعضا قوی ہو گئے اور ہاتھ پاؤں مضبوط ہو گئے تاکہ تو ایسی جگہ آنیکے قابل ہو جاوے جہاں تیرا نفع و نقصان ہے اور تاکہ تجھ کو ایسے گھر کی طرف لاوے جس میں تجھ کو اپنے فضل و عدل کیساتھ اپنی شناخت کرائے پھر جب تجھ کو زمین کی طرف لایا اُس کو معلوم تھا کہ تو سخت چیزیں نہیں کھا سکتا اور نہ تیرے دانت ہیں اور نہ داڑھ جن سے تو کھانیمیں کام لے سکے پس چھاتیوں میں لطیف غذا جاری فرمائی اور اُن پر جوش دینے والی مہربانی ماں کے دل میں مسلط کی جہاں دودھ نکلنا موقوف ہوا اُس محبت مادری نے اُس کو جوش دیا جوش دینے والا بھی کیسا جو کبھی سست نہیں ہوتا ایسا مستعد جو کبھی بند نہیں ہوتا۔ پھر ماں باپ کو اس کام میں لگا دیا کہ تیرے فائدے کی چیزیں حاصل کریں اور تجھ پر شفقت کریں اور تجھ کو محبت کی نگاہ سے دیکھیں اور یہ وہی شفقت ہے جس کو تیری طرف اور دوسرے شخصوں کی طرف بھیجنے میں ماں باپ کو مظہر قرار دیا تاکہ صفت مودت کیساتھ اُس کی معرفت ہو اور حقیقت میں اُس کی ربوبیت کے سوا تیرا کوئی کفیل نہیں اور اُس کی الوہیت کے سوا کوئی پرورش

کرنیوالا نہیں پھر باپ کے ذمے لازم ٹھیرایا کہ وقت بلوغ تک تیری خبر گیری کرے اور اپنی عنایت سے یہ اُس پر واجب کر دیا پھر کمال فہم تک تجھکو مرفوع القلم فرما دیا اور یہ بلوغ کا وقت ہے پھر تب سے اُدھیڑ ہونے تک اپنے عطا و فضل کو موقوف نہیں کیا پھر جب تو بڑھاپے کو پہونچا پھر جب تو مرے گا پھر جب قیامت میں زندہ ہو گا پھر جب تجھکو اپنے روبرو کھڑا کریگا پھر جب اپنے عقاب سے تجھ کو بچائیگا پھر جب تجھ کو بہشت میں داخل کرے گا۔ پھر جب اپنا پردہ تیرے سامنے سے اٹھا دیگا اور اپنے اولیا اور احبا کی مجلس میں تجھ کو بٹھلائیگا فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہ متقی لوگ ہونگے بہشتوں میں اور نہروں میں سچی مجلس میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ف یعنی سب جگہ تجھ پر فضل رہا ہے پس تو اُس کے کس کس احسان کا شکر کر سکتا ہے اور کون کون نعمتوں کو ذکر میں لا سکتا ہے اور سنو ارشاد اللہ تعالیٰ کا وما بکم من نعمۃ فمن اللہ یعنی جو کچھ نعمتیں تمہارے پاس ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں پس معلوم ہوا کہ تو اُسکے احسان سے نہ کبھی نکلا ہے نہ نکلے گا اور اس کا فضل و امتنان تجھ سے کبھی جدا نہ ہو گا اور اگر اپنے تغیر حالات کا معلوم کرنا منظور ہے تو یہ ارشاد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سن لو ولقد خلقنا الانسان من سُللۃ من طین ۵ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ۵ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظما فکسونا العظم لحما ۵ ثم انشأنٰہ خلقا اٰخر ط فتبٰرک اللہ احسن الخالقین ۵ ثم انکم بعد ذٰلک لمیتون ۵ ثم انکم یوم القیٰمۃ تبعثون یعنی بیشک پیدا کیا ہم نے آدمی کو خلاصہ مٹی سے پھر بنایا ہے اُس کو نطفہ ٹھہرنے کی جگہ میں پھر پیدا کیا ہم نے نطفے کو خون بستہ پھر پیدا کیا ہم نے خون بستہ کو گوشت کی بوٹی پھر پیدا کیا ہے بوٹی کو ہڈیاں پھر پہنایا ہے ہڈیوں کو گوشت پھر پیدا کیا ہے اُس کو دوسری پیدائش ف یعنی روح پھونکی ف پس بڑی برکت والا ہے اللہ بہتر سب تجویز کرنیوالوں کا پھر بیشک تم بعد اُسکے البتہ مرنیوالے ہو پھر بیشک تم قیامت کیدن زندہ کئے جاؤ گے اس آیت کی جھلک تجھ پر ظاہر ہو گی اور اس کی چمک تجھ پر پھیلے گی اور اس کا مضمون گردن جھکا دینے اور توکل کرنیکو تجھ پر لازم ٹھیراویگا اور تدبیر کے ترک اور تقدیر کیساتھ منازعت نہ کرنیکی طرف تجھ کو کھینچ لیجاویگا اور توفیق دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ف۲ دوسرا امر یہ ہے کہ جان لے کہ اپنے لئے تیرا تدبیر کرنا ناواقفی کی دلیل ہے اپنے فائدے کے سوچنے سے کیونکہ ایمان والے کا اعتقاد ہے کہ جب وہ اللہ کے روبرو تدبیر کو ترک دیتا ہے خدا تعالیٰ اُسکے لئے نیک ہی تدبیر فرما دیتا ہے بسبب فرمانے اللہ تعالیٰ کے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اُسکے لئے کافی ہے پس تیری

تدبیر یہی ہے کہ تدبیر نہ کرے اور اپنی بڑی خیر خواہی یہی ہے کہ اُس کی خیر خواہی کی فکر نہ کرے اس مقام پر
اللہ تعالیٰ کے قول ؔ کو سمجھو کہ آؤ گھروں میں اُن کے دروازوں سے پس تدبیر کا دروازہ اللہ کی طرف یہی ہے
کہ اپنے لئے تدبیر نہ کرو تیسرا امر یہ ہے کہ جان لو کہ یہ ضرور نہیں کہ تقدیر تیری تدبیر کیموافق جاری ہوا کرے بلکہ
اکثر وہی بات ہوتی ہے جس کی تو تدبیر نہیں کرتا اور بہت کم وہ ہوتا ہے جس کی تدبیر کرتا ہے اور عاقل بے
ٹھکانے مکان نہیں بناتا پس تیری عمارتیں کہاں پوری ہونے پاینگی تقدیر تو اُنکو گرا رہی ہے اور پورا ہونے
سے روک رہی ہے ؎ عمارت کب وہ پوری ہو کہ تو اُسکو بناتا ہو ÷ مگر ہو دوسرا اُس جا کہ وہ اُسکو گراتا ہو
اور جس حالت میں تیری طرف سے تو تدبیر ہو اور تقدیر برخلاف تیری تدبیر کے جاری ہوتی ہو تو ایسی تدبیر
سے کیا فائدہ جسکی حمایت تقدیر نہ کرے اور تدبیر تو اُسی کو سزاوار ہے جسکے ہاتھ میں تقدیر کی باگ ہے۔
اسی لئے کہا گیا ہے ؎ پایا ہے قضا کو جب کاری ÷ اور نہیں اس میں کوئی شک طاری ÷ کر لیا اعتماد
خالق پر ÷ خود چلا جسطرف وہ ہو جاری ÷ چوتھا امر یہ ہے کہ جان تو کہ اللہ تعالیٰ ہی ذمہ والا ہے اپنی
سلطنت کی تدبیر کا اُس کی بلندی کا اُسکی پستی کا اُسکے غیب کا اُس کی شہادت کا۔ اور جیسا عرش و کرسی اور
آسمان و زمین میں اُس کی تدبیر کو تو نے تسلیم کر لیا اسیطرح اپنے وجود میں بھی اُس کی تدبیر کو تسلیم کر لے کیونکہ تیرے
وجود کی نسبت ان عالموں کیساتھ ایسی ہے کہ تیرا پتہ بھی نہیں لگنے دیتی جیسا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین
کی نسبت کرسی کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں ایک حلقہ پڑا ہو اور کرسی اور ساتوں آسمان اور
ساتوں زمین عرش کیسامنے یہی نسبت رکھتے ہیں پس تو بیچارا اُسکے ملک میں کیا چیز ہے پس تجھ کو اپنے نفس
کی فکر کرنا اور اسکے لئے تدبیر کرنا بالکل اللہ سے ناواقفی ہے بلکہ بات وہ ہے جیسے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے
فرمایا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ یعنی انھوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی اُسکی قدر کرنا چاہئے تھا پس اگر بندہ
اپنے رب کو پہچان لے تو اُسکے آگے تدبیر کرتا ہوا شرمائے۔ اور تجھ کو جو خدائے تعالیٰ سے آڑ ہے اُسی نے تجھکو دریائے
تدبیر میں پھینکا ہے کیونکہ اہل یقین کی باطنی بینائی سے جو پردہ اُٹھا انھوں نے اپنے کو دیکھا کہ ہماری تو تدبیر
کوئی دوسرا کر رہا ہے ہم خود کچھ تدبیر نہیں کر سکتے اور ہم میں کوئی دوسرا تصرف کر رہا ہے ہم خود کچھ تصرف نہیں
کر سکتے اور ہمکو کوئی دوسرا جنبش دے رہا ہے ہم خود کچھ جنبش نہیں کر سکتے اسی طرح سکان عالم بالا مشاہدہ
کر رہے ہیں اُس کے ظہور قدرت کا اور نفوذ ارادے کا اور مقدورات کے ساتھ قدرت اور مراد کیساتھ
ارادے کیمتعلق ہونیکا اور اسباب اُن کی نگاہ میں سب برطرف ہیں اسی لئے وہ دعوے سے پاک ہیں کیونکہ

اُن کو معاینہ اور مواجہہ حاصل ہے اسی لئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْھَا وَ اِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ہ یعنی ہم وارث ہیں زمین کے اور جو اُسکے اوپر بستے ہیں اور سب ہماری طرف پھیرے جاویں گے اس میں ملائکہ کا تزکیہ ہے اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے جو اُن کو عنایت کیا وہ اُس میں مدعی نہیں اور جو اُن کی طرف منسوب کیا اُس میں وہ خود نسبت کرنیوالے نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یوں فرماتے اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَالسَّمَآءَ بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ کیساتھ جو نسبت ہے اور اُس سے ہیبت کرتے ہیں اور اسکی عظمت سے حیران ہیں یہ امور اُن کو مانع ہیں کہ وہ کسی غیر کی طرف میلان کریں پس جیسا آسمان و زمین کے مقدمے میں اللہ کی تدبیر کو تسلیم کر لیا ہے اسی طرح اپنے وجود میں بھی تسلیم کرے کیونکہ آسمان و زمین کی خلقت تو بہر حال انسان کی خلقت سے بڑی ہی ہے[1] پانچواں امر یہ ہے کہ جان لے کہ تو اللہ کی ملک ہے اور تجھکو ایسی چیز کی تدبیر کرنا نہیں پہنچتا جو غیر کی ملک ہو پس جو چیز تیری ملک میں نہیں تجھ کو اُس کی تدبیر کا بھی استحقاق نہیں اور جو چیز تیری ملک میں ہے اُس میں جب کوئی تجھ سے منازعت نہیں کرتا اور حالانکہ تیری ملک صرف اُسکو مالک بنانے سے ہوئی اور تیری ملک حقیقی نہیں بلکہ صرف ایک نسبت شرعی ہے جو تیری ملک کی موجب ہو گئی یہ نہیں کہ کوئی چیز تیرے وصف کیساتھ قائم ہو گئی جس سے تو مالک بننے کا مستحق ہو گیا تو اللہ کیساتھ اسکی ملک میں منازعت نہ کرنا تو زیادہ تر مناسب اور سزاوار ہے خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ[2] یعنی اللہ نے مول لے لیا ہے اہل ایمان سے اُن کی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو اس معاوضے میں کہ اُن کیلئے جنت ہے تو فروخت کرنیکے بعد تدبیر و منازعت کرنا مناسب نہیں کیونکہ جس چیز کو تو فروخت کر چکا اُس کا تسلیم کر دینا اور منازعت نہ کرنا تجھ پر واجب ہو چکا پھر اُس میں تدبیر کرنا عقد بیع کو توڑنا ہے۔ میں ایک روز شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا اور کسی قصے کی شکایت کی فرمانے لگے اگر تیرا نفس تیری ملک ہے تو اُسکے ساتھ جو چاہے کر اور یہ تجھ سے ہرگز نہ ہو سکیگا اور اگر اپنے پیدا کرنیوالے کی ملک ہے تو اُس کو تسلیم کر دو وہ جو چاہے کرے پھر فرمایا کہ چین اسی میں ہے کہ اللہ کے سپرد کر دو اور تدبیر چھوڑ دو اور عبودیت کے یہی معنی ہیں ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں ایک شب سو گیا اور میرا معمول قضا ہو گیا میں جاگا اور نادم ہوا پھر تین دن ایسا سویا کہ فرض بھی قضا ہو گیا جب میں بیدار ہوا ایک ہاتف کی آواز سنی کہ کہتا ہے ؎ ہر خطاء سے کرتے ہیں ہم در گذر + ہے مگر اعراض ہم سے سخت تر + رہ گئی طاعت جو تجھ سے بخشدی + رہ گیا جو اجر وہ ہے مدخر + پھر مجھ کو حکم ہوا اے ابراہیم

[1] پ ۲۴ قال اللہ تعالیٰ لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس الآیۃ ۱۳ ع ۱۳

[2] پ ۱۱ ع ۳

بندہ بنارہ پس میں بندہ بنا اور چین میں ہو گیا چھٹا امر یہ ہے کہ جان لے کہ تو اللہ کا مہمان ہے کیونکہ دنیا اللہ کا گھر ہے اور تو وہاں آگر اُسکا مہمان ہوا ہے اور مہمان کو سزاوار ہے کہ میزبان کے ہوتے کوئی غم نہ پائے شیخ ابومدینؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے کہ اور مشائخ کو ہم اسباب میں پھنسا ہوا دیکھتے ہیں اور آپ بالکل نہیں پھنستے فرمانے لگے اے بھائی انصاف تو کرو دنیا اللہ کا گھر ہے اور ہم اُس کے مہمان ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مہمانی تین روز تک ہے تو تین روز تک تو اللہ کے یہاں ہماری ضیافت ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک دن تیرے رب کے یہاں کا ایک ہزار سال کے برابر ہے جس کو شمار کیا کرتے ہو اُس حساب سے تین ہزار برس ہماری مہمانی کے ٹھیرے جس میں کچھ مدت تو دنیا میں مقیم ہیں اور باقی کو اپنے فضل سے آخرت میں پورا کریگا اور خلود دائم مزید برآں ہے ساتواں امر یہ ہے کہ بندہ ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی قیومیت کو دیکھے کیا یہ قول اُس کا تو نے نہیں سنا اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ یعنی اُسکے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا۔ پس حق سبحانہ وتعالیٰ قیوم ہے دنیا کا اور آخرت کا دنیا کا قیوم تو رزق اور عطا سے ہے اور آخرت کا اجر وجزا سے جب بندہ اپنے رب کی قیومیت اور اُسکی نگرانی کا یقین کر لیگا اپنا کلی اختیار اسکے حوالے کریگا اور اپنے کو اُسکا مطیع اور منتظر حکم کر کے اُسکے آگے ڈالدیگا آٹھواں امر یہ ہے کہ بندے کو عمر بھر احکام عبودیت میں مشتغل رہنے کا حکم ہے بدلیل قول اللہ تعالیٰ کے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ۵ یعنی اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہانتک کہ آن پہونچے تجھ کو موت جب اُس کی ہمت عایت عبودیت کیطرف متوجہ ہوگی یہ اُس کو تدبیر و فکر کرنیکی فرصت نہ لینے دیگی۔ شیخ ابوالحسنؒ کا قول ہے جاننا چاہیئے کہ تجھ پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا عبودیت میں ایک حق ہے کہ اللہ تعالیٰ بمقتضای ربوبیت اُس کو چاہتا ہے اور بندے سے اُسکا مطالبہ ہوگا اور اُس حق سے اور اُسکی سانسوں سے جو اُسکے پاس اللہ کی امانت ہیں سوال ہوگا پس اہل بصیرت کو اللہ کے حقوق سے فرصت کہاں ہے کہ اپنے نفس کیلئے تدبیر کر سکیں اور اُس کی مصلحتوں میں باعتبار اُسکے حظوظ اور حوائج کی فکر کر سکیں اور اللہ کی منت کاملہ تک کوئی نہیں پہنچتا بدون اسکے کہ اپنے نفس سے غائب ہو اُسکے مقدمے میں زہد اختیار کرے اُسکی ہمت اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں مصروف ہو اُسکی موافقت کے اسباب بکثرت ہوں اُس کی خدمت اور معاملے پر دوام کرے پس جس قدر تجھ کو اپنے نفس سے غیبت یعنی فنا و دوری ہوگی اسی قدر بقایا اللہ میسر ہوگا اسیواسطے شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں اے وہ شخص جو اپنی راہ نجات کیطرف دوڑتا ہے اُسکی درگاہ کا شائق ہے اگر چاہتا ہے کہ تیرا باطن اسرار ملکوت کیلئے

وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون

کشادہ ہو جاوے تو اپنے ظاہر کی طرف نظر کم کیا کر۔ نواں امر یہ ہے کہ تو ایک تربیت یافتہ غلام ہے اور غلام کو سزاوار ہے کہ آقا کے ہوتے ہوئے کچھ غم نہ پالے اور ساتھ ہی اسکے وہ آقا افضال کیساتھ متصف ہے اور اُسکو کبھی مہمل نہ چھوڑیگا کیونکہ مقام عبودیت کی جان تو یہ ہے کہ اللہ پر کامل بھروسہ ہو اور اپنے کو اُسکے حوالے کرے اور یہ دونوں امر تدبیر و اختیار کے منافی ہیں بلکہ غلام کا کام یہ ہے کہ خدمت میں لگا رہے آقا اپنی عنایت سے آپ ہی اُسکی خبر گیری کریگا اور غلام کے ذمے خدمت کا سر انجام دینا ہے اور آقا خود ہی اُس کی روزی کا انتظام فرماویگا اللہ تعالیٰ کے اس قول کو خوب سمجھے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ الآیۃ یعنی تم ہماری خدمت کرو ہم اپنی روزی تم کو پہچانیکا بندوبست کر دینگے دسواں امر یہ ہے کہ تجھکو انجام کار کی خبر نہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی بات میں نفع سمجھکر اُس کی تدبیر کی اُلٹا اُس میں نقصان ہو گیا اور بسا اوقات مصیبت کی راہ سے فوائد حاصل ہو گئے اور فوائد کی راہ سے مصیبتیں اور مضرت کی راہ سے مسرت اور مسرت کی راہ سے مضرت آگئی اور اکثر بار محنت میں منت اور منت میں محنت پوشیدہ ہوتی ہے بہت دفعہ دشمنوں کے ہاتھ سے منفعت اور دوستوں کے ہاتھ سے ایذا پہنچتی ہے جب ایسا قصہ ہے تو عاقل سے کیسے ممکن ہے کہ اللہ کے آگے تدبیر چلاوے حالانکہ اتنی خبر نہیں کہ مسرت کہاں ہے کہ اُسکو حاصل کرے اور مضرت کہاں ہے کہ اُس سے بچے اسی واسطے شیخ ابو الحسنؒ کی دعا ہے یا اللہ ہم جس جگہ جانتے ہیں اور اُس کا طریقہ بھی جانتے ہیں وہاں تو اپنے سے ضرر دفع کر ہی نہیں سکتے پس جس جگہ ہم جانتے نہیں نہ اُس کا طریقہ معلوم ہو وہاں تو کیسے عاجز نہ ہوں اور تم کو اللہ تعالیٰ کا یہ قول بس ہے عَسٰى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ الآیۃ اور بہت مرتبہ تو نے کسی بات کا ارادہ کیا ہو گا اور اللہ نے اُس کو ہٹا دیا اور اس وجہ سے اپنے دلمیں غم اور تنگی پائی ہو گی مگر جب اُس کا انجام معلوم ہوا ہو گا تب سمجھا ہو گا کہ خدائے تعالیٰ نے تیرے واسطے کیسی شفقت فرمائی کہ تجھ کو خبر بھی نہ ہوئی اور اس ارادہ کرنیوالے سے بدتر کون ہو گا جس کو فہم نہ ہو اور اس غلام سے بدتر کون ہو گا جس میں اطاعت نہ ہو جیسا کسی نے کہا ہے ؎ بہت کاموں کو میں چاہا نہیں ہونے دیا تو نے + ہمیشہ مجھ سے زیادہ مجھ پہ تیری مہربانی ہے + کیا ہے عزم اب میں نے نہ دیکھوں دل میں خطرہ بھی + مگر سمجھوں کہ یہ تیری جہت سے حکمرانی ہے + ارادہ یہ بھی ہے جاؤں نہ منہیات کے نزدیک + کہ میرے دل میں عزمت ہے تری اور کبر شانی ہے + کسی کی حکایت ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا تو کہتا تھا اسی میں کچھ خیر ہے ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بھیڑیا آکر اُسکے مرغ کو کھا گیا اُس کو اطلاع ہوئی کہنے لگا اسی میں کچھ خیر

ہو گی اُسی شب اُسکے کتے کے کہیں چوٹ لگی اور مر گیا اُس کو اطلاع ہوئی کہنے لگا اسی میں کچھ خیر ہو گی پھر اُسکے گدھے نے چلانا شروع کیا اور مر گیا کہنے لگا اسی میں کچھ خیر ہو گی اُس کے گھر والے اسباب سے تنگدل ہونے لگے اتفاق ایسا ہوا کہ اُسی شب میں کچھ بدو آئے اور محلے والوں کو لوٹا مارا اور بجز اس شخص کے اور اسکے گھر والوں کے کوئی نہیں بچا وہ بدو مرغ اور کتے اور گدھے کی آواز کے پتے پر آئے تھے اور اس کے یہ سب مر چکے تھے پس اِن چیزوں کا ہلاک ہونا اس کی نجات کا سبب ہو گیا پس پاک ہے وہ تدبیر کرنیوالا حکمت والا۔ اور جبتک انجام نہیں ظاہر ہوتا اُس وقت تک اللہ کی تدبیر کی خوبی بندے کو نظر نہیں آتی اور خاص لوگوں کے مقام سے اس کو کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ جن کو خدا کی طرف سے فہم عنایت ہوتی ہے وہ تو قبل انجام ظاہر ہونے کے اللہ کی تدبیر کی خوبی کو مشاہدہ کر لیتے ہیں اور ایسے لوگ اس باب میں کئی طرح کے ہیں بعض لوگوں کو اللہ کیساتھ حسن ظن ہوا اللہ تعالیٰ نے جو اُن کو اپنے احسان و لطف کا خوگر کر رکھا ہے اس سے وہ گردن جھکا دیتے ہیں بعضوں کو حسن ظن اس وجہ سے ہے کہ جانتے ہیں کہ اہتمام اور تدبیر اور منازعت نہ تو تقدیر کو ٹال سکتی ہو نہ غیر مقسوم چیز کو حاصل کرا سکتی ہے بعضوں کو اس وجہ سے حسن ظن ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے تعالیٰ سے حکایت فرمائی ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں جس طرح کا گمان میرے ساتھ رکھتا ہو اسلئے وہ شخص حسن ظن کو اور اُسکے اسباب کو اختیار کرتا ہے اس امید سے کہ اسکے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہو پھر اللہ بھی اُس کے گمان کے موافق اُس کیساتھ برتاؤ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کی راہیں مسلمانوں کے لئے نہایت آسان کر دیں کہ اُن کے گمانوں کے موافق معاملہ فرمایا خود ارشاد فرماتے ہیں یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور ان سب مراتب سے بڑھ کر یہ ہے کہ تسلیم و تفویض اس وجہ سے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا مستحق ہے نہ ایسی وجہ سے جس کا نفع لوٹ کر اپنی ہی طرف آوے کیونکہ مراتب مذکورۂ بالا میں بندہ ابھی بندِ علل میں گرفتار ہے کیونکہ جو شخص اپنے فوائد کیلئے اس کا مطیع بنا اُس کا مطیع بننا تو الطاف سابقہ کی وجہ سے ہوا اگر یہ الطاف نہ ہوتے تو یہ مطیع بھی نہ ہوتا دوسرے کا بھی یہی حال ہے کیونکہ یہ سمجھ کر کہ تدبیر سے کچھ فائدہ نہیں اگر تدبیر کو چھوڑ دیا یہ اللہ کے لئے تو نہوا کیونکہ اگر اس کو تدبیر کا نافع ہونا معلوم ہو جاتا تو شاید تدبیر کو نہ چھوڑتا اور جس نے حسن ظن اور اطاعت اس لئے اختیار کی کہ میرے گمان کے موافق مجھ سے معاملہ ہو تو در حقیقت وہ اپنے حظوظ نفس میں سعی کر رہا ہے اُس کو اندیشہ صرف یہ ہے کہ اگر میں ایسا نہ کرونگا تو افضال جاتے رہیں گے اور جو شخص اللہ کی اطاعت

اور حسن ظن اس وجہ سے کرے کہ وہ عظمت الوہیت اور صفت ربوبیت کیساتھ موصوف ہے پس یہ شخص ہے کہ حقیقت حال تک پہنچگیا اور اُس گروہ میں داخل ہونیکے لائق ہوگیا جن کے حق میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے بعضے بندے ایسے ہیں کہ اُن کی ایک تسبیح جبل اُحد کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں سے اس آیت میں ترک تدبیر کا عہد لیا ہے وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ الآیۃ کیونکہ اقرار ربوبیت گو یہ بات لازم ہے کہ اُسکے آگے تدبیر نہ کریں پس یہ عہد اس وقت ہوچکا ہے کہ جب نفس بھی نہ تھا جو محل اضطراب ہے اور اللہ کیسامنے تدبیر چلاتا ہے اور اگر بندہ اس پہلی حالت پر رہتا کہ پردہ اٹھا رہتا اور حضوری میسر رہتی تو خدا کے آگے تدبیر کرنا اُس سے ممکن نہ ہوتا چونکہ حجاب حائل کردیا ہے اس سے تدبیر و اضطراب واقع ہوا اسی واسطے جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں اور اسرار ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ اللہ کیسامنے تدبیر نہیں کرتے کیونکہ مواجہت تدبیر کو نہیں ہونے دیتی اور اُن کی پلکی پلکی تدبیریں توڑ دیتی ہے اور اللہ کے روبرو ایسا شخص کیونکر تدبیر کرسکتا ہے جو اُس کی درگاہ میں حاضر ہے اُس کی کبریا و عظمت کا مشاہدہ کررہا ہے **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ تدبیر و اختیار کا وبال عظیم ہے اور اُس کا خطرہ شدید ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے جو غور کیا تو آدم علیہ السلام میں یہی بات پائی کہ اپنے لئے تدبیر کرنا درخت کھانیکا باعث ہوا کیونکہ شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام سے وہ بات کہی تھی جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اس قول میں دی ہے قَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ یعنی شیطان نے کہا کہ تمہارے پروردگار نے اس درخت کے کھانیسے اور کسی سبب سے منع نہیں کیا صرف یہ وجہ ہے کہ کبھی تم دونوں فرشتے ہوجاؤ یا ہمیشہ یہاں ہی بس پڑو آدم علیہ السلام نے جو فکر کی تو معلوم ہوا کہ محبوب کے جوار میں رہنا تو اعلیٰ درجے کا مقصود ہے اور آدمی سے جو فرشتہ ہونیکا خیال ہوا پایا تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ فی الواقع صفت ملکیت افضل ہو یا آدم علیہ السلام کے گمان میں افضل معلوم ہوا ہو پس اپنے دل میں یہ تدبیر ٹھیرا کر درخت سے کھالیا پس عین تدبیر ہی سے اُن پر بلا آئی اور اللہ کو یہی منظور تھا تاکہ اُن کو زمین کی طرف اتاریں اور اسمیں خلیفہ بناویں پس ظاہر میں تو یہ تنزل تھا اور حقیقت میں ترقی تھی اسی واسطے ابوالحسن نے فرمایا قسم ہے خدا کی آدم علیہ السلام کو اُن کی شان گھٹانے کیلئے نہیں اتارا بلکہ اُن کی تکمیل کیلئے اتارا پس آدم علیہ السلام ہمیشہ ترقی میں رہے کبھی معراج قرب وخصوصیت میں کبھی معراج زاری وانکساری میں اور یہ معراج عند التحقیق اکمل ہے اور ہر ایماندار پر اس اعتقاد کا رکھنا واجب ہے کہ نبی اور رسول کی جب کوئی حالت بدلتی ہے تو اس کا مل

حالت حاصل ہوتی ہے اس مقام میں خدائے تعالیٰ کے اس قول کو سمجھو وَلَلْآخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ابن عطیہ
نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ پچھلی حالت تمہارے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے اور جب اس کو تم پہچان چکے تو اب یہ
سمجھو کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے صفات میں سے تدبیر و مشیت ہے اور اُس کی مشیت میں یہ بات ٹھہر چکی تھی کہ بنی
آدم سے زمین کو آباد فرماویگا اور اس میں اُس کی مشیت کے موافق اچھے بھی ہونگے اور اپنی جان پر صریح ظلم کرنے
والے بھی ہونگے اور یہ امر اُس کی تدبیر حکمت سے تھا کہ اس کا پورا ہونا اور عالم شہادت میں ظاہر ہونا ضرور ہی
پس حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا کہ آدم علیہ السّلام کا اِس درخت سے تناول کرنا اُن کے زمین پر جانیکا سبب
ہو اور ان کا زمین پر آنا مرتبہ خلافت کے ظہور کا باعث ہو جس سے آدم علیہ السّلام پر منّت رکھی ہے اسی واسطے
شیخ ابوالحسنؒ نے فرمایا وہ معصیت کیسی مبارک ہی جس نے خلافت کو ظاہر کیا اور پچھلے لوگوں کیلئے قیامت تک
قانون توبہ مقرر کر دیا اور اُن کا زمین پر آنا بحکم قضائے الٰہی تھا جو آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے مقدر ہو چکا
تھا اسی واسطے شیخ ابوالحسنؒ نے فرمایا خدا کی قسم آدم علیہ السّلام کو پیدا کرنیسے پہلے زمین پر اُتار چکے ہیں جیسے خود اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنی میں بیشک بناؤنگا زمین پر ایک خلیفہ پس یہ اللہ
کی تدبیر کی خوبی ہے آدم علیہ السلام کا درخت سے کھانا اور اُن کا زمین پر آنا اور منصب خلافت و امامت کے
ساتھ اُن کو مکرم بنایا جب گفتگو یہانتک پہنچی ہمکو چاہیے اُن فوائد و خصائص کو ڈھونڈیں جو اس واقعہ میں اللہ
تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو عنایت کیے تاکہ ہمکو یہ معلوم ہو جائے کہ خاص لوگوں کے حالات اللہ کیساتھ ایسے ہیں
جو اوروں کو میسر نہیں اور اُن کے باب میں اللہ کی ایسی تدبیر ہے جس سے اوروں کی طرف توجہ نہیں فرمائی
پس آدم علیہ السّلام کے کھانے اور زمین پر آنے میں چند فوائد ہیں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ جنت میں آدم و حوا
علیہما السّلام کو حق تعالیٰ کی معرفت صرف صفت رزق و عطا و احسان و انعام کیساتھ حاصل تھی اللہ کو اپنے
لطف خفی سے جو اُس کی تدبیر میں ہوتا ہے یہ منظور ہوا کہ یہ دونوں اُس درخت سے کھالیں تاکہ صفت حلم و
ستاری و مغفرت و توبہ و اجتبائیت کیساتھ بھی معرفت میسر ہو جاوے حلم تو اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں
کو اُس فعل کے کرتے ہی جلدی سزا نہیں دی اور حلیم اسی کو کہتے ہیں کہ جو جلدی کسی فعل پر سزا نہ دے بلکہ مہلت دے
اسکے بعد خواہ عفو و انعام ہو یا گرفت و انتقام ہو۔ دوسری بات کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے صفت ستاری کیساتھ
اپنی معرفت اُن کو دی یہ اس طور پر ہے کہ جب دونوں نے اُس درخت سے کھایا اور تمام لباس جنت کے
اُتر کر اُن کی شرمگاہیں کھل گئیں برگ جنت سے اُن کی پردہ پوشی فرمائی جیسا خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۔ یعنی دونوں اپنے بدن پر جنت کے پتوں کو ملا ملا کر رکھنے لگے یہ اُس کی ستاری ہوئی تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کو یہ بتلانا منظور ہوا کہ تم ہمارے برگزیدہ ہو اور اس برگزیدگی سے دو مقام پیدا ہوتے ہیں اُس کی طرف رجوع اور توبہ کرنا اور اُس کی طرف سے ہدایت ہونا پس اللہ کو منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اُن کی برگزیدگی اور اپنی عنایت سابقہ جتلادیں پس درخت سے کھانا مقدر کر دیا پھر اس کھانیکو نہ اعراض کا سبب بنایا نہ اپنی مدد اُن سے موقوف کی بلکہ اس میں اپنی مودت و عنایت کا اظہار فرمادیا جیسا بزرگوں کا قول ہے جسکے حال پر عنایت ہوتی ہے جنایت اُس کو ضرر نہیں پہنچاتی بعضی دوستی کو مخالفت قطع کر دیتی ہے مگر حقیقی دوستی وہی ہے جو دوست کی طرف کے دائم ہو خواہ موافقت کرو یا مخالفت اور یہ جو اللہ نے فرمایا ہے ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ یعنی پھر اُن کے رب نے اُن کو برگزیدہ کر لیا اس سے یہ مت سمجھ جانا کہ یہ اجتباء حادث ہے بلکہ وہ قبل وجود آدم ہے البتہ ظہور اثر اجتبائیت بیشک حادث ہے اسی کو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ یعنی اُن کو توبہ کی توفیق اور ہدایت دے کر اثر اجتبائیت و عنایت کو ظاہر فرمادیا پس اس آیت میں ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۔ تین باتیں بتلائیں ایک اجتبائیت دوسرے توبہ جو نتیجہ اجتبائیت کا ہے تیسرے ہدایت جو نتیجہ توبہ ہے اچھی طرح سمجھ لو پھر اُن کو زمین پر لاکر اپنی صفت حکمت کیساتھ اُن کو اپنی معرفت دی جیسا جنت میں صرف غلبۂ قدرت کیساتھ معرفت دی تھی اور یہ اس طرح ہے کہ دنیا وسائط اور اسباب کا مقام ہے جب آدم علیہ السلام زمین پر آئے جوتنا بونا اور جس قدر سامان زندگی کی حاجت ہوتی ہے سب اُن کو سکھلایا تاکہ اُس چیز کو محقق کر دے جو قبل اُن کے زمین پر اتارنیکے یہ کہکر اُن کو بتلادی تھی فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۔ یعنی کہیں شیطان تم کو جنت سے نہ نکالدے پھر مشقت میں پڑجاؤ گے پس مراد تشقی سے مشقت ہے نہ شقاوت دلیل اس کی یہ ہے کہ تشقی مفرد لائے جس میں صرف آدم علیہ السلام مخاطب ہیں تشقیا تثنیہ نہیں لائے کہ آدم و حوا دونوں مخاطب ہوتے کیونکہ تعب و کلفت تو سب کا سب مردوں کی جان پر ہوتا ہے نہ عورتوں پر جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ اور اگر شقاوت مراد ہوتی جو قطع تعلق یا وجود حجاب سے ہوتی ہے تو فتشقیا فرماتے پس مفرد لانا دلیل ہے اس پر کہ یہاں شقاوہ نہیں جو قطع وابعاد سے ہوتی ہے پھر اگر تثنیہ بھی ہوتا تب بھی نیک گمان پر اُس کو حمل کر کے یہی ظاہری تکلیفیں تاویل میں مراد لیتے **فائدہ جلیلہ** جاننا چاہئے کہ آدم علیہ السلام کا درخت سے کھانا عنادو

خلاف کی راہ سے نہ تھا پس یا تو آدم علیہ السلام بھول گئے کھانیکے وقت یاد نہیں رہا اور بعضوں کا یہی قول ہے اور اسی پر محمول ہے قول اللہ تعالیٰ کا فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ہ یا یوں کہو کہ کھانیکے وقت یاد تھا پھر کیوں کھایا پس یا تو یہ وجہ ہے کہ شیطان نے یوں بہکایا کہ تمکو جو خدائے تعالیٰ نے منع کیا ہے صرف اس وجہ سے ہے کہ کہ تم فرشتہ نہ بن جاؤ یا ہمیشہ یہاں ہی رہ پڑو چونکہ اُن کو اللہ کے ساتھ محبت اور فریفتگی تھی ایسی چیز کو پسند کیا جو اللہ کے جوار میں اُن کو ہمیشہ رکھے یا اُن کو فرشتہ بنا دیوے کیونکہ آدم علیہ السلام ملکیت کا قرب معائنہ فرما چکے تھے اس لئے درخت سے کھا لیا تاکہ رتبہ ملکیت کا حاصل کریں جو کہ واقع میں یا صرف اُن کے گمان میں افضل تھا چنانچہ علماء اور عرفا میں اختلاف ہے کہ ملکیت افضل ہے یا نبوت خصوصاً جبکہ اُس ملعون نے قسم کھا کر یہ بھی کہدیا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں آدم علیہ السلام کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی اللہ کی قسم جھوٹی کھائیگا پس وہ ہی ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان نے دونوں کو دھوکہ میں لٹکا لیا فائدہ جاننا چاہئے کہ آدم علیہ السلام جو کچھ کھاتے تھے اُس کی گندگی نہ ہوتی تھی بلکہ پسینہ آجاتا تھا جس میں مشک کی خوشبو ہوتی جیسے جنت والوں کو جنت میں ہوگا لیکن جب اُس درخت سے کھایا جس سے ممانعت تھی پیٹ میں درد اٹھا حکم ہوا اے آدمؑ یہاں کہاں موقع ہے آیا تخت پر یا چھپر کھٹ پر یا نہروں کے کناروں پر زمین پر جاؤ جہاں یہ ممکن ہے پس جب ذریعہ معصیت کے آثار آدم علیہ السلام تک پہنچے تو حقیقی معصیت کے آثار عاصی تک کیسے نہ پہنچیں گے خوب سمجھ لو تنبیہ و اعتبار جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے منع فرمایا ہے وہ مشابہ اُس درخت کے ہے اور جنت اللہ کی حضوری ہے اور آدمؑ تیرا قلب ہے اور حوا تیرا نفس ان دونوں کو خطاب ہوتا ہے کہ اس درخت کے پاس مت جانا کبھی ظالموں سے ہو جاؤ لیکن اتنا فرق ہے کہ آدم علیہ السلام کو عنایت گھیرے ہوئے تھی جب انھوں نے درخت سے کھایا خلافت کیلئے زمین پر بھیجدیئے گئے اور تو اگر درخت ہی سے کھائیگا زمین عداوت پر پھینکدیا جاویگا اور تیرا دل کہ مشابہ آدمؑ ہے مشقت میں پڑ جاویگا اور اس عداوت کی کلفت قلب کو ہوتی ہے نہ نفس کو کیونکہ ایسے وقت میں اُسکے مزاج کے مناسب چیزیں ہوتی ہیں یعنی تلذذات اور شہوات اور غفلت میں غرق ہونا ترتیب و بیان جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اول آدم علیہ السلام کو اپنی معرفت عنایت فرمائی صفت ایجاد کیساتھ تو پکارا انھوں نے یا قدیم پھر صفت ارادے کیساتھ تو پکارا یا مریدُ پھر صفت حکومت کیساتھ جو اکل شجر سے منع کرنے میں تھی تو پکارا یا حاکم پھر کھانا انپر مقدر کیا تو پکارا یا قاھر پھر کھانیکے بعد جلدی سے سزا نہیں دی تو پکارا یا حلیم

پھر اس مقدمہ میں اُن کو رسوا نہیں کیا پکارا یا سَتّارُ پھر اُن کی توبہ قبول فرمائی تو پکارا یا توّابُ پھر اُس کا
مشاہدہ کرایا کہ درخت سے کھانے سے دوستی قطع نہیں کی تو پکارا یا وَدُوْدُ پھر اُن کو زمین پر بھیجا اور سامان
زندگی کا اُن کیلئے آسان کر دیا تو پکارا یا لَطِیْفُ پھر اپنے احکام میں اُن کو قوت بخشی تو پکارا یا مُعِیْنُ پھر
کھانے اور منع کرنے اور زمین پر آنیکے اسرار اُن کو مشاہدہ کرائے تو پکارا یا حَکِیْمُ پھر اُن کو دشمن اور مکار
پر غالب کیا تو پکارا یا نَصِیْرُ پھر بار عبودیت برداشت کرنے میں اُن کی مدد فرمائی تو پکارا یا ظَہِیْرُ پس
زمین پر اُن کو صرف اسی واسطے بھیجا کہ احکام تصریف کی تکمیل فرماوے اور احکام تکلیف میں اُن کو قائم
کرے تو آدم علیہ السلام میں دونوں عبودیتیں کامل ہو گئیں عبودیت تصریف بھی اور عبودیت تکلیف بھی
پس اللہ تعالیٰ کی اُن پر بڑی منت ہے اور اس کا بڑا احسان ہے اچھی طرح سمجھ لو **رجوع بمطلب**
جاننا چاہئے کہ سب سے بڑا مقام جس میں بندے کو قائم ہونا چاہئے مقام عبودیت ہے اور تمام مقامات اس
مقام کے بنسبت مثل خادم کے ہیں اور دلیل اس دعوی کی کہ عبودیت سب سے بڑا مقام ہے اللہ تعالیٰ کے یہ
اقوال ہیں سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ۔ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ۔ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا
وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ ۔ **ف** ان سب آیات میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبد فرمایا ہے اور
حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بادشاہ اور نبی بندہ ہونے میں اختیار دیا گیا آپ نے عبودیت کو اختیار
کیا پس یہ بڑی دلیل ہے اس کی کہ یہ سب مقامات سے افضل اور تمام طریق قرب سے اعظم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تو بندہ ہوں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور فرمایا کہ میں
تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور میں کچھ بڑائی نہیں کرتا میں نے اپنے شیخ ابو العباسؒ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے
لَا فَخْرَ کے معنی یہ ہیں کہ میں سرداری پر فخر نہیں کرتا میرا فخر تو عبودیت سے ہے اور اسی کیلئے ایجاد واقع ہوا ہے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔ اور عبادت صورت عبودیت ہے اور عبودیت
روح عبادت جب اسکو تم نے سمجھ لیا تو اب سمجھو کہ عبودیت کی روح ترک اختیار اور تقدیر سے منازعت نکرنا ہے
پس اس سے ظاہر ہوا کہ عبودیت کی حقیقت یہ ہے کہ ربوبیت کے آگے تدبیر و اختیار ترک کر دے ہر گاہ اتمام مقام
عبودیت کا جو اشرف المقامات ہے ترک تدبیر پر موقوف ہے تو بندے کو سزاوار ہے کہ اُس کو ترک کر دے
اور تسلیم و تفویض کی راہ چلے تاکہ مقام اکمل اور مسلک افضل تک پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے ابو بکرؓ کو قرآن پڑھتے سنا کہ آہستہ آہستہ پڑھتے ہیں اور عمرؓ کو سنا کہ پکار پکار کر پڑھ رہے ہیں آپ نے حضرت

ابو بکرؓ سے پوچھا کہ تم آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے عرض کیا کہ جس سے باتیں کرتا تھا وہ تو سنتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم پکار کر کیوں پڑھتے تھے عرض کیا میں سوتوں کو جگاتا تھا اور شیطان کو بھگاتا تھا آپنے ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ ذرا اپنی آواز اونچی کردو اور عمرؓ کو حکم دیا کہ ذرا آواز کو پست کردو ہمارے شیخ ابو العباسؒ فرماتے تھے اس مقام پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منظور یہ تھا کہ دونوں صاحبوں کے انکا ارادہ چھڑا کر اپنے ارادے کی طرف لاویں **تنبیہ** خدا تیرا بھلا کرے اس حدیث میں غور کر تجھکو معلوم ہو جائیگا کہ اپنے ارادے سے باہر آنا تیری عبادت ہے کیونکہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ پوچھی تو ہر ایک نے ایک وجہ وجیہ و قصد صحیح عرض کیا اسکے بعد بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو اُن کے ارادہ واختیار سے علیحدہ کر کے اپنے اختیار کی طرف لائے **فائدہ** جاننا چاہیے کہ بنی اسرائیل جب وادی تیہ میں داخل ہوئے اور منّ و سلوی ملنے لگا اور اللہ تعالی نے اُن کی روزی کیلئے یہی پسند فرمایا تھا کہ بلا محنت و مشقت محض منت واحسان سے عنایت ہوتا تھا چونکہ وہ اُس کے خوگر نہ تھے اور اللہ کی تدبیر کا مشاہدہ نصیب نہیں ہوا تھا اُن کی کیفیت طبائع اسی پرانی عادت کی طرف راغب ہوئی اور کہنے لگے اپنے رب سے دعا کرو کہ زمین کے ان نباتات میں سے ہمارے لئے پیدا کرے ساگ سے لکڑی سے لہسن سے مسور سے پیاز سے موسی علیہ السلام نے فرمایا کیا ادنی چیز کو اچھی چیز کے بدلے چاہتے ہو شہر میں اترو وہاں تمہاری منہ مانگی چیز ملے گی اور اُن پر ذلت وخواری جم گئی اور اللہ کے غضب میں پھر آئے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے اللہ کی پسندیدہ چیز کو جو اُن کی حالت کے مناسب تھی اپنی پسند کی ہوئی چیز کیسامنے چھوڑ دیا تو اُن کو بطریق توبیخ کہا گیا اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ۔ اس کی ظاہری تفسیر تو یہی ہے کہ کیا لہسن پیاز مسور کو منّ و سلوی کے عوض میں چاہتے ہو حالانکہ یہ دونوں تو عین لذت اور بے مشقتی میں برابر نہیں **ف** یعنی منّ و سلوی لذیذ ہے اور بے محنت ملتا ہے بخلاف تمہاری خواستہ چیزوں کے کہ نہ ان میں وہ لذت ہے اور مصیبت مشقت الگ رہی **ت** اور معنی اسراری یہ ہیں کہ کیا ادنے چیز کو کہ وہ تمہارا ارادہ ہے اعلی سے کہ وہ ہمارا ارادہ ہی بدلنا چاہتے ہو اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ الآیۃ اسکے معنی اسراری یہ ہیں کہ آسمان تفویض اور تدبیر واختیار ما بدولت سے اپنی تدبیر و اختیار کی زمین پر اترو اور ذلت وخواری کیساتھ موصوف ہو کیونکہ اللہ کی تدبیر واختیار کے روبرو اپنی تدبیر و اختیار چلاتے ہو اور اگر یہ امت تیہ میں ہوتی تو ایسی بات کبھی نہ کہتی جو بنی اسرائیل نے کہی کیونکہ ان کے انوار شفاف ہیں اور اسرار دور تک پہنچے ہیں کیا تم نے خیال

قصۂ وادیٔ تیہ

نہیں کیا کہ بنی اسرائیل نے ابتداء میں موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ
اور اسی سے تیہ میں مبتلا ہوئے اور آخر میں یہ کہا اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ الخ اول میں اللہ کی فرمانبرداری سے انکار کیا
اور آخر میں اختیار خداوندی کے غیر کو اپنے لئے اختیار کیا اور اُن سے بار بار بہت سی ایسی باتیں ہوئیں جن سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت اور طریقت سے بالکل بے بہرہ تھے کہیں کہتے ہیں اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً یعنی ہمکو اللہ کو کھلم
کھلا دکھادو کہیں موسیٰ علیہ السلام سے فرمائش ہے اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی ہمارے لئے بھی ایک معبود
بنادو جیسا ان لوگوں کے پاس معبود ہیں۔ یہ اُس وقت کہا تھا کہ دریا شگافتہ ہوا اور یہ پار اتر گئے وہاں
ایک قوم پر گذرا ہوا جو اپنے بتوں کے روبرو بیٹھک جمائے ہوئے بیٹھی تھی حالانکہ ہنوز دریا کی نمی پیروں سے خشک
نہیں ہوئی واقع میں وہ ایسے ہی تھے جیسا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کرتے ہو
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کی دوسری حالت بیان کی وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْا اَنَّهٗ وَاقِعٌ
بِهِمْ خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ یعنی ہم نے پہاڑ اٹھا کر اُن پر کھڑا کر دیا جیسا سائبان ہوتا ہے اور اُن کو یقین
ہوا کہ اب گرا حکم ہوا اختیار کرو جو احکام تم کو ہم نے دیئے ہیں ہمت کیساتھ اور اس امت نے اپنے قلوب پر کوہ
ہیبت وعظمت کو اٹھا لیا پس قوت ایمان سے کتاب اللہ کو اختیار کر لیا پس اُس پر ثابت رہے اور اس امر میں
تائید کئے گئے اور گوسالہ پرستی وغیرہ سے محفوظ رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پسند کیا اور احکام کو اسکے
لئے پسند فرمایا اور اپنے ان اقوال میں اسکی تعریف فرمائی كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تم بہت اچھے
گروہ ہو جو لوگوں کے فائدہ ہدایت کیلئے پیدا کئے گئے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا یعنی ہم نے بنایا تم کو
گروہ وسط یعنی عادل نیک پس اس سے تجھکو ظاہر ہوگیا کہ تدبیر و اختیار بڑا سخت گناہ اور وبال ہے جب
تجھکو یہ منظور ہو کہ اللہ کی طرف سے تیرے لئے اچھی بات تجویز کیجاوے تو اپنی تجویز کو ساقط کردے اور اگر یہ
منظور ہو کہ تیرے لئے عمدہ تدبیر کیجاوے تو اپنی تدبیر کا اُسکے آگے دعویٰ مت کر اور اگر تجھکو مراد تک پہنچنا
منظور ہے تو اُس کی یہی صورت ہے کہ اُس کے آگے کچھ مراد نہ رہے اسی لئے جب بایزیدؒ سے پوچھا گیا کیا
چاہتے ہو کہا یہی چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں پس ان کی آرزو اور خواہش اللہ سے یہی ہوئی کہ انکا ارادہ
جاتا رہے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ بڑی کرامت ہے اور بڑی قربت ہے کبھی خاص لوگوں سے ظاہر میں کرامتیں
ہوتی ہیں مگر کچھ بقیہ تدبیر کا اس میں مخفی ہوتا ہے حقیقی اور کامل کرامت یہی کہ تدبیر کو ترک کردے اور اُس کے
حکم کے آگے تفویض اختیار کرے اسی واسطے شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ دو ہی تو جامع کرامتیں ہیں کہ ایک

کرامت ایمان جس سے یقین بڑھے اور عیاں مشہود ہو دوسری کرامت عمل کہ جسمیں اقتدا و متابعت ہو اور دعویٰ اور دھوکے سے اجتناب ہو جس کو یہ دونوں کرامتیں نصیب ہو گئیں پھر وہ کسی اور کرامت کا طالب ہوا پس وہ شخص یا تو فریب خوردہ جھوٹا ہے یا علم و عمل میں غلط کار ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کو بادشاہ کی حضوری کا اعزاز خوشنودی کیساتھ دیا گیا پھر وہ گھوڑوں کی سائیسی کا مشتاق ہو اور بادشاہ کی خوشنودی کا لباس اتار دیا اور کرامت کیساتھ اللہ کا راضی ہونا اور اللہ سے راضی ہونا مقرون نہ ہو وہ کرامت والا یا تو استدراج اور دھوکے میں ہے یا ناقص ہے یا ہلاکت میں ہے اب یہ معلوم کرو کہ کرامت کا کرامت ہونا اللہ کی رضا سے مقرون ہونے پر موقوف ہے اور لوازم رضا سے یہ ہے کہ تدبیر ترک کر دے اور اسکے روبرو اختیار معدوم کر دے جاننا چاہئے کہ بعضوں نے بایزیدؒ پر اعتراض کیا ہے کہ جب انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ کچھ ارادہ نہ کریں تو یہ بھی ایک ارادہ ہے اور یہ اعتراض کسی بے علم کا ہے کیونکہ مراد بایزیدؒ کی یہ ہے کہ میں ارادہ نکروں کیونکہ اللہ کو اُن کے اور تمام بندوں کیلئے یہ بات پسند ہے کہ ارادہ نہ کریں پس یہ اس ارادے میں اللہ کے ارادے کیموافق ہیں ف حاصل یہ ہے کہ مراد بایزیدؒ کی مطلق ارادے کی نفی نہیں بلکہ جو ارادہ اللہ کی مرضی کے خلاف ہوت اسی واسطے شیخ ابوالحسنؒ نے فرمایا ہے کہ جتنی چیزیں شرع کی پسندیدہ اور ترتیب دادہ ہیں تیرا اُس میں کچھ اختیار نہیں بس سُنا کر اور مانا کر یہ مقام فقہ ربانی اور علم لدنی کا ہے اور یہ علم حقیقت کے نزول کی زمین ہے جو اللہ سے حاصل کیا جاتا ہے اُس شخص کیلئے جو قرار پکڑے ف ختم ہوا کلام شیخؒ کا ت پس شیخؒ نے اس کلام میں یہ بات بتلادی کہ جتنی چیزیں شرع کی پسندیدہ ہیں اُنکا اختیار کرنا مقام عبودیت کے خلاف نہیں جسکی بنا ترک اختیار پر ہے تاکہ کوئی عقل نا حقیقت شناس اس سے دھوکا نہ کھائے اور یہ نہ سمجھنے لگے کہ وظائف اور اوراد اور سنن مؤکدہ کے ارادہ کرنے سے مقام عبودیت سے نکل جاویگا کیونکہ اختیار تو کرلیا اسی لئے شیخؒ نے بیان فرمادیا کہ جتنی چیزیں شرع کی پسندیدہ اور ترتیب دادہ ہیں اُن میں کچھ اختیار نہیں ف کہ اُس کو چھوڑ کر بیٹھ رہے وہ تو کرنا ہی پڑیگا ت تجھ کو یہ حکم ہے کہ اپنی تدبیر و اختیار سے نکل نہ کہ اللہ اور رسولؐ کی تدبیر سے بھی اُس کو اچھی طرح سمجھ لو پس تم کو معلوم ہو گیا کہ بایزیدؒ نے جو ارادہ نہ کرنیکا ارادہ کیا وہ صرف اسیوجہ سے کہ اللہ کی یہی مرضی ہے کہ ارادہ نہ کریں اس ارادے کے سبب وہ عبودیت سے خارج نہیں ہو سکتے جو اُنسے مطلوب ہے پس معلوم ہو گیا کہ طریق موصل الی اللہ محو کرنا ہے ارادیکا اور چھوڑنا ہے خواہش کا یہانتک کہ شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ ولی کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتا جبتک کہ اُس کی ایک تدبیر و اختیار بھی باقی ہے اور میں نے اپنے

شیخ ابو العباس سے سنا ہے فرماتے تھے کہ بندہ خدا تک نہیں پہنچتا یہانتک کہ پہنچنے کی خواہش بھی اُس کی منقطع ہو جاوے مراد انقطاع سے واللہ اعلم انقطاع ادب معلوم ہوتا ہے نہ انقطاع ملال ف انقطاع آرزو کبھی غایت ادب سے ہوتا ہے کہ مانگنے کو خلاف ادب جانتا ہے اگرچہ مطلوب کا شوق سینے میں مشتعل ہے اور کبھی ملال سے ہوتا ہے کہ مطلوب سے جی اُکتا گیا اسلئے نہیں چاہتا تو اولیاء اللہ کو جو وصول الی اللہ کی آرزو منقطع ہوتی ہے وہ انقطاع ادب سے ہے نہ انقطاع ملال ت یا یہ انقطاع اس وجہ سے ہے کہ قرب کے وقت مشاہدہ کرتا ہے کہ میں تو اس قابل نہ تھا اور اپنے کو اس مقام کی اہلیت سے حقیر دیکھتا ہے اس وجہ سے خواہش وصول منقطع ہو جاتی ہے یہ نہیں کہ اُس سے جی اکتا گیا یا بھر گیا یا ہٹ گیا پس اگر چاہتے ہو تو اشراق و تنویر کو اختیار کرو و ترک تدبیر کو اور اللہ کی طرف بزرگوں کی راہ سے چلو جو اُن کو ملا ہے تمکو بھی ملے گا ۔ ۵

چلو تم راہ پر اُنکی طریقہ دل سے لو اُن کا　　پہنچ جاؤ گے منزل پر یہی وادی کی جانب ہے

اور ہمارے اس مضمون میں ابتدائے عمر کے چند اشعار ہیں جو کسی دوست کی خاطر سے لکھے تھے ۔

اے یار قافلہ تو یہ جلدی نکل گیا　　ہم یوں ہی بیٹھے رہ گئے اب تم کرو گے کیا
کیا اس پہ تم ہو راضی کہ پیچھے پڑے رہو　　جھگڑے ہوس تو آہی گرائے تمہیں ہوا
عالم کی کہہ رہی ہے زبان یہ پکار کر　　جتنے ہیں کائنات یہ ہو جائیں گے فنا
رستہ نجات کا نظر اُس کو ہی آئے گا　　بچکر طمع سے پھینکدے سب حق کے ماسوا
جو حق کو دید خلق سے پہلے ہی دیکھ لے　　صانع کے آگے دے گا وہ مصنوع کو اُڑا
جو راہ چلتے ہیں نظر آتے ہیں اُن کو نور　　جن کا ہے رُخ اُدھر ہیں سب اسرار اُنپہ وا
اُٹھ دیکھ خلق کو کہ محیط اُس کو ہیگا نور　　اور صبح قرب ہے کہ طلوع اُس نے ہے کیا
ہو کر غلام اُس کا تو ہو جا مطیع حکم　　تدبیر چھوڑ دے کہ نہیں اس میں فائدہ
تدبیر کیا کرے گا کہ حاکم تو اور ہے　　جھگڑا اگر کرے گا حکم خدا میں کہیں بچا
اپنے ارادے اور مشیت کو محو کر　　مقصود خوب سُن لے کہ ہیگا یہی بڑا
اگلے یوں ہی چلے تھے کہ مقصد کو پا گئے　　پہنچو جو اُن کا ہو تو وہ جائے یوں ہی چلا
روئے وہ اپنی جان کو کرتا ہو جو طلب　　محبوب کی نہ دیکھی مگر ایک بھی ادا
رونا جسے ہو روئے وہ بیٹھ اپنی جان کو　　کیا عمر یوں ہی لہو میں ہو جائے گی فنا

جان تو اللہ تعالیٰ تجھکو توفیق دے کہ اللہ کے ایسے ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تادیب و تعلیم کی وجہ سے وہ لوگ اپنی تدبیر سے خارج ہو گئے پس انوار نے اُن کی پختہ تدبیروں کو توڑ ڈالا اور معارف و اسرار نے اُن کے کوہ اختیار کو چور چور کر ڈالا پس مقام رضا میں اُن کی منزل ہو گئی اس مقام کی لذت اُن کو ملی پس اللہ سے فریاد کرنے لگے اس خوف سے کہ کہیں حلاوت رضا میں مشغول ہو کر اُس کی طرف مائل نہ ہو جاویں **ف** یعنی تسلیم و تفویض کا ایسا غلبہ ہوا کہ رضا کا قصد کرتے بھی ڈرتے ہیں **ت** شیخ ابو الحسنؒ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے عمر میں تدبیریں کیا کرتا تھا کہ کیا طاعتیں کروں اور اُس کے کیا اسباب مہیا کروں کبھی کہتا تھا کہ میدانوں اور جنگلوں میں جا پڑوں کبھی کہتا تھا شہروں اور آبادیوں میں رہوں کہ وہاں علماء اور نیکوں کی صحبت میسر ہو مجھ سے کسی نے ایک ولی کی تعریف کی جو ملک مغرب میں کسی پہاڑ پر رہتے تھے میں اُس پہاڑ پر چڑھا اور اُن کے پاس شب کو پہنچا اور اُس وقت اُن کی خدمت میں جانا نامناسب سمجھا میں نے اُن کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔ یا الٰہی بہت لوگ تجھ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ مخلوق کو اُن کا مسخر کر دے اور تو اُن کو عنایت کر دیتا ہے اور وہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے ہیں یا الٰہی میری تو یہ دعا ہے کہ تمام خلقت مجھ سے ٹیڑھی ہو جاوے تاکہ تیرے سوا میری کوئی پناہ نہ رہے میں نے سوچا لے دل غور تو کر یہ شیخ کس دریا سے چلو لے رہے ہیں شب کو ٹھیرا رہا جب صبح ہوئی اُن کے روبرو گیا اور سلام کیا پھر پوچھا کہ جناب کیا حال ہے کہنے لگے جیسے تجھکو حرارت تدبیر و اختیار کی شکایت ہے مجھ کو برودت تسلیم و رضا کی شکایت ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت حرارت تدبیر و اختیار سے جو مجھ کو شکایت ہے اُسکا مزہ تو چکھ چکا ہوں اور اس وقت بھی چکھ رہا ہوں لیکن آپ کی جو شکایت برودتِ رضا و تسلیم سے ہے اسکے معنی میری سمجھ میں نہیں آئے کہنے لگے اسکے معنی یہ ہیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ ان دونوں کی حلاوت اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کر دے پھر میں نے کہا کہ حضرت شب گذشتہ میں نے آپ کو یہ دعا کرتے سنا کہ یا الٰہی بہت لوگ تجھ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ مخلوق کو اُن کا مسخر کر دے اور تو اُن کو عنایت کر دیتا ہے اور وہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے ہیں یا الٰہی میری تو یہ دعا ہے کہ تمام خلقت مجھ سے ٹیڑھی ہو جائے تاکہ تیرے سوا میری کوئی پناہ نہ رہے۔ پس تبسم فرمایا اور کہا کہ اے میرے بچے بجائے سَخِّرْ لِیْ خَلْقَکَ کے یوں کہا کر یَا رَبِّ کُنْ لِیْ یعنی اے پروردگار تو میرا ہو جا غور کر اگر ساری مخلوق تیری ہو گئی کیا تجھ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ یہ کیسی کم ہمتی ہے **فائدہ** جاننا چاہیے کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان اسی واسطے ہلاک ہوا کہ اپنی تدبیر کی طرف رجوع ہوا اور جو تدبیر اللہ تعالےٰ

[illegible]

نے حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے کشتی والے ساتھیوں کیلئے فرمائی تھی اُس پر راضی نہ ہوا نوح علیہ السلام نے اُس سے فرمایا اے بچہ ہمارے ساتھ تو بھی چڑھ جا اور کافروں کیساتھ مت ہو کہنے لگا میں کسی پہاڑ پر جا بیٹھوں گا جو مجھ کو پانی سے بچالیگا انھوں نے فرمایا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچنے والا نہیں ہاں مگر جس پر اُسی کی مہر ہو۔ پس باعتبار معنی کے اُس کے کوہ عقل کی پناہ لی اور ظاہر میں جس پہاڑ کی پناہ لی تھی وہ اِس جبل معنوی کی صورت تھی پس وہی حال ہوا جس کی خبر اللہ نے دی ؎ حال بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ یعنی دونوں کے بیچ میں ایک موج کی آڑ ہو گئی اور ڈوب گیا ظاہراً تو طوفان میں اور باطناً حرمان میں اے بندے ذرا عبرت حاصل کر جس وقت تقدیر کی موجیں تجھ پر تلاطم کریں اس وقت اپنی عقل باطل کے پہاڑ کی طرف مت رجوع کرنا کہ دریائے فراق میں نہ ڈوب جاوے بلکہ کشتی توکل میں بیٹھ جانا جس نے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی وہ سیدھی راہ پر پہنچا۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے وہ اُس کو کافی ہے جب تو ایسا کرے گا کشتی نجات تجھ کو لیکر جودی امن پر قرار پڑے گی پھر تو اُس پر جا اتریگا سلامتی قرب اور برکات وصل کیساتھ جو نازل ہونگی تجھ پر اور اُنپر جو تیرے ساتھ جماعتیں ہیں اور وہ تیرے وجود کے عالم میں خوب سمجھو غافل مت ہو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور جاہل مت ہو پس تجھ کو معلوم ہو گیا کہ تدبیر و اختیار کا ترک کرنا بڑی ضروری چیز ہے جس کو اہل یقین لازم سمجھتے ہیں اور عبادت والے اس کو طلب کرتے ہیں اور بڑی شریف چیز ہے جس کے ساتھ اہل معرفت آراستہ ہوتے ہیں۔ میں نے خانہ کعبہ کے روبرو ایک عارف سے پوچھا کہ آپ کی واپسی کس طرف کو ہو گی کہنے لگے اللہ تعالیٰ کیساتھ میری ایک عادت ہے کہ میرا ارادہ میرے قدم سے تجاوز نہیں کرنے پاتا ف مطلب یہ کہ ارادہ بالکل مقدم نہیں ہوتا ت بعض بزرگوں کا قول ہے اگر جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں اور میں اکیلا رہجاؤں مجھ کو دونوں گھروں میں کچھ بھی تمیز نہ ہو کہ میرا ٹھکانا کہاں ہوگا پس یہ حال ہوتا ہے اُس شخص کا جس کے اختیارات اور ارادے محو ہو گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مراد کے آگے اُس کی کچھ مراد نہ رہی ہو جیسے بزرگان پیشین سے کسی کا قول ہے کہ میری خواہش تقدیر الٰہی کے مقام میں ہے ابو حفص حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ چالیس سال سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جس حال میں رکھا میں نے اسکو ناپسند نہیں کیا اور جس حالت کی طرف منتقل کیا اُس سے ناخوش نہیں ہوا۔ اور ایک بزرگ نے مجھ سے فرمایا کہ چالیس سال سے یہ خواہش کر رہا ہوں کہ مجھے کچھ خواہش نہ رہے تا کہ خواہش کی چیز ترک کر دوں مگر کوئی چیز خواہش کی نہیں ملتی ف جس کے

ترک کیلئے نفی خواہش کی خواہش کروں ت پس یہ وہ قلوب ہیں جنکی رعایت وحمایت خود حق تعالیٰ فرماتا ہو تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ زور نہیں چلیگا وجہ اُس کی یہ ہے کہ مقام عبودیت کیساتھ انکا محقق ہونا ربوبیت کے آگے اُن کا اختیار نہیں ہونے دیتا اور نہ گناہ کرنے دیتا نہ کسی عیب میں آلودہ ہونے دیتا ہے اور فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے بیشک بات یہ ہے کہ شیطان کا زور اُن پر نہیں چلتا جو اللہ پر یقین لائے اور اُس پر بھروسہ کرتے ہیں پس جن قلوب میں شیطان کا قابو نہ چلے اُس میں وسوسۂ تدبیر اور اُس سے قلب کا مکدر ہونا کدھرے آویگا۔ اور اُس آیت میں اس کا بھی بیان ہے کہ جو شخص ایمان اور توکل کو ٹھیک کرے اُس پر شیطان کا بس نہیں چلتا کیونکہ شیطان دو طرح سے آتا ہے یا تو عقائد میں شک ڈالدیتا ہے یا مخلوق کیطرف مائل کر کے اُس پر اعتماد کراتا ہے شک کی نفی تو ایمان سے ہو گئی اور اعتماد علی الخلق کی نفی توکل سے ہو جائیگی تنبیہ جاننا چاہیے کہ مومن کو کبھی تدبیر کے خطرات آتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اسکو اُس میں نہیں رہنے دیتا اور اس حالت میں نہیں رہنے دیتا اور اس حالتمیں نہیں چھوڑتا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمانا نہیں سنا کہ اللہ دوست ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے اُن کو تاریکیوں سے طرف نور کے پس حق سبحانہٗ وتعالیٰ اہل ایمان کو ظلمات تدبیر سے انوار تفویض کی طرف لاتا ہے اور استقلال حق کو اضطراب باطل پر غالب کرتا ہے پس وہ اُس باطل کے ارکان کو ہلا دیتا ہے اور اُس کی عمارت کو گرا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پس وہ اُس کا مغز توڑ دیتا ہے اور وہ باطل جاتا رہتا ہے اور مومن پر اگرچہ اضطراب و تدبیر کے خطرات آتے ہیں مگر وہ گذرتے چلے جاتے ہیں اُن کو ثبات نہیں ہوتا اور مضمحل ہو جاتے ہیں اُنکا وجود نہیں رہتا کیونکہ نور ایمان اُن کے دلوں میں ٹھہر گیا ہے اور اُس کے انوار نے اُن کے سرکش نفوس کو دبا دیا ہے اور اُس کی چمک نے اُن کے قلوب کو بھر دیا ہے اور اُس کی روشنی نے اُن کے سینے کھولدیئے ہیں۔ پس ایمان جو اُن کے دلوں میں جا ٹھیرا ہے وہ اور کو نہیں بسنے دیتا بلکہ کبھی کچھ اونگھ سی ہو جاتی ہے۔ جس میں تدبیر کی خیالی صورت کا آنا ممکن ہے پھر اُن کے دل جاگ اُٹھتے ہیں وہ خیالی صورت جو ایک خواب سی تھی جاتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَیْفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ف مصنف کی قرارت طیف ہے بروزن ضیف ہے فائدہ دہم سے معلوم ہوتا ہے ت یعنی جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب کوئی شیطانی خیال اُن کو آ چھوتا ہے وہ فوراً چونک اُٹھتے ہیں پس اُسیوقت سوجھ والے ہو جاتے ہیں اور اس آیت میں چند فوائد ہیں پہلا فائدہ اِذَا مَسَّهُمْ الخ سے معلوم ہوا کہ اصل حالت

تو اُن کی یہی ہے کہ ایسے وساوس سے محفوظ رہتے ہیں اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو اتفاقاً ہوتا ہے اس میں اُن کی
ودیعت ایمان بتلانا منظور ہے جو اُنکے قلب میں رکھی گئی ہے ف وجہ معلوم ہونیکی یہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ وساوس
میں گرفتار رہتے تو یوں نہ فرماتے کہ جب اُن کو خیال چھوتا ہے اس فرمانے سے معلوم ہوا کہ پہلے نہ تھا پھر آ چھوا۔
فائدہ دوم ت دوسرا فائدہ اِذَا مَسَّهُمْ فرمایا جس کے معنی ہیں چھونا اَمْسَكَهُمْ یا اَخَذَهُمْ نہیں فرمایا جسکے معنی
ہیں پکڑنا کیونکہ مس کہتے ہیں چھو لینے کو جس کو ثبات و امتداد نہ ہو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خیال شیطانی اُن کے
دل میں جمنے نہیں پاتا بلکہ یوں ہی ذرا چھو جاتا ہے کافروں کی طرح اُن کو پکڑ نہیں سکتا وجہ یہ کہ شیطان کفار پر
تو غالب ہے اور اہل ایمان کے قلوب سے کچھ لے بھاگتا ہے جس وقت عقل جو قلب کی پہرہ دار ہے ذرا سو جاتی ہے
جب بیدار ہوتے ہیں تو قلوب سے استغفار و ذلت و احتیاج الی اللہ کے لشکر اٹھتے ہیں اور شیطان جو لے بھاگا
فائدہ سوم تھا سب اُس سے واپس کرتے ہیں اور اُس نے جو چھپٹا تھا اُس سے چھین لیتے ہیں تیسرا فائدہ طیف کا
لفظ فرمانے میں اشارہ ہے کہ جو قلوب ہمیشہ بیدار رہتے ہیں شیطان اُن میں نہیں آ سکتا کیونکہ طیف سونے
ہی میں ہوتا ہے جو کبھی قلوب پر غفلت ہونے سے طاری ہو جاتا ہے اور جو سوتا نہیں اُس کے پاس طیف بھی
فائدہ چہارم نہیں آتا چوتھا فائدہ طیف فرمایا اور مبہم وارد یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ نہیں فرمایا کیونکہ طیف کو
ثبات وجود واقعی نہیں ہوتا صرف ایک صورت مثالیہ بے حقیقت ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اسبات
کو بتلا دیا کہ اس سے اہل تقویٰ کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ شیطان نے جس چیز کو وارد کیا ہے وہ مثال طیف یعنی
فائدہ پنجم صورت خیالی کی جو خواب میں دیکھتے ہو جب جاگ اٹھے اس کا کچھ بھی وجود نہیں پانچواں فائدہ۔
تَذَكَّرُوْا فرمایا ذَكَرُوْا نہیں فرمایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ غفلت کو خالی ذکر دفع نہیں کرتا جبتک دل متوجہ نہ ہو
البتہ تذکر اور اعتبار یعنی نصیحت کو قبول کرنا اور عبرت پکڑنا اس غفلت کو دفع کرتا ہے خواہ ذکر بھی نہ ہو
وہ یہ کہ ذکر کا محل تو زبان ہے اور تذکرہ کا محل قلب ہے اور طیف کا ورود قلب پر ہوا نہ زبان پر تو اسکی
فائدہ ششم دفع کرنیوالی چیز قلب ہی میں ہونی چاہئے کہ اُس کے اثر کو مٹائے اور وہ تذکر ہے چھٹا فائدہ تذکروا
کا معمول حذف کر دیا یوں نہیں فرمایا تَذَكَّرُوا الْجَنَّةَ یا تَذَكَّرُوا النَّارَ یا تَذَكَّرُوا الْعُقُوْبَةَ یا مثل اس کے۔
اس حذف میں بڑا فائدہ ہے وہ یہ کہ تذکر جو طیف کو اہل تقویٰ کے قلوب سے مٹاتا ہے وہ علی قدر مراتب
یقین کے ہے اور مرتبہ تقویٰ میں انبیا اور مرسلین اور اولیاء اور صدیقین اور صالحین اور مسلمین سب
داخل ہیں ہر ایک کا تقویٰ اُس کے حال و مقام کے لائق ہے ایسا ہی ہر ایک کا تذکر اُسکے مقام کے

مناسب ہے اگر تذکر کی کسی خاص قسم کو ذکر فرماتے تو صرف اُسی قسم والے اُس میں داخل ہوتے مثلاً اگر یوں فرماتے
اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوا الْعُقُوْبَۃَ فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ہ تو جو لوگ ثواب سے
تذکر حاصل کرتے ہیں وہ خارج ہو جاتے اور اگر فرماتے تَذَکَّرُوْا سَابِقَ الْاِحْسَانِ یعنی یاد کرتے ہیں پہلے کے
احسان کو تو جو لوگ پچھلے احسان کو یاد کرتے ہیں وہ خارج ہو جاتے وعلیٰ ہذا القیاس پس حق سبحانہٗ تعالےٰ
نے اُس کا کوئی خاص معمول ذکر نہیں فرمایا تاکہ تمام مراتب کو شامل ہو جاوے۔ اچھی طرح سمجھ لو ساتواں فائدہ (فائدہ ہفتم)
تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ہ فرمایا یوں نہیں کہا تذکروا فابصروا یا تذکروا ثم ابصروا یا تذکروا وابصروا
پس واو سے تو اسلئے تعبیر نہیں فرمائی کہ اُس سے یہ نہ معلوم ہوتا کہ یہ ابصار یعنی توجہ بسبب تذکر کے ہوئی
حالانکہ مقصود یہی بیان کرنا ہے کہ تذکر کے سبب سے ابصار ہوا تاکہ لوگوں کو اُس کی رغبت ہو اور ثُمَّ اس لئے
نہیں لائے کہ ایک تو اُس میں وہی بات ہے جو واو میں مذکور ہوئی کہ سبب نہ معلوم ہوتی دوسرا اس سے
مقصود ہی اُلٹ جاتا کیونکہ ثُمَّ میں مہلت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ اُن کا ابصار تذکر
سے تاخیر نہیں کرتا **ف** بلکہ معاً تذکر کیساتھ ہی ابصار ہے **ت** اور صرف فا اس لئے نہیں لائے کہ وہ تعقیب
کو مقتضی ہے **ف** یعنی یہ بھی خلاف مقصود ہے **ت** بلکہ فا کیساتھ اذا بھی لائے اور یوں فرمایا فَاِذَا ھُمْ
مُّبْصِرُوْنَ ہ گویا ہمیشہ سے صفت ابصار ہی پر ہے اس میں اللہ تعالیٰ اُن کی تعریف فرماتا ہے اور اُن پر کثرت
احسان کو ظاہر فرماتا ہے مثلاً یوں کہو تذکر زید المسئلۃ فَاِذَا ھِیَ صَحِیْحَۃٌ یعنی زید کو مسئلہ یاد آیا تو وہ صحیح
نکلا مراد یہ ہے کہ پہلے ہی سے صحیح تھا اور اب بھی جب وہ معلوم ہوا صحیح ہے۔ ایسے ہی اہل تقویٰ پہلے سے اہل
ابصار ہیں لیکن طیف ہوئی کے وارد ہونے نے اُن کی بصیرت کو جس کا نور اُن میں جاگزیں ہے چھپا ڈالا تھا پس
وہ چونکے ابر غفلت ہٹ گیا اور آفتاب بصیرت چمک اُٹھا آٹھواں فائدہ اس آیت میں اور ایسے مضمون (فائدہ ہشتم)
کی جتنی آیتیں ہیں اُن میں اہل تقویٰ پر بڑی وسعت ہے اور اہل ایمان کیساتھ بڑا لطف ہے کیونکہ اگر یوں فرماتے
اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا لَا یَمَسُّھُمْ طَیْفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ یعنی اہل تقویٰ کو کبھی شیطانی خیال لگتا ہی نہیں تو بجز معصوموں کے
ف کہ وہ انبیاء اور ملائکہ ہیں **ت** سب خارج ہو جاتے پس اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا کہ اپنے دائرہ رحمت
کو وسیع کرے اس لئے یوں فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تاکہ تجھ کو معلوم ہو جاوے کہ
طیف کا آنا اُن کو حکم تقویٰ سے اور اُن پر اس نام کے جاری ہونے سے نہیں نکالتا جبکہ وہ جلدی سے تذکر کر کے
اللہ تعالیٰ کی طرف تبصر کیساتھ رجوع کریں اور اسی آیت کے مماثل وسعت رجا میں دوسری یہ آیت ہے

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ ہ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں کو اور پاک ہوجانیوالوں کو پیار کرتا ہے اور یوں نہیں فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یحب الذین لایذنبون کہ اللہ تعالیٰ گناہ نہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا فرماتے تو تھوڑے سے لوگ داخل ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ جو کچھ بندوں کی ترکیب میں غفلت رکھی گئی ہے اور جو خلاف ورزی مادۂ انسانی کا مقتضا ہے کیونکہ مختلف نطفوں سے بنا ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ہ یعنی اللہ تعالےٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور آدمی بہت کمزور پیدا ہوا ہے۔ بعض اہل علم نے یوں تفسیر کی ہے یعنی غلبۂ شہوت کے وقت اپنے اختیار میں نہیں رہتا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ھُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ یعنی اللہ تعالیٰ تمکو خوب جانتا ہے جبکہ پیدا کیا تمکو زمین سے اور جبکہ تم ماں کے پیٹ میں بچہ تھے چونکہ معلوم تھا کہ انسان پر خطا غالب ہے اس لئے باب توبہ کو کشادہ فرمایا اور لوگوں کو اُس کی راہ بتلائی اور اُس کی طرف بلایا اور وعدہ فرمایا کہ توبہ کرو تو قبول کرینگے اور رجوع کرو تو متوجہ ہونگے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ ابن ادم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون یعنی تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور اچھے خطاوار وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں پس حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بتلا دی کہ خطا تیرے وجود کو لازم ہے بلکہ تیرا عین وجود ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ہ یعنی ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی بیحیائی کر گذرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ستم کرتے ہیں اُسیوقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پس بخشش چاہتے ہیں اپنے گناہوں کی اور خدا کے سوا گناہوں کو کون بخشتا ہے اور اور ہٹ نہیں کرتے اپنے فعل پر اور وہ جانتے ہیں یوں نہیں فرمایا والذین لایعلمون الفاحشۃ یعنی بالکل گناہ ہی نہیں کرتے اور فرمایا وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ ہ یعنی جب اُن کو غصہ آتا ہے معاف کر دیتے ہیں یوں نہیں فرمایا لایغضبون یعنی غصہ ہی نہیں آتا۔ اور فرمایا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یعنی غصہ کو ضبط کرنیوالے یوں نہیں فرمایا والذین لاغیظ لھم یعنی جنکو غصہ ہی نہیں۔ اِس کو خوب سمجھ اللہ تعالیٰ کی تجھ پر مہر ہو یہ کھلے اسرار ہیں اور یقینی امور ہیں نواں فائدہ۔ بیان مراتب متذکرین کا اہل تقویٰ سے ف کیونکہ تذکر ایک مفہوم عام ہے جب اُس کو کسی معمول کیساتھ مقید نہیں کیا اپنی جمیع جزئیات کو شامل ہو گیا تو جاننا چاہئے کہ اہل تقویٰ کو جب کوئی شیطانی خیال آلپٹتا ہے اُن کو تقویٰ مولیٰ کی نافرمانی پر اصرار نہیں کرنے

دینا بلکہ اُن کا تذکر یعنی یاد داشت اُن کو مولیٰ کی طرف پھیر لاتا ہے اور اُن کا تذکر کئی قسم پر ہے بعض لوگ ثواب کو یاد کر لیتے ہیں بعضے عقاب کو بعضے حساب کے لئے کھڑے ہونیکو بعضے ترک معصیت کے بڑے ثواب کو بعضے احسان گذشتہ کو یاد کر کے نافرمانی سے شرما جاتے ہیں بعضے مابعد کے احسان کو یاد کر کے اُس کے عوض کفران کرتے ہوئے شرما جاتے ہیں بعضے اللہ کا قرب یاد کرتے ہیں بعضے اللہ تعالیٰ کے محیط ہونیکو یاد کرتے ہیں بعضے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو یاد کرتے ہیں بعضے اللہ تعالیٰ کے عہد کو یاد کرتے ہیں بعضے لذت گناہ کا فانی ہو جانا اور اُس کے مواخذے کا باقی رہنا یاد کرتے ہیں بعضے نافرمانی کے وبال و رسوائی کو یاد کر کے اُس کو ترک کر دیتے ہیں بعضے فرمانبرداری کے فوائد و عزت کو یاد کر کے اُس راہ چلتے ہیں بعضے اللہ کی قیومیت کو یاد کرتے ہیں بعضے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور سلطنت کو یاد کرتے ہیں علیٰ ہذا القیاس جن جن چیزوں سے تذکر متعلق ہو سکتا ہے اور اُن کا حصر نہیں ہے ہم نے اتنا بھی اس واسطے کہدیا کہ اہل تقویٰ کے احوال سے تجھ کو کچھ مناسبت ہو اور اہل بصیرت کے مقامات پر کچھ آگاہی ہو خوب سمجھ لو دسواں فائدہ ہو سکتا ہے کہ آیت میں مراد طیف سے وسوسہ و خطرۂ نفسانی ہو جو شیطان کے القا سے آجاتا ہے ف اور تقریر گذشتہ میں طیف سے مراد صورت خیالی تھی جو خواب میں نمودار ہوتی ہے ت اس خطرے کو طیف اس واسطے کہا کہ یہ قلب میں طواف کرتا ہے دوسری قرارت سے اسکی تائید ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ اِذَا مَسَّھُمْ طَآئِفٌ ف بر وزن خائف ت پس ایک قرارت دوسری قرارت کی تفسیر ہنجائیگی اور وسوسہ قلب کے گرد گھومتا ہے اگر دیوار یقین کے کسی رخنے سے اُس کو رستہ مل گیا تو اندر گھس جاتا ہے ورنہ چلدیتا ہے ف اور مثال مقاماتِ یقین اور نور یقین کی جو اُن مقامات کو محیط ہے ایسی ہے جیسے شہر پناہ کی دیواریں کہ شہر اور قلعہ کو گھیرے ہوئے ہیں پس دیواریں تو انوار ہیں اور قلعہ جات مقامات یقین ہیں کہ شہر قلب کو گھیرے ہوئے ہیں پس جس شخص کے قلب کو دیوار یقین گھیرے ہوئے ہے اور اُس نے مقامات یقین کو کہ مثل قلعہ کے نوری احاطے ہیں درست کر لیا اس شخص تک شیطان کی رسائی نہیں اور اُس کے گھر کہیں اُس کا ٹھکانا نہیں کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا فرمانا نہیں سنا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ط یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں یعنی چونکہ انھوں نے عبودیت کو ٹھیک کر لیا اس لئے نہ وہ میرے حکم سے منازعت کرتے ہیں نہ میری تدبیر میں معارضہ کرتے ہیں بلکہ مجھ پر توکل کرتے ہیں اور اپنے کو میرے حوالے کرتے ہیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ اُن کی رعایت و نصرت اور حمایت فرماتا ہے اور انھوں نے اپنی ہمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف

فائدہ وسوسہ

مثال یقین اور وسوسہ

متوجہ کردیں اللہ تعالیٰ بھی اُن کو سب کافی ہو گیا کسی عارف سے پوچھا گیا تمہاری شیطان کیساتھ مجاہدے کی کیا کیفیت ہے جواب دیا شیطان کون بلا ہے ہم وہ لوگ ہیں کہ اپنی تمام ہمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردیں اُس نے سب ہماری کفایت فرمائی ف یعنی ہم کو مجاہدے کی حاجت نہیں اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ نمٹ لیتا ہے ت میں نے اپنے شیخ ابوالعباس رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ط یعنی شیطان تمہارا دشمن ہے تم اُس کو دشمن سمجھو پس بعض لوگ تو اس خطاب سے یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کو اُن سے شیطان کیساتھ عداوت کرنا مطلوب ہے انھوں نے اپنی تمامی ہمتیں اس میں مصروف کردیں اُس نے اُن کو محبوب کی محبت سے غافل کردیا اور بعض لوگ یوں سمجھے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے یعنی اور میں دوست ہوں ف لان الاشیاء تعرف باضدادھا ت وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت میں لگ گئے اللہ تعالیٰ اُن کو سب کافی ہو گیا بعد اس کے اُس عارف کی حکایت بیان فرمائی یہ لوگ اگر شیطان سے پناہ مانگتے ہیں تو صرف اس وجہ سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نہ اس واسطے کہ یہ لوگ غیر اللہ کیلئے کچھ تصرف دیکھتے ہوں اور وہ لوگ غیر اللہ کیلئے کیسے تصرف دیکھ سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کو کہتے ہوئے سنتے ہیں إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ط أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ط یعنی بات کسی کی نہیں چلتی سوائے اللہ کے اُس نے فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی پوجا مت کرو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ہ یعنی شیطان کا داؤ بالکل بودا ہے اور فرمایا إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ط یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا اور فرمایا إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ہ یعنی شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں چلتا جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور فرمایا وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط یعنی جو اللہ پر بھروسہ کرے وہ اُس کو کفایت کرتا ہے اور فرمایا اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط یعنی اللہ اہل ایمان کا دوست ہے نکالتا ہے اُن کو تاریکیوں سے طرف نور کے اور فرمایا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ہ یعنی ہمارے ذمے پر ہی حمایت کرنا ایمان والوں کی پس ان آیتوں نے اور جو ایسے مضمون کی ہیں مومنین کے قلوب مضبوط کردیئے اور اُن کی کھلی مدد کی پس اگر شیطان سے پناہ مانگتے ہیں تو صرف اُس کے فرمانے سے اور اگر نور ایمان سے اُس پر غالب ہوتے ہیں تو اُس کی حمایت سے اور اگر اُس کے فریب سے سالم رہتے ہیں تو اُس کی تائید و احسان سے شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حالت سیاحی میں میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی اُس نے مجھ کو وصیت کی اور کہا کہ توفیق اعمال کیلئے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ سے بڑھ کر

کوئی گفتار نہیں اور اللہ کی طرف بھاگنے اور اُس کی پناہ لینے سے بڑھ کر کوئی کردار نہیں اور جو اللہ تعالیٰ
کی پناہ لیتا ہے وہ سیدھی راہ چلا جاتا ہے پھر کہا بِسْمِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے مدد چاہتا ہوں فَرَرْتُ
اِلَی اللّٰہِ یعنی بھاگا میں اللہ تعالیٰ کی طرف وَاعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ یعنی میں نے اللہ کی پناہ لی وَلَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی گناہ سے بچنا اور عبادت پر قوت ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اللّٰہُ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کو کون بخش سکتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ زبان کا قول ہے جو قلب سے صادر ہو فَرَرْتُ
اِلَی اللّٰہِ وصف روح اور سر کا ہے اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ وصف عقل اور نفس کا ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وصف
ملکوت اور عالم امر کا ہے وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ ف اس کلام میں اشارہ ہے طرف لطائف اور اُن کے
آثار کے ت یارب شیطان کے عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں بیشک شیطان کھلا بہکانیوالا دشمن ہے پھر
شیطان سے خطاب کر کے کہا اللہ تعالیٰ کا علم تیرے حق میں یہی ہے کہ تو عدو مضل مبین ہو اور میں اللہ تعالیٰ پر
ایمان لاتا ہوں اور اُس پر توکل کرتا ہوں اور تجھ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور اگر اُس کا حکم نہ ہوتا تو میں
تجھ سے پناہ نہ چاہتا تیری حقیقت ہی کیا ہے جو تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہوں ف یعنی اللہ تعالیٰ تو بڑا غالب
قدرت والا ہے کسی سخت چیز سے اُس کی پناہ مانگیں تو ہو سکتا ہے تو بیچارہ کیا چیز ہے ت پس تو نے سمجھ لیا
اللہ تعالیٰ کی تجھ پہ مہر ہو کہ شیطان کی اُن کے دلوں میں اتنی بھی قدر نہیں کہ اُس کی طرف قدرت وارادے
کو منسوب کریں اور بھید حکمت کا ایجاد شیطان میں یہ ہے کہ وہ ایک مظہر ہے جس کی طرف اسباب عصیان
اور وجود کفران وغفلت ونسیان کو منسوب کیا جاوے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا وَمَا اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا
الشَّیْطٰنُ یعنی یوشع علیہ السلام بولے کہ مجھ کو وہ بات شیطان کے سوا کسی نے نہیں بھلائی اور فرمایا هٰذَا
مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ یعنی موسیٰ علیہ السلام بولے کہ قبطی کا خون شیطان کے عمل سے ہوا۔ پس راز حکمت اسکے
ایجاد میں یہ ہوا کہ ایسی نسبتوں کا میل کچیل اس سے پونچھا جائے اسی واسطے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ شیطان
اس عالم کی ایک صافی ہے کہ تمام گناہوں اور زشت وناپاک اعمال کا میل اُس سے پونچھا جاتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ کو اگر منظور ہوتا کہ معصیت نہ ہو تو ابلیس کو پیدا نہ کرتا اور شیخ ابو الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شیطان
مثل نر کے اور نفس مثل مادہ کے اور دونوں کے درمیان گناہ کا پیدا ہونا ایسا ہے جیسے ماں باپ کے درمیان
بچے کا پیدا ہونا۔ یہ نہیں کہ ماں باپ نے بچے کو ایجاد کیا بلکہ اُن سے بچے کا ظہور ہوا مطلب شیخ کے اس کلام کا
یہ ہے کہ جیسا کسی عاقل کو اسبات میں شک نہیں کہ بچہ ماں باپ کا پیدا کیا ہوا اور ایجاد کیا ہوا نہیں مگر چونکہ

مصلحت تخلیق شیطان

اُن دونوں سے اس کا ظہور ہوا اسلئے اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسی طرح کسی مؤمن کو اس میں بھی شک نہیں کہ معصیت نفس و شیطان کی پیدا کی ہوئی نہیں بلکہ اُن سے اُس کا ظہور ہوا ہے اسی وجہ سے اُن کی طرف معصیت کی نسبت ہوتی ہے اور یہ نسبت اضافی و اسنادی ہے اور اللہ تعالیٰ کیطرف نسبت خلقی و ایجادی ہے جیسا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے طاعت کو پیدا کرتا ہے ایسا ہی اپنے عدل سے معصیت کو پیدا کرتا ہے خود ارشاد ہوا ہے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝ یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کہدو کہ سب خدا ہی کی طرف سے ہے پس اِن لوگوں کو کیا ہو گیا کہ بات نہیں سمجھتے اور فرمایا اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی اللہ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے اور فرمایا هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ یعنی کیا سوائے اللہ کے اور بھی کوئی پیدا کرنیوالا ہے اور فرمایا اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ یعنی کیا پیدا کرنیوالا اور نہ پیدا کرنیوالا برابر ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ اور آیت کمر شکن اہل بدعت کی جو دعوے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ طاعت کا خالق ہے اور معصیت کا خالق نہیں یہ ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی **ف** لفظ ما عام ہے طاعت و معصیت دونوں کو شامل ہے **ت** اگر وہ لوگ اعتراض کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ یعنی اللہ تعالیٰ بُری بات کا امر نہیں فرماتا تو جواب اُس کا یہ ہے کہ امر اور ہے اور قضا اور ہے **ف** یعنی امر کہتے ہیں حکم تشریعی کو اور قضا کہتے ہیں حکم تکوینی کو اِس آیت سے نفی امر کی ہوئی اور اہل سُنت مدعی قضا کے ہیں **ت** اگر وہ اعتراض کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ یعنی جو بھلائی پہنچے تجھ کو وہ اللہ کیطرف سے ہے اور جو بُرائی پہنچے وہ تیری طرف سے ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ بندوں کو ادب سکھانا مقصود ہے پس ہمکو حکم ہے کہ اچھی چیزیں اُس کی طرف منسوب کیا کریں کیونکہ اسکے وجود حق کے لائق یہی ہے اور بُری چیزیں اپنی طرف منسوب کیا کریں کیونکہ ہمارے وجود باطل کے مناسب یہی ہے یہ حُسن ادب ہے جیسا خضر علیہ السلام نے فرمایا فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا یعنی کشتی کے توڑنے میں تو یوں کہا کہ میں نے چاہا کہ اُس کو عیب دار کردوں اور بنائے دیوار کے قصے میں یوں کہا کہ تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں یتیم اپنے بلوغ تک پہنچ جاویں ابراہیم علیہ السلام نے یوں فرمایا وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ یعنی جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھ کو شفا دیتا ہے اور خضر علیہ السلام نے یوں نہیں کہا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّعِيْبَهَا یعنی تیرے ربنے اُس کشتی کو عیب دار کرنا چاہا جیسا یتیموں کے قصے میں کہا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا

اَشْدَدَّ هُمَا پس عیب کو اپنی طرف منسوب کیا اور اچھی بات کو اپنے مولیٰ کی طرف ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام
نے یوں نہیں فرمایا واذا امرضنی فھو یشفینی یعنی جب مجھ کو بیمار کرتا ہے تو شفا دیتا ہے بلکہ یوں فرمایا وَاِذَا
مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ ہ پس مرض کو اپنی طرف منسوب کیا اور شفا کو اپنے رب کی طرف باوجودیکہ مرض کا خالق
اور فاعل حقیقی وہی ہے پس معنی مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ کے یہ ہیں کہ بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
یعنی از روئے خلق و ایجاد کے اور وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ط کے یہ معنے ہیں کہ برائی تیری طرف سے
ہے یعنی از روئے اضافت و اسناد کے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم فرماتے ہیں الخیر
بیدیك والشر لیس الیك یعنی خیر تو تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف منسوب نہیں رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کو معلوم تھا کہ خالق خیر و شر اور نفع و ضرر کا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن تعبیر میں ادب کی
رعایت کی اور یوں فرمایا الخیر بیدیك والشر لیس الیك جیسا ہم نے اوپر بیان کیا خوب سمجھ لے۔ اگر وہ
لوگ یہ اعتراض کریں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ معصیت کے پیدا کرنے سے بھی پاک ہے کیونکہ معصیت قبیح ہے اور
اللہ تعالیٰ قبائح کے پیدا کرنیسے پاک ہے ہم جواب دینگے کہ معصیت بندے کے اعتبار سے فعل قبیح ہے کیونکہ
حکم کی مخالفت ہے وجہ یہ کہ قبح خود فعل منہی عنہ کی ذات میں نہیں ہوتا بلکہ بسبب تعلق نہی کے اُس فعل میں
قبح ہو جاتا ہے جیسا حسن کہ فعل مامور بہ کی ذات سے متعلق نہیں ہوتا بسبب تعلق امر کے ہو جاتا ہے۔ اچھی
طرح سمجھ لو۔ ف اور حق تعالےٰ کے اعتبار سے وہ ایک مخلوق ہے کہ اس نسبت میں حسن
و قبیح دونوں مساوی ہیں ۵ کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست ✤ چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست پھر
اہل بدعت نے جو اللہ تعالیٰ کی یہ تنزیہ کی ہے کہ معاصی کے پیدا کرنیسے وہ منزہ ہے اس تنزیہ سے اُس کی تنزیہ کرنا
واجب ہے یعنی جب وہ یوں کہیں کہ برتر ہے اللہ اس امر سے کہ معصیت کو پیدا کرے ہم مقابلہ میں کہینگے برتر ہے
اللہ تعالیٰ اس امر سے کہ اُس کے ملک میں بدون اُسکے ارادے کے کوئی چیز ہو جائے ف یعنی اگر معصیت کے
ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ متعلق نہو تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملک میں اُس کیخلاف ارادہ دوسروں کا
تصرف چل سکتا ہے تو یہ عین نقصان ہے ہیچ ہے ۵ دوستی بخبر چوں دشمنی ست ✤ حق تعالیٰ زیں چنیں خدمت غنی است
خوب سمجھ لو اللہ تعالیٰ ہمکو تمکو سیدھی راہ چلائے اور دین راست پر اپنے فضل سے قائم رکھے۔ تقریر دو
بیان جس میں فوائد تدبیر و منازعت تقدیر کا ذکر ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ
اِبْرٰھِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ ط وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ہ اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ

اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ اور فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اور فرمایا مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاہِیْمَ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ اور فرمایا فَلَہٗ اَسْلِمُوْا اور فرمایا فَاِنْ حَاجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ اور فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ہ اور فرمایا وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْھَہٗ اِلَی اللّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی اور فرمایا تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ہ اور فرمایا وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ہ اور بہت آیتیں اس مضمون کی ہیں تو اب سمجھنا چاہئے کہ اسلام کا اسطرح بار بار جگہ جگہ ذکر کرنا اُس کی عالی قدری اور عظمت شان کی دلیل ہے اور اسلام کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ظاہر تو اُس کا اللہ کے احکام کا بجالانا ہے اور باطن منازعت نہ کرنا پس اسلام بدن کا حصہ ہے اور منازعت نہ کرنا اور اپنے کو حوالہ کر دینا قلوب کا حصہ ہے پس اسلام مثال صورت کے ہے اور استسلام اُس ظاہر کا باطن ہے پس مسلم حقیقی وہ شخص ہے جو اپنے کو اُس کا مطیع بنائے ظاہر میں اُس کے امتثال امر سے اور باطنًا اُس کے حکومت کے آگے گردن جھکا دینے سے اور حقیقت مقام استسلام کی یہ ہے کہ منازعت احکام آلہیہ سے بعید ہو جاوے اور اپنے کو حل و عقد میں اُسی کے سپرد کر دے پس جو شخص دعویٰ کریگا اسلام کا مطالبہ کیا جاویگا استسلام کا اُس سے کہو کہ دلیل لاؤ اگر سچے ہو تم کو معلوم نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام سے جب پروردگار نے فرمایا اسلام لاؤ وہ بولے میں اسلام لایا واسطے رب العلمین کے پس جب اُن کو ڈھیکلی میں جھلایا گیا ملائکہ نے شور مچایا اے رب یہ تیرا خلیل ہے اس پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے تو خوب جانتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کا حکم ہوا اے جبرئیل اُن کے پاس جاؤ اگر تم سے مدد چاہیں مدد کرو اور نہیں تو میں جانوں اور میرا خلیل جانے جب جبرئیل علیہ السلام فضای ہوا میں اُن کے پاس آئے۔

پوچھا آپ کو کوئی حاجت ہے فرمایا تم سے تو نہیں ہے ہاں اللہ سے ہے جبرئیل نے کہا پھر دعا کرو فرمایا اُس کو میرا حال معلوم ہونا دعا سے بس کرتا ہے پس غیر اللہ کی انھوں نے مدد نہ چاہی نہ اُن کا قصد غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوا بلکہ حکم الٰہی کے آگے گردن جھکا دی بجائے اپنی تدبیر کے اللہ کی تدبیر پر اور بجائے اپنی نگہبانی کے اللہ کی نگہبانی پر اور بجائے اپنی دعا کے اللہ کے علم پر اکتفا کیا کیونکہ یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جمیع احوال میں اُن پر مہربان ہے پس خدا تعالیٰ نے بھی اُن کی تعریف فرمائی اس قول سے وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی یعنی ایسے ابراہیم جنھوں نے اپنا قول پورا کیا اور اُن کو اُس آگ سے بھی نجات دی جس کی خبر خود دیتے ہیں قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ہ یعنی ہم نے حکم کیا کہ اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔ اہل علم نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لفظ سلٰمًا نہ فرماتے تو ایسی سرد ہو جاتی کہ ہلاک کر دیتی پس وہ آگ بجھ گئی اہل سیر نے کہا ہے

کوئی آگ مشرق و مغرب میں نہ تھی جو بجھ نہ گئی ہو ہر ایک نے یہی خیال کیا کہ شاید مجھکو خطاب ہے بعض علما نے کہا ہے
کہ صرف بیڑیاں اُس آگ سے جل گئیں۔ فائدۂ جلیلہ ابراہیم علیہ السلام کا جواب دیکھنے کے قابل ہے
کہ جب اُن سے جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے تو یوں فرمایا کہ تم سے حاجت نہیں اور یوں
نہیں فرمایا کہ مجھے حاجت نہیں کیونکہ مقام رسالت و خلت کا مقتضا یہ ہے کہ عبودیت صریح بجالاوے
اور مقام عبودیت کے لوازم سے یہ ہے کہ اللہ کی طرف حاجت ظاہر کرے اور احتیاج کیساتھ اُس کے روبرو
کھڑا ہو اور اُسکے ماسوا سے قصداً اُٹھالے پس یہی جواب مناسب تھا کہ تم سے حاجت نہیں یعنی اللہ کا تو
محتاج ہو مگر تمہارا نہیں پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلام میں دونوں باتیں جمع کر دیں اللہ کی طرف احتیاج
کا ظاہر کرنا اور ماسوا سے قصداً اٹھا دینا اور وہ بات نہیں جو بعض لوگوں نے کہی ہے کہ صوفی صوفی نہیں ہوتا
یہانتک کہ اُسکو اللہ سے بھی حاجت نہ رہے اور یہ کلام مقتدا اور اہل تکمیل کی شان کے لائق نہیں اگرچہ
تاویل اس کی ہو سکتی ہے کہ مراد یہ ہے کہ صوفی کو یقین ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی
اُسکی سب حاجتیں پوری فرما چکا ہے تو جو حاجت ہے وہ ازل میں پوری ہو چکی ہے اور حاجت کی نفی
سے احتیاج کی نفی لازم نہیں آتی ف حاصل یہ کہ بندے کو اللہ کی طرف احتیاج ضرور ہے خواہ حاجت
پوری ہو چکی ہو یا نہ ہو چکی ہو اور قائل مذکور نے حاجت کی نفی کی ہے نہ کہ احتیاج کی جو کہ لوازم عبدیت سے ہے۔
ت اور دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ جو کہا کہ اللہ سے اُس کو حاجت نہ ہو مطلب یہ ہے کہ وہ خود اللہ کو طلب
کرتا ہے کوئی حاجت اُس سے طلب نہیں کرتا اور بڑا فرق ہے اُس میں جو خود اللہ کا طالب ہو اور جو
اللہ سے طالب ہو اور تیسری تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ یہ جو کہا کہ اللہ سے اس کو حاجت نہ رہے مطلب یہ ہے کہ
اُس نے ہمہ تن اپنے کو اس کے سپرد کر دیا ہے اور اُس کے آگے گردن جھکا دی ہے پس اُس کی مراد وہی ہے جو اللہ
کی مراد ہے ف یعنی اپنی طرف سے کچھ حاجت نہیں مانگتا بوجہ غلبہ مقام رضا کے ت دوسرا فائدۂ جلیلہ
جب جبرئیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کیا تم کو کچھ حاجت ہے اور انھوں نے جواب دیا کہ تم سے
تو کچھ حاجت نہیں ہاں اللہ سے ہے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اس جواب سے حضرت جبرئیل سمجھے کہ مجھ سے مدد نہ
چاہیں گے اور ان کا قلب بجز خدائے تعالیٰ کے کسی کو مشاہدہ نہیں کرتا اُس وقت عرض کیا کہ اچھا اُسی سے
سوال کر دیں یعنی اگر آپ نے یہ بات لازم ٹھیرا لی ہے کہ وسائط سے کچھ نہ چاہونگا اور اس وجہ سے مجھ سے مدد نہیں
چاہتے تو اپنے رب ہی سے سوال کرو کیونکہ وہ آپ کیساتھ مجھ سے زیادہ نزدیک ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے

اظہار احتیاج بسوئے حق و اعراض از ما سوا

فائدہ دوم تسلیم و تفویض

جواب دیا کہ میرا حال اُس کو معلوم ہونا میرے مانگنے سے کفایت کرتا ہے مطلب یہ کہ میں نے جو غور کر کے دیکھا تو اسکو اپنے ساتھ سوال سے بھی زیادہ نزدیک پایا اور سوال کو وسائط سے دیکھا اور میں سوا اُس کے کسی چیز سے تمسک کرنا نہیں چاہتا دوسرے یہ کہ مجھ کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے پھر سوال کر کے یاد دلانیکی حاجت نہیں اور اُس سے رعایت نہ فرمانے کا احتمال نہیں اس لئے میں نے سوال سے علم الٰہی پر اکتفا کیا اور یقین کر لیا کہ وہ مجھ کو اپنے لطف سے کسی حال میں نہ چھوڑیگا یہی ہے اکتفا کرنا اللہ تعالیٰ پر اور ادا کرنا کلمہ حسبی اللہ کے حقوق کا اور ہمارے شیخ ابو العباسؒ فرماتے تھے اس آیت کی تفسیر میں وابراھیم الذی وفّی کہ ابراہیمؑ نے پورا کر دیا حسبی اللہ کے مقتضا کو ف یعنی جبرئیلؑ کے جواب میں جو فرمایا حسبی اُس پر جمے رہے اور کسی پر نظر نہیں کی ت اور بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ کھانا دیا مہمان کو اور بیٹا دیا قربان ہونیکو اور بدن دیا آتش سوزاں کو اُس پر اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی وابراھیم الذی وفّی تیسرا فائدہ جلیلہ جاننا چاہیے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہوں یعنی آدمؑ اور اولاد آدمؑ فرشتوں نے کہا کہ آپ ایسے شخص کو زمین میں پیدا کرتے ہیں جو اُس میں خونریزی و فساد کریگا اور ہم تسبیح و تحمید و تقدیس کرتے ہیں یعنی ہمکو خلیفہ بنا دیجئے جواب ارشاد ہوا کہ ہم جانتے ہیں جو کچھ تم نہیں جانتے پس ابراہیم علیہ السلام کا جبرئیلؑ سے مدد نہ مانگنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں پر بڑی بھاری حجت ہوئی گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہاں ہیں جنہوں نے آدمی پر اعتراض کیا تھا کہ یہ فساد و خونریزی کرینگے تم نے میرے بندے ابراہیم کو کیسا دیکھا اُس سے اُس قول کی شرح ہوگئی کہ ہم جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے حدیث شریف میں آیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوبت بنوبت آتے ہیں فرشتے رات میں اور دن میں جو فرشتے شب کو دنیا میں رہے تھے وہ آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ کہتے ہیں کہ ہم جب گئے تھے جب بھی نماز پڑھ رہے تھے ف یعنی عصر کی ت اور جب چھوڑ کر آئے ہیں جب بھی نماز پڑھ رہے تھے ف یعنی فجر کی کیونکہ بدلی انھیں دو وقت میں ہوتی ہے ت شیخ ابو الحسنؒ نے فرمایا گویا اللہ تعالیٰ کے پوچھنے کے یہ معنی ہیں کہ اے معترضین تم نے بندوں کو کس حال میں چھوڑا پس جبرئیل علیہ السلام کے بھیجنے سے حق سبحانہ و تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ خلیل علیہ السلام کا رتبہ اور شرف و عظمت شان ملائکہ کے آگے ظاہر کر دیں اور بھلا ابراہیم علیہ السلام کیسے کسی غیر سے مدد چاہتے وہ تو اُسی کو دیکھتے تھے اور کسی کا مشاہدہ نہ کرتے تھے اور خلیل کو خلیل اسی واسطے کہتے ہیں کہ اُن کے خلل قلب میں یعنی رگ و ریشہ میں اللہ کی محبت اور

عظمت اور احدیت سما گئی تھی کسی غیر کی گنجائش نہ رہی تھی جیسے کسی کا قول ہے ؎ مثل جاں مجھ میں ہو گیا پیوست ✦ ہے اسی سے خلیل نعت تری ✦ بولتا ہوں تو ہے تو میرا کلام ✦ روزہ رکھوں تو تشنگی ہو مری ✦

تنبیہ و اعلام جاننا چاہیے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السّلام کے قلب کو نور رضا سے منبسط کر دیا تھا اور اُن کو روح استسلام عطا فرمائی تھی اور اُن کے قلب کو نظر الی الخلق سے محفوظ رکھا تھا پس آگ اسی واسطے اُن پر سرد و سلامتی ہو گئی کہ اُنکا قلب اطاعت کیساتھ اللہ کے سپرد ہو گیا تھا پس استسلام سے رہے سلامت اور باطن مقام کے ٹھیک کرنیسے ہوئی یہ عزت و کرامت پس یہاں سے مومن کو سمجھنا چاہیے کہ جو مواقع امتحان میں اللہ کی اطاعت اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ خار کو گل اور خوف کو اماں کر دیتا ہے پس جب شیطان تجھکو منجنیق امتحان میں پھینکنا چاہے اور کائنات تیرے روبرو آکر دریافت کریں کہ تجھکو کچھ حاجت ہے یہی جواب دینا کہ تم سے تو کچھ حاجت نہیں ہاں اللہ سے ہے اگر کائنات یہ کہیں کہ اللہ ہی سے سوال کرے اُس کا جواب دینا کہ اُس کا علم میرے سوال سے کفایت کرتا ہے۔ اگر تو ایسا کریگا تو اللہ تعالیٰ آتش دنیا کو سرد و سلامتی کر دے گا اور منت اور کرامت تجھ کو عطا فرماویگا کیونکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے انبیاء اور مرسلین کے ذریعہ سے ہدایت کے رستے کشادہ کئے ہیں پس اہل ایمان اُن کی راہ چلے اور اہل یقین نے اُن کی پیروی کو لازم جانا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ یعنی کہدو لے محمد یہ میرا رستہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف میں بھی سوجھ والا ہوں اور میری اتباع کرنیوالے بھی اور یونس علیہ السلام کی شان میں فرمایا فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ہم نے اُن کی دعا قبول کی اور غم سے نجات دی اور اہل ایمان کو ہم یوں ہی نجات دیا کرتے ہیں یعنی جو اہل ایمان قدم بقدم یونسؑ کے چلتے ہیں اور اُن کے انوار کے مشتاق ہیں اور اللہ سے ذلت و احتیاج کیساتھ مانگتے ہیں اور مسکنت اور انکسار کا لباس پہنتے ہیں ہم اُن کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں

رجوع بمطلب ابراہیم علیہ السلام کے اس قصے میں بیان ہے عبرت والوں کو اور ہدایت ہے بصیرت والوں کو اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی تدبیر سے نکلتا ہے اللہ اُس کیلئے بخوبی تدبیر کر دیتا ہے دیکھو ابراہیم علیہ السّلام نے چونکہ اپنی ذات کیلئے تدبیر و اہتمام نہیں کیا بلکہ اللہ کے حوالے کر کے اُس پر توکل کیا انجام اس اطاعت کا سلامتی اور عزت اور تعریف کا باقی رہنا مدت گذر جانے پر ہوا اور ہمکو اللہ کا حکم ہے کہ اُن کی ملت سے خارج نہ ہوں اور اُن کے نام رکھنے کا لحاظ رکھیں جس کا ذکر اس آیت میں ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ یعنی ملت

رجوع بمطلب اصلی

اختیار کرو اپنے باپ ابراہیم کی انھوں نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے پہلے سے پس جو شخص ابراہیمی ہو اُس کو سزاوار ہے کہ اپنے لئے تدبیر کرنے سے بَری ہو اور اعتراض سے خالی ہو اور ملت ابراہیم سے وہی اعراض کریگا جو سفیہ ہے اور اُن کی ملت کو لازم ہے تفویض الی اللہ اور اطاعت فی احکام اللہ اور جاننا چاہیے کہ مقصود اعظم یہ ہے کہ اللہ کے آگے کوئی مراد باقی نہ رہے اور ہمارے اس مضمون میں اشعار ہیں ف جاننا چاہیئے کہ اِن اشعار میں اللہ تعالیٰ کو متکلم اور بندے کو مخاطب قرار دیا ہے گویا اللہ تعالیٰ بندے سے فرماتا ہے وہ اشعار یہ ہیں ت۔ ؎

چاہتا ہوں دے مراد اپنی بھلا — رشد کا رستہ اگر ہے چاہتا
چھوڑ دے اپنا وجود اُس کو نہ دیکھ — تھام لے مضبوط حلقہ صبر کا
کب تلک مجھ سے ہے غفلت میں تو ہی — تیری الفت اور رعایت میں سدا
کب تلک دیکھے گا مخلوقات کو — اور پھرے گا جنگلوں سر مارتا
میرے در کو چھوڑ جاتا ہے کہاں — راہ سے بے راہ کیوں تو ہو گیا
ہے قدیمی تجھ سے میری دوستی — عہد قالوا حق میں میرے ہی ہوا
ہے ترا رب کوئی جس سے ہو اُمید — لے تجھے محشر کی سختی سے بچا
جس قدر مخلوق ہے عاجز ہے سب — کہہ رہا عاجز کو ہے عاجز ندا
مجھ سے سب مخلوق کو ہے گا قیام — کُن سے ہے ظاہر مظاہر کو کیا
میرے گھر میں اور میرے ملک میں — اعتماد اوروں پہ ہے تو نے کیا
چشم ایمان تیز کر اور دیکھ تو — خلق ساری ہوتی جاتی ہے فنا
ہے عدم سے راستہ سوئے عدم — تو بھی اُس میں جائے گا بیشک چلا
تجھ سے ہو خلعت مراد مت اُتار — اور رخ اُمید خلقت سے ہٹا
میرے در پہ لا اُمیدیں اپنی سب — مال تجھ سے کچھ نہیں ہیں مانگتا
دیکھ اپنی حیثیت اور رہ ذلیل — آرزو سب تیری آوے گی برآ
بندہ بن جا بندہ ہو جا تا ہی خوش — جو کہ ہوئے نے اٹھا کر دے دیا
وصف سے اپنے مٹا دوں تیرا وصف — دوں عناد و جہل کی تجھ کو سزا

ف اشعار مضمون از تحفہ الرف۔ ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ ۱۳ ع ۲

کیا تو میرے ملک میں ہے گا شریک	جو وضوح حق پہ بھی جھگڑا کیا
گر رسائی چاہے اس دربار کی	بس عدو ہو جا تو اپنے نفس کا
ڈوب بحرِ نیستی میں ہم کو دیکھ	بہرِ محشر ہم کو تو اپنا بنا
ہم سے کر بارانِ رحمت تو طلب	دیکھ پھر کرتے ہیں ہم احسان کیا
غیر سے مت کر ہدایت تو طلب	ہے کوئی بتلائے تجھ کو راستہ

تنبیہ و اعلام جاننا چاہیے کہ تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر محمود دوسری تدبیر مذموم تدبیر مذموم تو وہ تدبیر ہے جس کا حظ تیری طرف لوٹ کر آوے ادائے حق اللہ کے لئے نہ ہو جیسے تدبیر کرنا کسی گناہ کی تحصیل میں یا کسی حظ نفسانی میں غفلت کیساتھ یا کسی طاعت میں نمائش اور شہرت کیساتھ اور مثل اسکے یہ تمامتر مذموم ہے یا تو اس وجہ سے کہ اس سے استحقاقِ عذاب ہوتا ہے یا اسلئے کہ اس سے وقوع حجاب ہوتا ہے اور جو شخص نعمت عقل کو پہچانیگا وہ اُس کو ایسی چیز کی تدبیر میں صرف کرتے ہوئے شرمائیگا جو اُس کو قربِ الٰہی تک نہ پہنچائے اور اُس کی محبت کا سبب نہ بنجائے اور جتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنی منت سے بندوں کو عطا فرمائی ہیں عقل اُن سب میں افضل ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کر کے اُن پر دو چیزوں سے فضل فرمایا ایک ایجاد دوسرا دوام امداد ف یعنی اول وجود عطا فرمایا پھر اُس کو بقا دینا اور ہر مخلوق کیلئے اِن دو نعمتوں کا ہونا ضرور ہے نعمت ایجاد و نعمت امداد اور اس تقریر سے اللہ تعالیٰ کے معنی بھی سمجھ میں آسکتے ہیں ورحمتی وسعت کل شئ یعنی میری رحمت سب چیز کو گھیرے ہوئے ہے ف یہ وہی رحمت ہے جو مذکور ہوئی ت لیکن چونکہ اِن دو نعمتوں میں تمام مخلوق شریک تھی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ایک کو دوسری سے امتیاز دے تاکہ تعلقاتِ ارادہ و مشیت کی وسعت ظاہر ہو جاوے پس بعض موجودات کو تو صفت نمو سے ممتاز کیا جیسے نباتات و حیوانات و انسان پس بہ نسبت موجودات غیر نامیہ کے یعنی جن میں نمو نہیں اِن تینوں میں قدرت کا زیادہ ظہور ہے ف کیوں کہ ان میں ایک وصف یعنی نمو زیادہ ہے ت پھر چونکہ یہ تینوں وصف نمو میں شریک تھے حیوانات اور انسان کو حیات دیکر نباتات سے امتیاز دیا اب اس وصف میں حیوان اور آدمی شریک رہے تو بہ نسبت نباتات کے ان دونوں میں ظہور قدرت زیادہ ہوا اب یہ منظور ہوا کہ آدمی کو حیوان سے ممیز کرے پس اُس کو عقل عنایت فرمائی اور اُس کی وجہ سے تمام حیوانات پر بزرگی بخشی اور اُس کی بدولت اپنی نعمت انسان پر کامل فرمائی اور عقل

ہی کی افزونی اور روشنی ہے دونوں جہان کے کام بنتے ہیں پھر اس نعمت عقل کا تدبیر دنیا میں صرف کرنا جو خدا کے نزدیک بالکل بے قدر ہے اس نعمت کی بڑی ناشکری ہے اور معاد کے اہتمام و اصلاح میں اُس کا لگو دینا واسطے ادائے حق محسن کے جس سے اس نور کا فیضان ہوا نہایت مناسب ہے پس اپنی عقل کو جو اللہ نے اپنی منت سے دی ہے تدبیر دنیا میں مت صرف کر جیسے حق ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الدنیا جیفۃ قذرۃ یعنی دنیا مردار گندی ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحاک سے تمہاری غذا کیا ہے عرض کیا گوشت اور دودھ یا رسول اللہ فرمایا پھر وہ کیا ہو جاتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ جو ہو جاتا ہے آپ جانتے ہیں فرمایا آدمی سے جو نجاست نکلتی ہے اُس کو اللہ نے دنیا کے مثال بنایا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک اتنی بھی ہوتی جتنا مچھر کا پر تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ پلاتا۔ اور جس شخص نے اپنی عقل کو دنیا میں جو ایسی گندی ناپاک ہے صرف کیا اُس کی ایسی مثال ہے جیسے بادشاہ نے کسی کو بڑی عظمت و شان کی ایک تلوار دی جو اور رعایا کو دینا گوارا نہیں کرتا اور اس واسطے دی کہ اپنے دشمنوں کو قتل کرے اور اُس کو باندھ کر آراستہ و مزین ہو یہ تلوار لینے والا مرداراشیوں کی طرف چلا اور اُس تلوار سے اُن کو مارنا شروع کیا یہانتک کہ اُس کی چمک بے آب ہو گئی اور دھار کند ہو گئی اور اُس کی خوبی و رونق جاتی رہی جب بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گی نہایت زیبا ہے کہ اُس سے تلوار چھین لے اور اُس کی بدکرداری پر سخت سزا دے اور اپنی توجہ و عنایت سے اُس کو محروم کر دے اس سے معلوم ہوا کہ تدبیر دو قسم پر ہے ایک محمود دوسری مذموم تدبیر محمود وہ تدبیر ہے جو تجھ کو اللہ سے نزدیک کرے جیسے یہ تدبیر کرنا کہ مخلوق کے حقوق سے بری ہو جاؤں یا تو حقوق ادا کر کے یا معاف کرا کر اور توبہ کرنا خدائے تعالیٰ سے اور اُن چیزوں کی فکر کرنا جو ہوائے نفسانی کو قلع قمع کر دیں جن سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور شیطان سے بچنے کی فکر کرنا جو لوگوں کو بہکاتا ہے اور یہ سب محمود اس میں کوئی شک نہیں اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کی فکر ستر سال کی عبادت سے افضل ہے اور دنیاوی تدبیر بھی دو طرح کی ہے ایک تو دنیا کی تدبیر کرنا دنیا کے لئے دوسری دنیا کی تدبیر کرنا آخرت کیلئے اور دنیا کی تدبیر کرنا دنیا کیلئے تو یہ ہے کہ اُس کے اسباب و سامان جمع کرنیکی تدبیر کرے واسطے افتخار اور دولت بڑھانیکے اور جسقدر اس میں افزائش ہوتی جاتی ہے غفلت اور دھوکا بڑھتا جاتا ہے اور اُس کی علامت یہ ہے کہ بجا آوری احکام سے غافل کرے اور نافرمانی کا باعث ہو جائے

اور دنیا کی تدبیر آخرت کیلئے یہ ہے جیسے کوئی شخص تجارت اور پیشہ اور زراعت کی تدبیر اس نیت سے کرتا ہے کہ حلال روزی کھاؤنگا اور فاقے والوں کو اس میں سے دونگا اور اپنی آبرو لوگوں سے بچاؤں گا اور جو شخص دنیا کو اللہ کیلئے طلب کرتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ زیادہ حاصل نہ کرے اور اندوختہ نہ رکھے لوگوں کے کام اُس میں سے نکالتا ہے اہل حاجت کو اپنے پر مقدم رکھے اور زاہد کی دو علامتیں ہیں ایک علامت دنیا نہ ملنے کیوقت دوسری ملنے کیوقت دنیا ملنے کیوقت تو زہد کی پہچان یہ ہے کہ محتاجوں پر ایثار کرے اور نہ ملنے کے وقت یہ ہے کہ بھینی نہ ہو پس ایثار تو نعمت وجدان کا شکر ہے اور راحت نعمت فقدان کا شکر ہے اور یہ ثمرہ فہم و عرفان کا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا جیسا دنیا کے ملنے میں انعام ہے اسی طرح نہ دینے میں بھی بلکہ یہ نعمت زیادہ کامل ہے سفیان ثوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں دنیا کی مجھ سے دور رکھیں اُس میں زیادہ نعمت بہ نسبت اسکے کہ مجھکو عطا کیں شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ارشاد فرمایا کچھ خبر ہے دنیا کی محبت قلب سے خارج ہونیکی کیا پہچان ہے میں نے عرض کیا مجھ کو معلوم نہیں فرمایا دنیا کی محبت قلب سے خارج ہونیکی پہچان یہ ہے کہ ہُوت میں خرچ کرے اور نہ ہُوت میں چین سے بیٹھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر طالب دنیا مذموم نہیں بلکہ مذموم وہ ہے جو اپنے واسطے طلب کرے نہ رب کے واسطے اور دنیا کیلئے طلب کرے نہ آخرت کیواسطے پس دو قسم کے لوگ ہوئے ایک وہ شخص جو دنیا کو دنیا کیلئے طلب کرے دوسرا وہ جو دنیا کو آخرت کیلئے طلب کرے ہوف کسی مبتدی صوفی نے کسی کامل صوفی دولتمند سے کہا تھا۔ نہ مروست آنکہ دنیا دوست دارد انھوں نے جواب میں فرمایا اگر دارد برای دوست دارد ۔ ت میں نے اپنے شیخ ابوالعباسؒ سے سنا فرماتے تھے عارف دنیا نہیں رکھتا کیونکہ اُس کی دنیا آخرت کیلئے ہوتی ہے اور آخرت رب کیلئے اسی پر محمول کئے جاوینگے احوال صحابہ اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے جب کبھی وہ لوگ اسباب دنیا میں داخل ہوئے اسئے اِن کو اللہ کا قرب مقصود تھا اور اُس کی رضا کے اسباب پیدا کرتے تھے دُنیا اور اُس کی زینت اور لذت مقصود نہ تھی حق تعالیٰ نے بھی اُن کا یہی وصف فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ الآیۃ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اُن کے ساتھی کفار کے مقابلے میں سخت ہیں آپس میں مہربان ہیں دیکھے گا تو اُن کو رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے ڈھونڈھ رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کو اُن کی نشانی

اُن کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے اور دوسری آیت میں فرمایا فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ o رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ o یعنی اللہ کا نور اُن گھروں میں ہے کہ اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ وہ گھر اونچے کئے جاویں اور اُن گھروں میں اُس کا نام پاک ذکر کیا جاوے اُس میں اللہ کی تسبیح صبح و شام ایسے لوگ کرتے ہیں کہ غافل نہیں کرتی اُن کو سوداگری اور سودا سلف اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں وہ لوگ ایسے دن سے کہ بدل جائینگے اُس میں قلوب اور نگاہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاہَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْہُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْہُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا یعنی ایسے لوگ کہ سچ کر دکھلایا اُنھوں نے جو کچھ اللہ سے عہد کیا تھا پس بعضے تو اُن میں وہ ہیں جنھوں نے اپنی منت پوری کر دی اور بعض انتظار میں ہیں اور انھوں نے عہد کو بالکل نہیں بدلا اور اس مضمون کی بہت آئتیں ہیں اور ایسے لوگوں پر گمان ہو سکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی صحبت اور مخاطب قرآن بنانے کیلئے پسند کیا پس قیامت تک کوئی مسلمان نہیں جس کی گردن پر صحابہؓ کے بیشمار اور یاد رکھنے کے قابل احسان نہ ہوں کیونکہ وہی لوگ تو ہیں جنھوں نے حکمت اور احکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچایا اور حلال اور حرام کو بیان کیا اور خاص و عام کو سمجھایا اور اقالیم اور شہر فتح کئے اور مشرکین اور معاندین کو زیر کیا اور سچ ہے جو کہ اُن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے سب یار مثل ستاروں کے ہیں جسکے پیچھے لگو گے راہ ملجاویگی اور حق تعالیٰ نے پہلی آیت میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ (الخ) اُن کے بہت سے اوصاف ذکر فرمائے یہانتک کہ فرمایا یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا یعنی وہ لوگ اللہ کے فضل و رضا کو ڈھونڈھتے ہیں پس اللہ تعالیٰ جو اُن کے اسرار پر مطلع ہے اور اُن کے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے وہ خبر دے رہا ہے کہ اُنکو اپنے مقاصد میں دنیا مطلوب نہیں اور بجز رضا و فضل خداوندی کے دوسرا مقصود نہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے حق میں فرماتا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ یعنی جمکر بیٹھا کرو اُن لوگوں کیساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام چاہتے ہیں اُس کی رضا مندی پس اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلا دی کہ سوا خدا کے کچھ اُن کی مراد نہیں اور اُس کے سوا اُن کا کچھ مقصود نہیں اور دوسری آیت میں یوں فرماتا ہے کہ پاکی بیان کرتے ہیں اللہ کی اُن گھروں میں صبح و

۵ [illegible] عقیدت سے ... الٰہی ... ہیں ۱۲ لطائف شریف

شام ایسے لوگ کہ غافل نہیں کرتی اُن کو تجارت اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اس میں یہ اشارہ ہی
کہ اُن کے قلوب پاک ہوگئے اور ان کے انوار کامل ہوگئے اسی واسطے دنیا اُن کے قلوب کو نہیں چھو سکتی
اور اُن کے چہرۂ ایمان پر خراش نہیں کرسکتی اور دنیا ایسے قلوب میں کیونکر جا سکتی ہے جن کو اللہ نے اپنی محبت
سے بھر دیا ہو اور اپنے قرب کے انوار اُس میں روشن کردیے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ
عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ط یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ قابو نہ چلے گا پس اگر دنیا کا زور اُن کے دلوں پر چلتا
تو شیطان کا بھی بس چلتا کیونکہ شیطان کی رسائی اُن قلوب تک نہیں جن کے انوار نہ بدر روشن ہوں اور
جُنت دنیا کے میل سے پاک و صاف ہوگئے ہوں پس مطلب اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ط کا یہ ہے
کہ نہ تیرا اور نہ اور کسی مخلوق کا قابو چل سکتا ہے کیونکہ میری عظمت کا غلبہ جو اُن کے قلوب پر ہے وہ میرے
سوا کسی کا غلبہ وہاں تک آنے نہیں دیتا پس آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اُنکا یہ وصف فرمایا ہے کہ تجارت
اور بیع اُن کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ تجارت اور بیع نہیں کرتے بلکہ اس آیت کے
مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ بیع اور تجارت جائز ہے تمنے کیا یہ قول نہیں سنا اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاِیْتَآءَ
الزَّکٰوۃِ پس اگر غنا سے منع فرمانا منظور ہوتا تو سبب غنا سے بھی کہ بیع و تجارت ہے منع فرماتے دیکھو اِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ
میں جب زکوٰۃ کو واجب فرمایا اس سے صاف واضح ہوا کہ جن لوگوں کے یہ اوصاف مذکور ہوئے اُن میں بعض
غنی بھی ہوتے ہیں اور پھر بھی تعریف کے قابل رہتے ہیں جبکہ اپنے مولیٰ کے حقوق ادا کرتے رہیں عبد اللہ بن
عتبہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ جس روز شہید ہوئے ہیں اُن کے خزانچی کے پاس ڈیڑھ لاکھ دینار
اور دس لاکھ درہم تھے اور اریس و خیبر اور وادی القریٰ کے درمیان میں کچھ زمینیں تھیں جن کی قیمت دو لاکھ
دینار تھی اور زبیر رضی اللہ عنہ کے ترکہ کا آٹھواں حصہ پچاس ہزار دینار تھے ف اور پورا ترکہ چار لاکھ
دینار ہوئے تت اور ایک ہزار گھوڑے اور ایکہزار غلام چھوڑے تھے اور عمرو بن العاص رض نے تین لاکھ دینار
چھوڑے اور عبد الرحمٰن بن عوف رض کا غنی ہونا اتنا مشہور ہے کہ ذکر کرنیکی ضرورت نہیں اور دنیا ان حضرات
کے ہاتھوں میں تھی دلوں میں نہ تھی جب نہ ملی تھی صبر کیا جب ملی شکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ابتدائے امر میں
اُنکو فاقے میں مبتلا فرمایا یہانتک کہ اُن کے انوار کمال کو پہونچ گئے اور اسرار پاک ہوگئے پھر اُن کو دنیا دی
کیونکہ اگر پہلے ہی ملجاتی تو شاید اُن پر اثر کرتی چونکہ بعد تمکین اور رسوخ یقین کے ملی اُس میں اس طرح
تصرف کیا جیسا امانت دار خزانچی تصرف کرتا ہے اور اس ارشاد کو پورا بجالائے وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ

یعنی خرچ کرو اُس چیز سے جس میں تم کو خلیفہ کیا ف حاصل یہ کہ مالکانہ تصرف نہ کرتے تھے بلکہ چاکرانہ کرتے تھے
ت اسی مقام سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اول امر میں جہاد کرنے سے اس ارشاد میں کیوں ممانعت فرمادی تھی فاعفوا
واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ یعنی معاف کرو اور درگذر کرو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے وجہ یہ کہ
اگر ابتدائے اسلام میں جہاد کی اجازت ہوتی تو شاید بعض نومسلموں کو جو اجازت ملتی تو اپنا ذاتی بدلہ لینے
لگتے اور خرابی نیت کی خبر بھی نہ ہوتی یہانتک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوئی ضرب لگاتے تھے تو
اُس کے ٹھنڈے ہونے تک ٹھیرے رہتے تھے پھر دوسری ضرب لگاتے تھے اس اندیشے سے کہ شاید اس کے پیچھے
اگر ماروں تو کہیں نفس کی آمیزش نہ ہو جاوے اس کا باعث یہ تھا کہ آپ نفس کے چھپے دھوکوں کو پہچانتے تھے
اور بڑی حفاظت صحابہؓ کو دلوں کی تھی اور اپنے اعمال کو خالص کرنیکی اور اندیشہ ناک رہتے تھے کہ اُن کی
عمل میں ایسی چیز نہ مل جاوے جس سے رضائے مولیٰ مقصود نہ ہو پس دنیا صحابہؓ کے ہاتھ میں تھی نہ دلوں میں
اور دلیل اس کی یہ ہے کہ صحابہؓ دنیا سے علیحدہ رہتے تھے اور دوسروں کو اپنے نفس پر مقدم رکھتے تھے۔
حق تعالیٰ اُن کی شان میں فرماتے ہیں یُؤثِرُونَ عَلٰی اَنفُسِھِم وَلَو کَانَ بِھِم خَصَاصَۃٌ یعنی اوروں کو
اپنی ذات پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود اُن پر فاقہ ہو یہانتک کہ کسی صحابی کے پاس ایک بکری کی سری ہدیہ آئی
فرمایا فلاں شخص مجھ سے زیادہ مستحق ہے اُن بزرگ نے اور کسی کا نام بتلادیا انھوں نے اور کا نام لے دیا یوں ہی ایک
دوسرے کے پاس بھیجتے رہے یہانتک کہ سات آٹھ آدمیوں میں گھوم گھام پھر پہلے صحابی کے پاس لوٹ کر
آئی اور اس کی کافی دلیل ہے حضرت عمرؓ کا نصف مال سے علیحدہ ہوجانا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کل مال
سے علیحدہ ہوجانا اور عبد الرحمن بن عوفؓ کا سات سو اونٹ لدے لدائے دیدینا اور حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کا جیش تبوک کیلئے سامان کردینا اور بہت سے عمدہ کام اور اچھے حالات اُن کے منقول
ہیں اور دوسری آیت جو ہے رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاھَدُوا اللہَ عَلَیہِ الخ اس میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے پوشیدہ
صدق کی خبر دی ہے جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مطلع نہیں ہوسکتا اور یہ بہت بڑی تعریف اور
فخر کی بات ہے کیونکہ ظاہر افعال میں باعتبار علم مخلوق کے کبھی حالات مشتبہ ہوسکتے ہیں ان آیات سے
اُن کے ظاہر اور باطن کا تزکیہ ہوتا ہے اور اُن کے محامد اور مفاخر ثابت ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ
تدبیر دنیا دو قسم پر ہے ایک تدبیر دنیا کے واسطے دنیا کے جیسا دور افتادہ اہل غفلت کا
حال ہے دوسری تدبیر دنیا کی۔ واسطے آخرت کے جیسا صحابہ کرام اور سلف صالحین کا حال تھا اور اسکی

دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نماز میں اپنے لشکر کا سامان درست کرتا ہوں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدبیر معائنہ اور حضوری کی حالت میں تھی سو وہ تدبیر اللہ کے واسطے تھی اسی لئے نماز فاسد ہوئی نہ کمال میں نقصان آیا اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمہارا تو یہ دعویٰ ہے کہ اُن میں سے کوئی دنیا کا طالب نہ تھا حالانکہ یوم اُحد میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو یوں فرمایا کہ بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طالب تھے۔ یہانتک کہ بعض صحابہؓ کا قول ہے کہ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ ہم میں کوئی دنیا کا طالب ہی یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ اب اس کا جواب سمجھو اللہ تمکو سمجھنے کی توفیق دے اور اپنے کلام کے سننے کے لائق کرے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ صحابہؓ کے ساتھ نیک گمان رکھے اور اُن کی بزرگی کا معتقد رہے اور اُن کے جمیع اقوال و افعال احوال کو خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے ہوں یا بعد کے اچھے وجوہ پر محمول کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب اُن کی پاکی بیان فرمائی تو کسی زمانہ کیساتھ مقید نہیں کیا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابی کالنجوم الحدیث میں مطلق ارشاد فرمایا اور اس آیت کے دو جواب ہیں جواب اول اس آیت کا یہ ہے کہ بعضے تم میں سے دنیا چاہتے تھے یعنی آخرت کے واسطے جیسے وہ لوگ جنھوں نے غنیمت لینا چاہا تھا کہ اس میں سے خرچ و ایثار کرکے اللہ سے نیک معاملہ کریں اور بعضوں کا یہ مقصود نہ تھا صرف فضیلت جہاد ہی حاصل کرنا مطلوب تھا انھوں نے غنیمت کی طرف مڑکر بھی نہیں دیکھا نہ اُس کی طرف التفات کیا پس صحابہؓ میں بعض فاضل و کامل تھے بعضے افضل و اکمل ناقص کوئی نہ تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ آقا اپنے خاص غلام کو جو چاہے کہے ہمکو اس غلام کیساتھ ادب لازم ہے کیونکہ اس کو آقا سے نسبت خاص ہے یہ نہیں کہ آقا اپنے غلام کو جو کہے ہم بھی وہی نسبت کریں یا اُس کو خطاب کرنے لگیں کیونکہ آقا تو غلام کو اس واسطے جو چاہے کہہ لیتا ہے کہ اُسکو خدمت کی رغبت پیدا ہو اور اُس کی ہمت و عزم کو ترقی ہو اور ہم کو حدود ادب کا لحاظ رکھنا ضرور ہے اور اگر قرآن مجید میں تلاش کیا جاوے بہت سے ایسے مضامین نکلیں گے مثلاً ایک سورۂ عبس ہی ہے یہانتک کہ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وحی میں سے کوئی چیز چھپاتے تو اس سورۃ کو ضرور چھپا لیتے اس سے ثابت ہوگیا کہ اسقاط تدبیر جو ممدوح ہے اُس کے یہ معنی نہیں کہ اسباب دنیا اور فکر مصالح میں بقصد طاعت مولیٰ و کار آخرت کے بھی داخل نہ ہو بلکہ تدبیر ممنوع وہ ہے کہ دنیا کی تدبیر دنیا ہی کیلئے کرے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ ذریعہ نافرمانی بنجاوے اور حلال و حرام سے اُس کو سمیٹنا شروع کرے فائدہ جاننا چاہئے کہ اشیا کا مذموم و محمود ہونا اُن کے نتائج کے اعتبار سے ہے پس تدبیر مذموم وہ ہے جو اللہ کے غافل اور ادائے خدمت مولیٰ سے معطل کر دے اور اُس کے معاملے سے باز رکھے اور تدبیر محمود وہ ہے جس کی یہ شان نہو بلکہ

سوال و جواب

فائدہ

منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ

اللہ کا قرب بخشے اور اُس کی رضامندی تک پہنچاوے ۔ اسی طرح دنیا علی الاطلاق نہ مذموم ہے نہ محمود بلکہ مذموم
وہ ہے جو مولیٰ سے غافل کرے اور آخرت کے لئے سامان کرنے سے باز رکھے جیسے بعض عارفین کا قول ہے
جو چیز تجھکو اللہ سے غافل کرے خواہ بیوی ہو یا مال ہو یا اولاد ہو وہ تیرے حق میں منحوس ہے اور دنیائے
ممدوح وہ ہے جو طاعت الٰہی میں معین ہو اور خدمت مولیٰ میں سرگرم اور مستعد کرے الحاصل جو اچھے کاموں کا
ذریعہ ہے وہ ممدوح ہے جو بُرے کاموں کا ذریعہ ہے وہ مذموم ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی
ہے کہ دنیا مُردار گندی سڑی ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ملعون ہے اور جو اُس میں ہے
وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر اور جو چیز اُس کے متعلق ہو اور عالم اور طالب علم اور فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے آدمی میں سے جو نجاست نکلتی ہے اللہ تعالیٰ نے اُس کو دنیا کی مثال بنایا ہے ان احادیث کا مقتضا یہ
ہے کہ وہ مذموم ہو اور لوگ اُس سے نفرت کریں اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا ہے کہ دنیا
کو برا مت کہو کہ ایماندار کیلئے خوب سواری ہے اسی پر سوار ہو کر خیر حاصل کر سکتا ہے اور شر سے بچ سکتا ہے پس
جس دنیا پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے وہ دنیا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے اسی واسطے
آپ نے حدیث میں استثنا فرما دیا کہ الا ذکر اللہ الخ یعنی مگر ذکر اللہ کا اور جو اُس کے متعلق ہو اور عالم اور طالب
علم تو آپنے بیان فرما دیا کہ یہ چیزیں دُنیا میں داخل نہیں اور جس دنیا کی نسبت فرمایا کہ بُرا مت کہو یہ وہ دنیا
ہے جو تم کو طاعت الٰہی تک پہنچاوے اسیواسطے حضرت نے فرمایا کہ وہ ایمان والیکے لئے خوب سواری ہے
سو سواری ہونیکے اعتبار سے اُس کی مدح فرمائی نہ اس حیثیت سے کہ وہ دھوکہ اور گناہوں کا مقام ہے پس
تیری سمجھ میں آگیا ہوگا کہ ترک تدبیر کے یہ معنے نہیں کہ بالکل اسباب سے کنارہ اختیار کیے یہانتک کہ انسان
ضائع ہونے لگے پھر تو لوگوں پر بار ہو جاوے اور اللہ کی حکمت جو اثبات اسباب اور ارتباط وسائط میں ہے
اُس سے جاہل بنجاوے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی عابد پر آپ کا گذر ہوا اُس سے دریافت
کیا کہ تو کہاں سے کھاتا ہے اُس نے عرض کیا کہ میرا بھائی مجھکو کھانیکو دیتا ہے آپنے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھ سے
زیادہ عابد ہے یعنی تیرا بھائی اگرچہ بازار میں رہتا ہے مگر تجھ سے زیادہ عبادت کرتا ہے کیونکہ وہی تو
طاعت میں تیرا معین ہے اور تجھکو عبادت کیلئے فارغ کر رکھا ہے اور اسباب میں قدم رکھنے کا کیسے انکار
ہو سکتا ہے جبکہ یہ آیتیں آچکیں وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی خرید و فروخت اللہ نے حلال کیا اور
سود کو حرام کیا وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَایَعْتُمْ یعنی گواہ کر لیا کرو جب بیع و شرا کرو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے زیادہ حلال روزی جس کو آدمی کھائے وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی ہو اور داؤد علیہ السلام دستکاری سے کھاتے
تھے اور فرمایا ہے سب سے اچھی کمائی دستکاری ہے جب دغا فریب نہ کرے اور فرمایا ہے جو سوداگر امانت دار سچا
مسلمان ہو وہ قیامت کے دن شہیدوں کیساتھ ہوگا۔ ان آیات اور احادیث کے بعد کیسے ہوسکتا ہے کہ اسباب
کی مطلقاً مذمت کیجاوے لیکن جو اللہ سے غافل کردے اور اُسکے معاملے سے باز رکھے وہ بیشک مذموم ہے اور
اگر تو یہ اسباب بالکل چھوڑ کر تجرید اختیار کرے مگر اللہ سے غفلت ہو تب بھی مذموم ہے اور آفات صرف اہل
اسباب ہی پر نہیں پڑتے بلکہ اہل تجرید بھی مبتلا ہوتے ہیں اللہ کے قہر سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اُس کی مہر ہو
بلکہ بعض اوقات اہل تجرید پر آفت سخت آتی ہے کیونکہ اہل اسباب پر تو یہی آفت ہے کہ وہ دنیا میں داخل ہوتے
ہیں مگر مدعی نہیں ہوتے ظاہر باطن اُنکا یکساں ہے اپنے قصور کا اقرار کرتے ہیں جو لوگ فارغ ہو کر اللہ کی عبادت
میں لگے ہیں اُن کو اپنے سے افضل سمجھتے ہیں اور اہل تجرید کی آفتیں یہ ہیں کہ کبھی عجب پیدا ہو جاتا ہے یا تکبر
یا نمائش یا تصنع یا مخلوق کیواسطے طاعت الٰہی سے آراستہ ہونا تاکہ اُن کا مال حاصل کرے اور کبھی یہ آفت
ہوتی ہے کہ مخلوق پر اعتماد اور سہارا ہو جاتا ہے اور اُس کی پہچان یہ ہے کہ اگر لوگ اُس کی تعظیم نہ کریں تو اُنکی
مذمت کرتا ہے اور جو خدمت نہ کریں تو اُن پر ناخوش ہوتا ہے پس جو شخص اسباب میں غفلت کیساتھ ڈوبا ہے اُسکی
حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتیں درست کرے اور ہمارے نفوس کو اپنے فضل و کرم سے آفات
سے پاک کرے **فصل** شاید اس کلام سے تو یوں سمجھ جائے کہ متجرد و متسبب ایک مرتبے میں ہیں **ف** کیونکہ آفت
دونوں پر آتی ہے اور محفوظ بھی دونوں رہ سکتے ہیں **ت** حالانکہ یہ بات نہیں اور جس شخص نے اپنے کو اللہ
کی عبادت کیلئے فارغ کردیا اور اپنی اوقات کو اُس کیساتھ مشغول کردیا خدائے تعالیٰ ہرگز اُس کو اُس شخص کے
مثل نہیں کریگا جو اسباب میں داخل ہوتا ہے اگرچہ اُس میں تقویٰ رکھتا ہو پس اگر متسبب اور متجرد کا مقام باعتبار
معرفت الٰہیہ کے برابر ہو اس وقت متجرد ہی افضل ہے اور اُسکا شغل اعلیٰ اور اکمل ہے اسی لئے بعض عارفین کا
قول ہے کہ مثال متسبب اور متجرد کی ایسی ہے جیسے بادشاہ کے دو غلام ہوں ایک سے تو فرمایا کہ کماؤ اور کھاؤ اور دوسرے
کو حکم ہوا کہ تم ہمارے دربار میں حاضر خدمت رہا کرو تمہاری حاجت کا ہم انتظام کردینگے سو اس غلام کا رتبہ آقا
کے نزدیک زیادہ ہے اور اس کیساتھ ایسا معاملہ کرنا اُس کی عنایت کی بڑی دلیل ہے علاوہ یہ ہے کہ اسباب
میں داخل ہو کر نافرمانی سے بچنا اور صفائی عبادت نصیب ہونا شاذ و نادر ہے کیونکہ ناجنسوں سے بسر کرنا ہوگا
اہل غفلت اور عناد سے ملنا ہوگا اور بڑا معین طاعت پر مطیعین کا دیکھنا ہے اور بڑا باعث گناہ میں مبتلا

آفات اہل اسباب و اہل تجرید

له حدیث میں ہے التاجر الامین الصدوق المسلم مع الشہداء یوم القیامۃ

تنبیہ

له یعنی ہے ان کلا منہم ... من امر اللہ الا من رحم ۱۲ منہ

ہونے کا گناہ والوں کا دیکھنا ہے جیسا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے سو ذرا دیکھ بھال کر دوستی کیا کر کسی شاعر نے کہا ہے ؎ آدمی کو پوچھ مت دیکھ اُسکا یار + یار اپنے یار کا ہے مقتدی + ہو جو اس میں شر تو ہو جلدی جُدا + خیر گر ہو مل کے ہو تو ہندی + اور نفس میں خاصیت ہے کہ جس سے ملتا ہے اُس کے ساتھ تشبہ کرتا ہے اور اُس کی نقل اُتارتا ہے اور اُسکی صفات سے متصف اور مشابہ ہو جاتا ہے پس غافلین کی صحبت نفس کیلئے اور مُعین غفلت بنجاتی ہے کیونکہ اصل وضع میں غفلت اُس کے مناسب ہے ہر گاہ اُس کیساتھ ایک سبب بھی ملجاوے کہ وہ مخالطت غافلین ہے اُسوقت تو کیا حال ہوگا اور اے بھائی تجھ کو اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اپنا ہی حال دیکھ لے کہ جب تو گھر سے نکلتا ہے اور جب تو لوٹ کر آتا ہے دونوں وقت میں ایک سا حال نہیں ہوتا گھر سے جانیکے وقت تجھ پر انوار کا غلبہ ہوتا ہے سینہ کشادہ ہوتا ہے طاعت کی ہمت ہوتی ہے دنیا میں بے رغبتی ہوتی ہے اور لوٹتے ہوئے یہ حالت نہیں ہوتی اور یہ مقامات نہیں رہتے جسکا سبب صرف کدورت مخالطت ہے اور ظلمت اسباب میں قلوب کا غرق ہونا اور اگر یہ بات ہوا کرتی کہ اسباب و معاصی کے جانبسے اُن کا اثر بھی جاتا رہا کرتا تو بیشک قلوب کیلئے سیر الی اللہ سے بعد انفصال و زوال کے مانع نہ ہوتے مگر اُنکا حال تو آگ کا سا ہے کہ جلنا موقوف ہو جائے مگر سیاہی باقی رہتی ہے اور اہل اسباب کو دو چیزوں کی بڑی ضرورت ہے علم اور تقویٰ علم کے ذریعہ سے تو حلال و حرام کو جانے گا اور تقویٰ کی وجہ سے ارتکاب گناہ سے بچے گا۔ حاجت علم کی تو اسلئے ہے کہ جو احکام متعلق معاملات بیع و سلم و صرف وغیرہ کے ہیں اُن کو جاننا ضرور ہے ساتھ ہی اسکے جو واجبات و فرائض معینہ ہیں اُن کا علم بھی ضروری ہے **ف** تاکہ فوت نہ ہو جاویں **ت** تنبیہ و اعلام چند امور کا التزام اہل تسبب کو رکھنا چاہیے **اوّل امر** قبل گھر سے نکلنے کے اللہ کیساتھ پورا عزم کرلیں کہ اگر مجھ کو کوئی شخص رنج پہنچاویگا تو معاف کر دوں گا کیونکہ بازار ایسا موقع ہے جسمیں جھگڑا بات چیت ہو ہی جاتی ہے اسیواسطے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم ابی ضمضم کے برابر بھی نہیں ہو سکتے اُس کی عادت تھی کہ گھر سے نکلتے وقت دعا کرتا یا اللہ میں نے اپنی آبرو مسلمانوں پر تصدق کر دی **دوسرا امر** قبل باہر نکلنے کے مناسب ہے کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھ لے اور اللہ سے دعا کرے کہ اس جانے میں سلامتی رہے کیونکہ اس شخص کو معلوم نہیں کہ کیا مقدر ہے کیونکہ بازار میں جانے والا ایسا ہے جیسا لڑائی میں جانے والا پس مسلمان کو زیبا ہے کہ اعتصام و توکل کی زرہ پہنے جو دشمنوں کے تیروں سے اُس کو بچائے **ف** یعنی بازار میں شیطان کا پورا دخل ہے اُس کا اور اُس کے لشکر جن و انس کے مکائد سے پناہ مانگنا ضرور ہے **ت** اور جو اللہ کی

ملہ حدیث شریف ہے المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل ۱۲ تنویر

ملہ حدیث شریف ہے ایعجز احدکم ان یکون کابی ضمضم کان اذا خرج من بیتہ قال اللہم انی تصدقت بعرضی علی المسلمین ۱۲ تنویر

ضرورت علم اہل اسباب

ضرورت تقوی اہل اسباب

امر اول

امر دوم

پناہ میں آیا اُس کو سیدھی راہ ملی اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اُس کو کافی ہے تیسرا امر جب گھر سے جانے لگے تو مناسب ہے کہ اپنے اہل وعیال اور گھر کو اور گھر کی چیزوں کو اللہ کے سپرد کر دے کہ اللہ کی حفاظت اس میں زیادہ ہوتی ہے اور یہ آیت پڑھے فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۔ یعنی اللہ اچھا نگہبان ہے اور وہ سب مہر والوں سے زیادہ مہر والا ہے اور یہ دعا جو حدیث میں آئی ہے پڑھے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْوَلَدِ وَالْمَالِ کیونکہ اللہ کے سپرد کرنے میں امید ہے کہ لوٹ کر اُن کو اچھی حالت میں پائے گا کسی شخص نے سفر کیا اور اُس کی بی بی حاملہ تھی جب سفر کو جانے لگا کہا یا اللہ جو اس عورت کے پیٹ میں ہے تجھ کو سونپتا ہوں اتفاق سے اُسکے پیچھے وہ بیوی مرگئی جب سفر سے آیا اُس کا حال دریافت کیا لوگوں نے کہا کہ وہ تو حالت حمل میں مرگئی جب شب ہوئی قبرستان میں ایک نور نظر آیا وہ اُس کی تاک پر چلا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُس عورت کی قبر سے نور نکل رہا ہے اور ایک بچہ اُسکی چھاتیوں سے دودھ پی رہا ہے ایک ہاتف نے آواز دی کہ تو نے ہمکو بچہ سونپا تھا وہ تو نے پایا اگر دونوں کو سونپ جاتا تو دونوں کو پاتا چوتھا امر جب گھر سے نکلنے لگے تو مستحب ہے کہ یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اس کہنے سے شیطان مایوس ہو جاتا ہے پانچواں امر لوگوں کو اچھے کام بتلائے بری باتوں سے منع کرے اور اُس کو نعمت قوت وتقوی کا شکر سمجھے جو کہ اللہ نے اُس کو عنایت کی ہیں اور اس ارشاد خداوندی کو یاد کرے اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۔ یعنی ایسے لوگ کہ اگر ہم اُن کو قدرت دیں زمین میں تو نمازیں قائم کریں اور زکوۃ دیں اور نیک باتیں بتلاویں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور اللہ ہی کے لئے ہے انجام سب کاموں کا پس جس شخص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ممکن ہو اور کسی طرح کا صدمہ اُس کی جان یا آبرو یا مال کو نہ پہنچے تو وہ قدرت والوں میں داخل ہے اور وجوب اُسکے ساتھ متعلق ہے اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلے صدمہ پہنچے یا بعد میں صدمہ پہنچنے کا ظن غالب ہو اس وقت وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور دل سے برا سمجھنا ہی کافی ہے چھٹا امر سکون ووقار کیساتھ چلے فرمایا اللہ تعالی نے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۔ یعنی اللہ کے خاص بندے ایسے ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرمی سے اور جب بات چیت کرتے ہیں اُن سے جاہل لوگ کہتے ہیں وہ ملنساری کی بات اور یہ سکون ووقار کچھ چلنے کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ امر مطلوب یہ ہے کہ تیرے سب افعال میں سکون ہو اور ہر امر میں استقلال ہو ساتواں امر یہ کہ بازار میں اللہ تعالی کو یاد کرے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے

کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنیوالا ایسا ہے جیسا بھاگنے والوں میں لڑنیوالا یا مانند ہیں اللہ کا ذکر کرنیوالا ایسا ہے جیسا
مُردوں میں زندہ اور بعض بندگان پیشین کی عادت تھی کہ خچر پر سوار ہو کر بازار جاتے اور اللہ کا ذکر کرکے واپس
آتے اور خاص اسی واسطے جایا کرتے آٹھواں امر بیع وشرا اور کسب معاش میں باجماعت وقت پر نماز پڑھنے
سے غافل نہ ہو کیونکہ ان اشغال کے سبب اگر نماز ضائع کریگا تو اللہ کے غضب اور کمائی میں بے برکتی کا مستحق
ہوتا ہے اور اس سے شرمانا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ اپنے بندے کو ایسی حالت میں دیکھے کہ اپنے حظوظ نفسانی
میں اپنے رب کے حقوق سے غافل ہو جاوے اور بعض سلف کی یہ عادت تھی کہ اپنا کام کر رہے ہیں ہتھوڑا اٹھایا
ہے کہ مؤذن کی آواز سنی اسکو پیچھے ہی چھوڑ دیا تاکہ طاعت کیطرف بلائے جانیکے بعد کچھ بھی مشغولی نہ ہو اور جب
مؤذن کی آواز سنے تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد کرے یَا قَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ یعنی اے ہمارے لوگو اللہ کے
پکارنیوالے کا کہا مانو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا
یُحْیِیْکُمْ یعنی اے ایمان والو کہا مانو اللہ کا اور رسول کا جب تم کو ایسی چیز کی طرف بلاوے جو تمہاری حیات کا
باعث ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ یعنی اپنے رب کا کہا مانو اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ میں نعل مبارک درست فرماتے اور خادم کو سہارا لگا دیتے جہاں
اذان ہوئی اس طرح چل کھڑے ہوتے گویا ہم سے کچھ جان پہچان ہی نہیں نواں امر قسم نکھاوے اور اپنی چیز
کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے اور اسکے بارے میں سخت وعید آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
سوداگر لوگ فاجر ہیں مگر جو نیکی کرے اور سچ بولے دسواں امر غیبت اور چغلخوری سے زبان بند کرے اور
اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد کرے وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا الخ یعنی آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا
تم کو یہ بات پسند ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاؤ ضرور تمکو بُرا لگے گا اور جاننا چاہیے کہ غیبت سننے والا بھی
مثل غیبت کرنیوالے کے ہے پس اگر اُسکے سامنے کسی کی غیبت کیجاوے تو اول تو انکار کرنا چاہیے اور اگر کوئی اُسکی
بات نہ سنے تو وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہو اور خلقت کی حیا اللہ کیلئے کھڑے ہو جانے سے باز نہ رکھے کیونکہ اللہ سے
شرم کرنا زیادہ زیبا ہے اور اللہ ورسول کا راضی رکھنا لوگوں کے راضی رکھنے سے زیادہ مناسب ہے جیسا اللہ
تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ غیبت چھتیس زنا سے
جو حالت اسلام میں ہوں زیادہ شدید ہے شیخ ابو الحسن فرماتے ہیں کہ فقیر متسبب کے چار آداب ہیں اگر فقیر اُن سے
خالی ہے تو اسکی کچھ قدر نہ کرو گو سارے جہان سے علم میں زائد ہو ایک تو ظالموں سے کنارہ کرنا دوسرے آخرت

والوں کو ترجیح دینا تیسرے فاقے والوں کی غمخواری کرنا چوتھے پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرنا اور واقعی شیخ نے سچ فرمایا کیونکہ ظالموں سے کنارہ کرنے میں دین کی سلامتی ہے وجہ یہ کہ ظالموں کی صحبت نور ایمان کو تاریک کر دیتی ہے اور انسے کنارہ کرنا عذاب الٰہی سے بھی بچاتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ یعنی ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی لگے تم کو آگ اور یہ جو فرمایا کہ آخرت والوں کو ترجیح دینا اس کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے پاس بکثرت آمد و رفت رکھے اور ان سے فیوض اور برکات حاصل کرے تاکہ کدورت اسباب پر زور آور رہے اُن اولیاء اللہ کے برکات اور آثار اسپر ظاہر ہوں اور اکثر اوقات اسباب میں بھی اُن سے مدد پہنچی ہے اور اُنکی محبت اور اعتقاد کی بدولت معصیت سے محفوظ رہتا ہی اور یہ جو فرمایا کہ فاقے والوں کی غمخواری کرنا اسکی وجہ یہ ہے کہ بندے پر واجب ہے کہ اللہ کی جو نعمت اُس کی پاس ہو اُس کا شکر کرے پس جب اسباب تجھ پر کشادہ فرمائے تو اُنکا خیال کر جن پر اسباب کے دروازے بند ہیں ف یعنی سامان میں بے سامانوں کا خیال رکھے اور جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کا امتحان اہل فاقہ سے اور اہل فاقہ کا امتحان اغنیاء سے فرمایا ہے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا یعنی کیا ہم نے بعضے تمہارے کو واسطے بعضے کے آزمائش آیا صبر کرتے ہو اور ہے پروردگار تیرا دیکھنے والا اور فاقہ والونکا وجود اہل غنا پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ انکو ایسے لوگ ملے جو اُن کے بوجھ آخرت تک اٹھا لیے جاتے ہیں ف یعنی اگر غنی چاہے کہ اپنا مال اسباب آخرت میں بھیجوں تو یہ امر محتاجوں کے ذریعہ سے ممکن ہے ت اور انکو ایسے لوگ ملے کہ جہاں انھوں نے لیا تو اللہ نے لے لیا اور اللہ خود غنی محمود ہے اگر اللہ تعالیٰ فقیر کو نہ پیدا کرتا تو اغنیاء کے صدقات کیسے مقبول ہوتے اور ایسے لوگوں کو کہاں پاتے جو اُن سے لے لیویں اسی واسطے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حلال مال سے صدقہ دے اور اللہ حلال ہی مال قبول کرتا ہے تو گویا وہ خدا تعالیٰ کی ہاتھ میں رکھتا ہے اللہ اُس کو پالتا ہے جیسے تم میں کوئی شخص اپنا بچھڑا یا اونٹ کا بچہ پالا کرتا ہے یہانتک کہ ایک لقمہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے ف یعنی اُس کا ثواب بڑھتا رہتا ہے ت اسیواسطے قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ صدقہ دینے والیکو کوئی شخص ایسا نہ ملے گا جو اُسکا صدقہ لے لیوے اور یہ جو فرمایا شیخؒ نے کہ پانچوں وقت کی نماز جماعت کیساتھ ادا کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب فقیر متسبب کو یہ امر میسر نہ ہوا کہ اللہ کی عبادت کے لئے فارغ ہو کر خاص طور پر خدمت و اطاعت میں لگا رہے تو اتنا ضرور ہے کہ پانچ وقت کی نماز جماعت سے فوت نہ ہو تاکہ یہ التزام جدید انوار و حصول بصیرت کا موجب ہو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے پر پچیس حصہ زیادہ بزرگی رکھتی ہے اور دوسری حدیث میں ستائیس حصہ آئے ہیں اور اگر یہ امر شروع کر دیا جاتا کہ ہر شخص اپنی دوکان اور گھر میں نماز پڑھ لیا کرے تو مسجدیں ساری بیکار ہی ہو جاتیں جنکے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال ہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ الآیۃ دوسری وجہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ ہمیشہ نماز پڑھنے میں قلوب مجتمع رہتے ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں آپس میں اتفاق رہتا ہے مسلمانوں کا یکجا دیکھنا میسر ہوتا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر اور یہ بات ہے کہ جب جماعت مجتمع ہوتی اُن کے قلوب کے برکات حاضرین پر کھلتے ہیں اور اُن کے انوار پاس والوں پر پھیلتے ہیں اور اُن کا مجتمع اور متصل ہونا مثال ایک لشکر کے ہوتا ہے کہ جب وہ مجتمع اور متصل ہوتا ہے تو غلبے کا سبب ہوتا ہے اور آیت کے ایک یہ بھی معنی ہیں ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص ہ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو چاہتا ہے جو اُس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں جیسے ایک مکان ہو جس میں سیسہ بھرا ہو ضمیمہ اور اے ایمان والے تجھ پر یہ بھی لازم ہے کہ اپنے کام کے لئے نکلنے کیوقت سے لوٹنے تک اپنی نگاہ ناجائز چیز کے دیکھنے سے پست رکھے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کرے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں سے کہدو کہ نیچی کریں اپنی نگاہیں اور محفوظ رکھیں اپنی شرمگاہیں یہ بات بڑی ستھری ہے اُن کے واسطے اور یہ بات جاننا چاہئے کہ نگاہ اللہ کی بڑی نعمت ہے سو نعمت الٰہی کی ناشکری نہ کرنا چاہئے اور یہ ایک امانت ہے اس میں خیانت نہ کرنا چاہئے اور اس ارشاد خداوندی کو یاد کرنا چاہئے یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور ہ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو اور جو چھپاتے ہیں سینے اور فرمایا الم یعلم بان اللہ یریٰ ہ یعنی کیا اُس کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور جب کسی نامشروع چیز دیکھنے کا ارادہ دل میں آوے تو یہ سمجھ لے کہ وہ دیکھتا ہے اور جاننا چاہئے کہ جب کوئی اپنی نگاہ ناجائز چیز سے پست کریگا اللہ تعالیٰ اُس کی بصیرت کو کشادہ فرماویگا یہ پوری جزا ہے۔ پس جو شخص عالم شہادت میں اپنی جان پر تنگی کرتا ہے اللہ تعالیٰ عالم غیب میں اُسپر کشادگی فرماتا ہے اور بعضوں کا قول ہے کہ کسی شخص نے اپنی نگاہ حرام چیز سے پست نہیں کی مگر اُس کے قلب میں ایک نور پیدا ہوا جس کی حلاوت پاتا ہے۔ رجوع بمطلب جاننا چاہئے کہ تدبیر کرنا اللہ کے آگے اہل بصیرت کے نزدیک ربوبیت کا مقابلہ کرنا ہے وجہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز یعنی بلا وغیرہ تجھ پر پڑے اور تو اُس کا اٹھانا چاہے یا کوئی چیز یعنی

رزق تجھ سے اٹھائی جائے اور تو اس کا مقرر کرنا چاہے یا کسی ایسے امر میں تو فکر کرے جسکو جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکا ذمے وار ہے اور تیرے لئے انتظام کرنیوالا ہے سو یہ ربوبیت کا مقابلہ ٹھیرے گا اور حقیقت عبودیت سے نکلنا قرار دیا جاویگا اس مقام میں قول خداوندی کو خیال کرے فرمایا ہے اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ یعنی کیا آدمی نے دیکھا نہیں اس بات کو کہ پیدا کیا ہم نے اُس کو نطفے سے پس یکایک وہ کھلا جھگڑالو نکلا۔ پس اس آیت میں آدمی کو توبیخ کیگئی ہے چونکہ وہ اپنی اصل پیدائش سے غافل ہوا اور پیدا کرنیوالے سے جھگڑا نکالا اور اپنی ابتدا کے بھید سے ناواقف ہوکر ابتدا کرنیوالے سے منازعت شروع کی اور جسکی پیدائش نطفے سے ہو اُس کو کیسے لائق ہے کہ اللہ سے احکام میں جھگڑا کرے اور اُس کے توڑ جوڑ میں مخالفت کرے پس احتیاط کر اللہ کے آگے تدبیر چلانیسے تجھ پر اللہ کی مہر ہو۔ اور جاننا چاہئیے کہ تعالےٰ غیب سے بڑا حجاب قلب کے لئے تدبیر کرنا اور بات یہی ہے کہ نفس کیلئے تدبیر کرنیکا منشا نفس کی محبت ہے اور اگر نفس سے فنا ہوکر بقا باللہ حاصل کر تجھکو اپنے واسطے تدبیر کرنی اور بذات خود تدبیر کرنیسے غائب کردے اور ایسا بندہ کس قدر قبیح ہے کہ اللہ کے افعال سے جاہل ہو اللہ کی عنایت سے غافل ہو کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدو کہ اللہ کافی ہے پس اللہ کو کہاں کافی سمجھتا ہے جو شخص اسکے آگے تدبیر چلاتا ہے اور اگر اللہ کو کافی سمجھتا تو یہ اعتقاد اُس کو اللہ کے آگے تدبیر چلانیسے برطرف کردیتا۔

تنبیہ اعلاھم جاننا چاہئیے کہ اکثر تدبیر کا طاری ہونا طالبین اور مریدین پر رسوخ یقین اور حصول تمکین سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ اہل غفلت اور بدکردار لوگ تو کبائر اور خلاف شرع اور اتباع شہوات میں شیطانکا کہنا مان چکے ہیں تو اب شیطان کو کون ضرور ہے کہ اُن کو تدبیر کی طرف بلاوے اور اگر بلاوے تو وہ جلدی سے قبول کریں سو اُن کے حق میں یہ بڑا جال نہیں بلکہ تدبیر کو اہل طاعت اور طالبین پر داخل کرتا ہے کیونکہ دوسرے طریقے سے اُن پر دسترس نہیں۔ پس بعض اوقات اہتمام تدبیر اور فکر مصالح صاحب ورد کو اُسکے ورد یا حضور سے معطل کردیتی ہے بعض صاحب ورد کو شیطان کمزور دیکھتا ہے تو خفیہ تدبیریں اُس کے دلمیں ڈالتا ہے تاکہ صفاء وقت کو روک دے کیونکہ وہ تو حاسد ہے اور حاسد کا بڑا حسد اُس وقت ہوتا ہے کہ تیری اوقات صاف ہوں اور تیرے حالات اچھے ہوں پھر تدبیر کے وسوسے ہر شخص کو اُس کی حالت کے موافق آیا کرتے ہیں جس شخص کو آج یا کل کے گذارے کے لائق تدبیر کرنا ہو اُس کا تو علاج یہ ہے کہ یقین رکھے کہ اللہ آپ میرے رزق کا کفیل ہے خود اُسکا ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا یعنی نہیں کوئی جاندار

اہتمام ورد صاحب ورد و شیطان

زمین پر چلنے والا مگر اُس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے اور مفصل کلام باب رزق میں اس کے بعد ایک مستقل باب میں آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جس شخص کی تدبیر کسی دشمن کے دفعیہ میں ہو جسکے مقابلہ کی اس کو طاقت نہیں۔ پس اس امر کا یقین کرے کہ جس سے یہ ڈرتا ہے اُس کی چوٹی حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ کچھ نہیں کر سکتا مگر جو کچھ خدا کرے اور ان آیات کو خیال کرے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ یعنی جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے اللہ کو اسکو بس ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہو اور دھمکاتے ہیں تجھ کو اُن لوگوں سے جو خدا کے سوا ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۔ یعنی اہل ایمان ایسے ہیں کہ اُن سے جو لوگوں نے کہا کہ اہل مکہ نے تمہاری لڑائی کے واسطے سامان و لشکر جمع کیا ہے سو تم اُن سے ڈرو تو اُن کا اور بھی ایمان بڑھ گیا اور جواب دیا کہ کافی ہے ہمکو اللہ اور وہ اچھا کارساز ہے پس اپنے گھر لوٹ کر آئے اللہ کی نعمت اور فضل لیکر کہ نہیں لگی اُن کو کچھ رنج کی بات اور پیروی کی انھوں نے خدا کی رضامندی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے اور گوش دل کو اس ارشاد خداوندی کی طرف متوجہ کر فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا کہ جب تجھ کو موسیٰ کے مقدمے میں کچھ خوف ہو تو اُس کو دریا میں پھینکدے اور نہ خوف کر نہ غم کر اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنا زیادہ مناسب ہے پھر وہ پناہ دیتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ یعنی اللہ پناہ دیتا ہو اور اُسکے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت طلب کرنا زیادہ لائق ہے پھر وہ نگہبانی کرتا ہے جیسا ارشاد ہے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۔ اور اگر تدبیر اس وجہ سے کرنا پڑتی ہے کہ قرض کی میعاد گذر گئی اور ادا کرنیکو کچھ بھی نہیں اور قرض خواہ صبر نہیں کرتے تو اس وقت یہ یقین کر کہ جس خدا نے اپنے لطف سے تجھ کو ایسا شخص میسر کر دیا جس نے تجھ کو وقت حاجت پر دیدیا وہی خدا اپنے لطف سے ادائی کا سامان بھی میسر کر دیگا هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔ یعنی نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ف مطلب یہ کہ خدا نے جیسا تیرے ساتھ احسان کیا تو اُس کیساتھ نیک اعتقاد رکھ۔ اور نفس سے ایسے شخص پر جسکو اپنے قبضے میں آئی چیز پر قرار ہو اور جو خدا کے قبضے میں ہو اُس پر اطمینان نہ ہو اور اگر تدبیر اس وجہ سے ہے کہ اپنے عیال کو چھوڑ کر آیا ہے اور اُن کی کفایت کیموافق اُن کے پاس نہیں تو اس وقت یہ یقین

کرنا چاہیے کہ جو خدا تیرے مرنیکے بعد اُن کا سامان کریگا وہی تیرے سامنے اور پیچھے بھی تیری زندگی میں
سامان کرے گا اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سنو اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِیْفَۃُ
فِی الْاَھْلِ یعنی یا اللہ تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور گھر والوں میں ہمارے بعد خبر گیراں ہے بس جس سے
اپنے سامنے امید رکھتا ہے اُسی سے اپنی غیبت میں امید رکھ۔ اور ایک بزرگ کی بات سُن وہ کہتے ہیں
جس خدا کی طرف میں اپنے کو متوجہ کرتا ہوں اُسی کو اپنے گھر والوں کا محافظ چھوڑ آیا ہوں ایکدم اُن کا
حال اُس سے پوشیدہ نہیں اُس کا فضل میرے فضل سے وسیع تر ہے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے زیادہ اُن پر
مہربان ہے تو اُس کی فکر مت کر جو دوسرے کی کفالت میں ہے اور اگر تیری تدبیر و اہتمام کسی مرض کے
باعث ہے جو تجھ کو لاحق ہے اُس کے طول اور امتداد مدت سے ڈرتا ہے تو یقین کرے کہ ہر بلا اور بیماری
کی عمر مقرر ہے جیسے کوئی جاندار نہیں مرتا جبتک اُس کی عمر پوری نہ ہو اسی طرح کوئی بلا نہیں ختم ہوتی۔
جبتک کہ اُس کا وقت پورا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد خیال کرو فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَۃً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ہ یعنی جب اُن کی عمر پوری ہو جاتی ہے تو نہ پیچھے ہٹتے ہیں ایک ساعت نہ آگے
بڑھتے ہیں کسی شیخ کا ایک بیٹا تھا باپ مرگیا بیٹا رہ گیا اور فتوحات بند ہوگئے اسکے باپ کے بہت سے
یار تھے یعنی مرید وغیرہ عراق میں پھیلے ہوئے تھے اُسنے فکر کی کہ اپنے باپ کے کونسے یار کے پاس جاوے
پھر قصد کیا کہ جو سب سے زیادہ لوگوں میں وجاہت رکھتا ہو وہاں جانا چاہئے ایک ایسے بھی تھے اُن کے پاس
آیا انھوں نے تعظیم و تکریم کی پھر کہا کہ اے سردار اور سردار کے صاحبزادے تمہارے آنیکی کیا وجہ ہے اُس نے
کہا کہ میں نے اسباب دنیا پر اکتفا کیا میں چاہتا ہوں کہ حاکم شہر کے پاس میرا ذکر کردو شاید میری کوئی صورت
کردے جس میں میرا گذر چلے اُن بزرگ نے بڑی دیر تک سر جھکایا پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ میرے امکان میں
نہیں کہ سر شام کو صبح کردوں میں کہاں تم کہاں جبکہ تم اہل عراق کے حاکم بنائے جاوگے ف ان بزرگ
کو مکاشفے سے معلوم ہو گیا کہ اِس لڑکے کو چند روز میں حکومت عراق کی ملے گی مگر تقدیر الٰہی میں ابھی
اُس کا وقت نہ آیا تھا اس واسطے انھوں نے فرمایا کہ سر شام کو صبح نہیں کرسکتا یعنی جس وقت ملنا مقدور
ہے اُس وقت کو کیسے حاضر کرسکتا ہوں ت وہ لڑکا غضبناک ہو کر اُن کے پاس سے چلا گیا اور اُن بزرگ
کی بات نہیں سمجھا اتفاقاً ایسا ہوا کہ خلیفہ کو اپنے لڑکے کے واسطے معلم کی تلاش ہوئی کسی نے اس لڑکے
کا پتہ دیا اور کہا کہ فلاں شیخ کا بیٹا ہے غرض خلیفہ زادہ کی تعلیم کیلئے مقرر ہوا چند روز اُسکو تعلیم دیتا
رہا پھر اُس کا مصاحب ہو گیا یہانتک کہ چالیس برس گذر گئے اُس خلیفہ کا انتقال ہوا اُسکا یہی لڑکا خلیفہ
ہوا اُس نے اپنے معلم کو حاکم عراق بنا دیا اور اگر فکر و تدبیر بسبب زوجہ یا کنیز کے ہے جو مرگئی کہ تجھ سے

قصہ بزرگ زادہ

تمام حالات میں مزاج موافق ہوگیا تھا اور تیری ضروریات کاروبار کو انجام دیتی تھی تو یہ یقین کر کہ جس نے تجھ کو عنایت کی تھی اُس کا فضل و احسان ختم اور منقطع نہیں ہوگیا اور اُس کو قدرت ہے کہ اپنی عنایت سے تجھ کو اُس سے بڑھ کر دیدے جو حسن اور واقفیت میں اس سے زیادہ ہو پس جاہل مت بن اور جن وجوہ سے سردست فکر تدبیر ہونے لگتی ہے وہ بیشمار ہیں اُن کا پورا بیان کرنا ممکن نہیں کیونکہ وہ منضبط اور منحصر نہیں اور جب اللہ تعالیٰ فہم عنایت کرے گا خود تجھ کو تبلادیگا کہ کیا علاج کرنا چاہئے تنبیہ و اعلام جاننا چاہئے کہ تدبیر جو نفس سے پیدا ہوتی ہو اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس میں حجاب ہے اور اگر نفس کی ہمسائگی اور خطرہ سے قلب سالم اور محفوظ رہے تو تدبیر کا اُس میں گذر نہ ہونے پاوے اور میں نے اپنے شیخ ابوالعباس مرسیؒ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر پیدا کیا اُس میں اضطراب تھا پہاڑوں سے اُس کو ٹھیرایا اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا اسی طرح جب نفس کو پیدا کیا مضطرب ہوتا تھا تو اُس کو جبال عقل سے ٹھیرایا پورا ہوا کلام شیخ ابوالعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پس جس شخص کی عقل کامل اور نور وسیع ہوتا ہے اُس پر پروردگار کی جانب سے سکون نازل ہوتا ہے پس اُس کا نفس اضطراب سے ساکن ہوجاتا ہے اور مسبب الاسباب پر وثوق ہوتا ہے پس مطمئنہ بنجاتا ہے یعنی احکام الٰہیہ کے روبرو دب جاتا ہے ٹھہر جاتا ہو اُس کی قضا کے آگے ثابت رہتا ہے تائید خداوندی اور انوار غیب سے اُس کی مدد ہوتی ہے تدبیر اور مقابلۂ تقدیر سے برطرف ہوتا ہے اپنے رب کے حکم کو تسلیم کرتا ہو یہ یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کیا کفایت نہیں کرتا تیرا رب کہ وہ شے پر حاضر و ناظر ہے پھر وہ نفس اس قابل ہوتا ہے کہ اُس کو یوں خطاب کیا جاوے يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ؀ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ؀ یعنی اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف رجوع کر تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس داخل ہوجا میرے بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں اور اس آیت میں ایسے نفس کی بڑی خصوصیتیں اور اوصاف مذکور ہیں وصف اول یہ کہ نفس تین طرح کے ہیں امارہ لوامہ مطمئنہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کسی نفس کو مخاطب نہیں کیا سوائے نفس مطمئنہ کے امارہ کی شان میں فرمایا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اور لوامہ کی شان میں فرمایا وَلَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اور اس نفس کو خطاب کرکے فرمایا يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ دوسرا وصف اُس کا ذکر لقب سے فرمایا اور لقب عرب کے نزدیک تعظیم فی الخطاب کی دلیل ہے اور اہل عقل کے نزدیک افتخار کا باعث ہے۔
تیسرا وصف طمانیت کیساتھ اُس کی مدح فرمائی اس میں تعریف نکلی کہ وہ مطیع ہے اور متوکل۔
چوتھا وصف طمانیت کیساتھ اُس کو موصوف فرمایا اور مطمئن کہتے ہیں پست زمین کو جب اُس نے

تواضع انکسار کیساتھ پستی اختیار کی مولانے اُس کی تعریف فرمائی تاکہ اس کی بڑائی ہو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے تواضع کی اللہ کے واسطے بلند قدر کیا اُس کو اللہ نے پانچواں وصف اُس کو فرمایا اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً اس میں اشارہ ہے کہ نفس امارہ ولوامہ کو باعزاز رجوع ہونیکی اجازت نہیں بلکہ یہ دولت نفس مطمئنہ کو نصیب ہے چونکہ اُس میں وصف اطمینان ہے اسلئے حکم ہوا کہ اپنے رب کیطرف خوش اور پسندیدہ ہو کر کیونکہ ہم نے تیرے لئے اپنی درگاہ میں آنا اور اپنی بہشت میں ہمیشہ رہنا مباح فرمادیا اس میں آدمی کو ترغیب ہے مقام اطمینان پر اور اس مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تا وقتیکہ اطاعت اور ترک تدبیر اختیار نہ کیے چھٹا وصف اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ فرمایا اِرْجِعِیْٓ اِلَی الرَّبِّ نہیں فرمایا نہ اِلَی اللّٰہِ فرمایا اس میں اشارہ ہوگیا کہ اُس کا رجوع کرنا اللہ کی طرف باعتبار لطف ربوبیت کے ہے باعتبار قہر الوہیت کے نہیں اس میں اسکو مانوس کرتا ہے اور اپنا لطف وکرم وعنایت ظاہر فرماتا ہے ساتواں وصف رَاضِیَۃً فرمایا یعنی خوش ہو اللہ سے دنیا میں اُس کے احکام سے اور آخرت میں جود وانعام سے اس میں بندے کو آگاہ کرنا ہے کہ رجوع الی اللہ بدون طمانینت ورضا کے میسر نہیں ہوتا اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جبتک کہ اللہ سے دنیا میں راضی نہ ہو اللہ کے نزدیک آخرت میں مرضی وپسندیدہ بھی نہیں ہو سکتا ف کیونکہ مَرْضِیَّۃً پر راضیۃ کو مقدم کیا ت اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا بندے سے خوش ہونا نتیجہ اس کا ہے کہ بندہ اللہ سے خوش ہو اور دوسری آیت سے ف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ج ت معلوم ہوتا ہے کہ بندے کا خوش ہونا اللہ سے نتیجہ اس کا ہے کہ اللہ بندے سے خوش ہو ف حاصل اعتراض یہ کہ ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رضا بندے کی طرف سے ہوتی ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہوتی ہے ت جواب میں سمجھنا چاہیے کہ ہر آیت اپنے مضمون کو ثابت کر رہی ہے اور دونوں آیتوں کی تطبیق میں کچھ خفا نہیں وجہ یہ کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ج کا مدلول یہ ہے کہ وجود ترتیبی میں پہلے اللہ کی طرف سے رضا ہوتی ہے پھر بندے کی طرف سے اور حقیقت اسی کو مقتضی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اول ان سے راضی نہ ہو تو یہ کیسے راضی ہو سکتے ہیں ف کیونکہ کمالات عبد کے بالعرض ہیں اور کمالات حق کے بالذات اور ما بالذات مقدم ہوتا ہے ما بالعرض پر ؎

اگر از جانب معشوق نباشد کششے
طلب عاشق بیچارہ بجائے نہ رسد

ت اور دوسری آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب بطریق مذکور بندہ اللہ سے دنیا میں راضی ہوگا اللہ

بیان وصف ہشتم

اُس سے آخرت میں خوش ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے اس میں کچھ اشکال نہیں آٹھواں وصف اُس کے حق میں فرمایا مَرْضِیَّۃً اور اس نفس کی بڑی تعریف سب تعریفوں سے بڑھ کر ہے کیا تو نے یہ ارشاد خداوندی نہیں سُنا وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ یعنی اللہ کی طرف سے رضامندی ہونا سب سے بڑی دولت ہے۔ یہ بعد بیان نعیم اہل جنت کے فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ دولت رضا تمام نعماء جنت سے بزرگتر ہے

بیان وصف نہم

نواں وصف فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ فرمایا اس میں نفس مطمئنہ کو بڑی بشارت ہے کہ وہ خاص بندوں میں داخل ہونے کیلئے پکارا اور بُلایا گیا اور یہ لوگ کون بندے ہیں وہ خصوصیت و نصرت کے بندے ہیں مملوکیت و قہر کے بندے نہیں وہ ایسے بندے ہیں جن کی شان میں فرمایا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ ط یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلیگا اور شیطان کے خبر دی عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ہ یعنی تیرے مخلص بندوں کو نہ بہکاؤں گا۔ وہ بندے نہیں جنکے حق میں فرمایا اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ہ یعنی جتنے آسمان و زمین والے ہیں سب کو رحمٰن کے پاس بندہ ہوکر آنا ہے پس نفس مطمئنہ کو اس ارشاد فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کی زیادہ خوشی ہے دوسرے ارشاد سے وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کیونکہ پہلی نسبت اپنی طرف ہے اور دوسری نسبت جنت کی طرف

بیان وصف دہم

دسواں وصف وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ فرمایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو اوصاف نفس مطمئنہ میں ہیں انھوں نے اس نفس کو اس قابل بنادیا کہ اُس کے خاص بندوں میں داخل کیا جاوے اور جنت میں داخل کیا جاوے دُنیا میں جنت طاعت اور آخرت میں بہشت ہو جنت میں اور اللہ خوب جانتا ہے فائدہ یہ آیت دو وصفوں کو متضمن ہے ہر ایک کا مدلول یہی ہے کہ قواعد تدبیر کو ترک کیا جاوے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس نفس کی اتنی خصوصیتیں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائیں اُس کو چند اوصاف سے موصوف فرمایا ایک طمانینت دوسری رضا اور یہ دونوں بدون ترک تدبیر نہیں حاصل ہوتے کیونکہ نفس جبھی مطمئن بنے گا جب اللہ کی خوبی تدبیر پر وثوق کرکے اسکے آگے تدبیر چھوڑ دے وجہ یہ کہ جب اللہ سے راضی ہوگا اُسکے آگے گردن جھکائیگا اُسکے حکم کی اطاعت کریگا اُسکے فرمانیکو مانیگا پھر اُس کی ربوبیت پر مطمئن ہوگا اور اُس کی الوہیت پر اعتماد کرکے قرار پکڑیگا اور اضطراب نہ رہیگا کیونکہ اُس کو نور عقل جو عطا فرمایا ہے وہ اُسکو ثابت رکھے گا اور اُس کو کچھ جنبش نہ ہوگی اُس کے احکام کے آگے دب جائیگا اُسکے توڑنے جوڑنے میں

بیان حکمت پیدا کرنے تدبیر و اختیار

اپنے کو اُسکے سپرد کردیگا فائدہ جاننا چاہیے کہ حکمت تدبیر و اختیار کے پیدا کرنے میں اپنی قہاریت کا ظہور کرنا ہے پس جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے بندوں کو صفت قہر سے اپنی شناخت کرائے اُن میں تدبیر و اختیار کو پیدا کیا پھر اُن کو حجاب ہونے وسعت دی تب کہیں تدبیر اُن سے ممکن ہوئی کیونکہ اگر

حضوری اور معائنہ میں رہتے تو تدبیر و اختیار ممکن نہ ہوتا جیسے ملاء اعلیٰ کو ممکن نہیں ۔ پس جب بندوں نے
تدبیر و اختیار شروع کیا اپنے قہر و غلبے سے اُس تدبیر کی طرف توجہ فرما ہوئے اُن کے ارکان کو ہلا دیا اور
اُن کی عمارت کو گرادیا۔ جب اپنے غلبہ مراد سے بندوں کو اپنی شناخت کرائی اُن کو یقین ہوا کہ بیشک
وہی اپنے بندوں پر قاہر ہے سو ارادہ تیرے اندر اس واسطے نہیں پیدا کیا کہ وہ تیری چیز ہو بلکہ اس لئے
پیدا کیا کہ اُس کا ارادہ تیرے ارادے پر غالب آوے پس تجھ کو معلوم ہو جاوے کہ تیرا ارادہ کچھ نہیں اسیطرح
تدبیر کو اس لئے نہیں بنایا کہ تجھ میں ہمیشہ رہا کرے بلکہ اس واسطے بنایا کہ تو بھی تدبیر کرے اور وہ بھی
تدبیر کرے پھر اُس کی تدبیر چلے تیری نہ چلے اسی واسطے کسی بزرگ سے جو پوچھا گیا تم نے اللہ کو کاہے سے (تدبیر رزق)
پہچانا جواب دیا ارادہ کے توڑنے سے **فصل** ہم نے اوپر وعدہ کیا تھا کہ تدبیر رزق کے بارے میں ایک مستقل
باب لاوینگے **ف** یعنی وہ باب یہی ہے **ت** کیونکہ اکثر قلوب میں جو تدبیریں آتی ہیں وہ رزق کے لئے
ہوتی ہیں **ت** یعنی تقریر گذشتہ میں تو مطلق تدبیر کی بحث تھی اور یہاں خاص تدبیر رزق کی ہے **ت**
جاننا چاہئے کہ تدبیر رزق سے قلوب کا سالم رہنا بڑی عنایت ہے یہ اُنہیں کو میسر ہوتی ہے جو اللہ کی
طرف سے توفیق دیئے گئے ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ خوبی وثوق میں سچا معاملہ کیا ہے پس اُنکے دلوں کو
چین ہو گئی اور توکل کو محقق کر لیا یہانتک کہ بعض مشائخ کا قول ہے کہ رزق کے قصے کو میرے لئے مضبوط
کرلاؤ اور مقامات کو جانے دو **ف** یعنی اپنے مریدوں سے فرمایا کہ رزق کے مقدمے میں توکل ٹھیک کرلو
اور مقامات میں چنداں ریاضت کی حاجت نہیں **ت** اور بعض بزرگوں کا قول ہے کہ سب سے بھاری فکر
یہ ہے کہ کھانیکا تقاضا ہوتا ہے اور شیخ موصوف نے جو فرمایا ہے اُس کی شرح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس
آدمی کو ایسی مدد محتاج بنایا ہے کہ اُس کی ترکیب کو قائم رکھے اور اُس کی قوت کو بڑھاوے کیونکہ آدمی میں
جو حرارت غریزی ہے وہ اجزائے بدن کو تحلیل کر دیتی ہے اور جب غذا پہنچتی ہے اُس کو معدہ طبخ
دے کر اُسکا خلاصہ قبول کر لیتا ہے وہ جزو بدن اور تحلیل شدہ کا بدل ہوتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو انسان
کو مدد حقیقی اور غذا کھانیسے مستغنی کر دیتا مگر اللہ کو منظور ہوا کہ جاندار کا محتاج غذا ہونا اور اُس کی (‏[illegible])
طرف مضطر ہونا اور اپنا ان حاجات سے غنی ہونا ظاہر فرماوے اسی واسطے حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ یعنی کہدو اے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کیا خدا کے سوا کسی کو مددگار بناؤں اور خدا بھی کیسا آسمان وزمین کا پیدا کرنیوالا اور وہ اوروں کو
کھلاتا ہے اور اُسکو کوئی نہیں کھلاتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح دو وصفوں سے فرمائی ایک یہ کہ اوروں کو
کھلاتا ہے کیونکہ جتنے بندے ہیں سب اُس کے احسان سے لے رہے ہیں اور اُسکے رزق و منت سے

کھاتے ہیں اور دوسرا وصف یہ کہ کھاتا نہیں کیونکہ حاجت غذا سے مقدس ہے بلکہ وہ صمد ہے اور صمد اسی کو کہتے ہیں جس کو کھانیکی حاجت نہ ہو اور یہ کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے حیوان ہی کو محتاج غذا بنایا اور موجودات کو نہیں بنایا وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کو اپنی صفات سے اسقدر عنایت فرمایا ہے کہ اگر اس کو بھوک نہ لگے تو خدا جانے کیا دعویٰ کر بیٹھے یا کوئی دوسرا اس کی نسبت دعوے کرنے لگے اللہ تو بڑی حکمت والا اخبردار ہے اُس کو منظور ہوا کہ اسکو کھانے پینے کا محتاج بنادیں تاکہ باربار کا محتاج ہونا سبب ہو جاوے اسکا کہ نہ خود دعویٰ کرے نہ کوئی دوسرا اسکے نسبت دعویٰ کرسکے

۵ حدیث شریف [illegible] ۱۲

فائدہ جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ نوع حیوان کو خواہ آدمی ہو یا غیر آدمی محتاج بناویں تاکہ اُس کو اللہ کی معرفت ہو یا اُسکے ذریعہ سے اللہ کی معرفت ہووے یعنی اگر آدمی اپنے نفس میں غور کرے تو اسکو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اگر اسکے حالات میں کوئی دوسرا غور کرے تو اُسکے ذریعہ سے اُس غور کنندہ کو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے تت تو دیکھتا نہیں کہ محتاج ہونا بڑا ذریعہ ہے اللہ تک پہنچنے کا اور بڑا وسیلہ ہے جو تجھ کو خدا تک پہنچاوے تونے اللہ کا ارشاد نہیں سنا یَا أَیُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ یعنی اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کے قابل ہے پس محتاجی کو سبب بنایا اللہ تک پہنچنے کا اور اُس کے روبرو ہمیشہ حاضر رہنے کا اور شاید اور اس مقام سے سمجھ گیا ہوگا معنی اس حدیث کے جو فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے جس نے پہچانا اپنے نفس کو اُسنے پہچانا اپنے رب کو یعنی جس نے اپنے کو پہچانا ساتھ محتاجی اور فقر اور ذلت اور فاقہ اور مسکینی کے پہچانا اُس نے اپنے رب کو ساتھ عزت اور غلبہ اور کرم اور احسان وغیرہ اوصاف کمال کے خصوصاً نوع آدمی میں اللہ تعالیٰ نے اسباب حاجت کو مکرر فرمایا اور انواع احتیاج کو متعدد کیا کیونکہ یہ محتاج ہے اپنے معاش و معاد کی اصلاح کا اس مقام میں اس آیت کو سمجھو لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ۝ یعنی ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا یعنی دنیا و آخرت کے کاروبار میں چونکہ اللہ کے نزدیک یہ مکرم ہے اسلئے اسباب حاجت کو اس میں مکرر فرمایا دیکھو کہ اقسام حیوانات بسبب اون اور بال کے لباس کے محتاج نہیں اور اپنے تھان اور گھونسلے کے سبب گھر سے مستغنی ہیں

فائدہ دیگر وہ یہ ہے حق تعالیٰ کو انسان کا امتحان مقصود ہے اسلئے متفرق چیزوں کا اُس کو محتاج بنایا تاکہ دیکھیں کہ اپنی عقل و تدبیر سے اُن چیزوں کو حاصل کرتا ہے یا اللہ کی تقسیم و تقدیر کی طرف رجوع کرتا ہے

فائدہ دیگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ بندے کا محبوب بنے پس جس وقت اسباب حاجت کے اُس پر وارد کرکے وہ حاجت رفع فرماتا ہے اُس وقت اُس کے نفس میں ایک حلاوت اور قلب میں ایک راحت

پیدا ہوتی ہے یہ تجدید محبت کا موجب ہوتا ہے فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے محبت کرو چونکہ اپنی نعمتوں سے تم کو غذا دیتا ہے پس جسقدر نعمتیں تازہ ہوتی جاتی ہیں ویسے ہی محبت تازہ ہوتی ہے **فائدہ** دیگر اللہ کو منظور ہوا کہ شکر کیا جاوے پس بندوں پر اول حاجت وارد فرمائیں پھر اُسکو پورا کیا تاکہ اُس کا شکر ادا کریں اور اُسکو احسان و سلوک کیساتھ پہچانیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ یعنی کھاؤ اپنے رب کی روزی سے اور شکر بجالاؤ اُسکا شہر ہے ستھرا اور رب ہے بخشنے والا **فائدہ** دیگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ بندوں پر دروازہ مناجات یعنی رازداری کا کشادہ فرماوے جب وہ کھانوں کے اور دوسری نعمتوں کے محتاج ہوتے ہیں بلند ہمتی کیساتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس اُس کی مناجات سے مشرف ہوتے ہیں اور اُس کے عطایا سے دیئے جاتے ہیں اور اگر محتاجی اُن کو مناجات کیطرف نہ لاوے تو عام لوگ ہرگز اُس کی حقیقت نہ سمجھیں اور اگر حاجت نہ ہوتی تو بجز اہل عشق کے باب مناجات کو کوئی نہ کھلواتا پس حاجت کا وارد ہونا سبب مناجات کا ہوا اور مناجات بڑی بزرگی ہے اور عزت کا بڑا رتبہ ہے تم خیال نہیں کرتے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے موسےٰ علیہ السلام کی خبر اس ارشاد میں فرمائی ہے فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰىٓ اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اُن دونوں لڑکیوں کی خاطر سے بکریوں کو پانی پلایا پھر سایے کیطرف پھرے۔ پھر دعا کی کہ اے پروردگار بیشک میں اُس رزق کا جو میری واسطے اُتارا ہے محتاج ہوں حضرت علیؓ فرماتے ہیں قسم اللہ کی اور کچھ نہیں مانگا بجز ایک روٹی کے جس کو کھاویں اور لاغری سے یہ حال ہو گیا تھا کہ پیٹ کی جھلی کے اندر سے ساگ کی سبزی نظر آتی تھی پس غور کر تجھ پر اللہ کی مہر ہو کہ کسطرح خدائے تعالیٰ سے سوال کیا کیونکہ یقین رکھتے تھے کہ بجز خدا کے کوئی کسی چیز کا مالک نہیں اور مومن کو ایسا ہی ہونا زیبا ہے اللہ سے چھوٹی بڑی سب چیزیں مانگنا چاہیے یہانتک کہ بعضوں کا قول ہے کہ میں نماز میں اللہ سے مانگا کرتا ہوں۔ یہانتک کہ آٹے کا نمک بھی۔ اور اے ایمان والے جس چیز کی حاجت ہو اُسکے قلیل ہونیکے خیال سے مانگنے سے مت رکو اگر قلیل اُس سے نہ مانگے گا تو اُسکے سوا کوئی دوسرا رب نہ ملیگا جو وہ چیز عنایت کرے اور مطلوب اگر قلیل ہی ہو لیکن چونکہ ذریعہ مناجات بن گیا اس اعتبار سے تو جلیل ہے یہانتک کہ شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ دعا میں اسکی فکر ہونا چاہئے کہ وہ کام پورا ہو جاوے اس میں تو اپنے رب سے حجاب ہو جاتا ہے بڑا قصد مناجات مولیٰ ہونا چاہئے اور اس آیت میں چند فائدے ہیں پہلا **فائدہ** یہ ہے کہ مومن کو اپنے رب سے تھوڑا بہت سب مانگنا چاہئے اور اسکو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں دوسرا **فائدہ** موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو نام ربوبیت

سے پکارا کیونکہ اس مقام کے مناسب یہی ہے کیونکہ رب اُسکو کہتے ہیں جس نے تجھ کو اپنے احسان سے
پالا ہو اپنی منت سے تجھکو غذا دی ہو اس اسم میں اپنے مالک کو مہربان بنانا ہے کہ اُس کو اسم ربوبیت
(فائدہ سوم) سے ندا کی جسکے آثار و فوائد کبھی اُنسے بند و موقوف نہیں ہوئے تیسرا فائدہ یوں کہا رَبِّ اِنِّی لِمَا
اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ یوں نہیں کہا انی الی الخیر فقیر اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر انی الی خیرک
فقیر یا الی الخیر فقیر کہتے تو یہ بات نہ معلوم ہوتی کہ اللہ تعالیٰ رزق اُتار چکا ہے اور ان کو مہمل نہیں
چھوڑا اس لئے یوں کہا رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ تاکہ معلوم ہو کہ انکو اللہ تعالیٰ پر وثوق ہے
اسکا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بھولیگا نہیں گویا اسطرح کہا کہ اے پروردگار مجھکو یقین ہے کہ تو نہ مجھکو
اور نہ کسی دوسری مخلوق کو مہمل چھوڑیگا اور تو میرا رزق نازل فرما چکا ہے اب اُس نازل کئے ہوئے رزق
کو میرے پاس جس طرح چاہے جس طور چاہے اپنے احسان و امتنان کیساتھ مقرون کرکے بھیجدے سو اسمیں
دو فائدے ہو گئے ایک طلب دوسرا اقرار اس امر کا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن کا رزق نازل فرما چکا ہے
مگر وقت اور سبب اور واسطہ معین نہیں فرمایا تاکہ بندے کو اضطرار ہو اور اضطرار کیساتھ قبولیت ہوتی
ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ اور اگر سبب اور وقت اور واسطے کو معین
فرمادیتے تو بندوں کو اضطرار نہوتا جو کہ ابہام کے وقت حاصل ہے پس پاک ہے اللہ تعالیٰ حکمت والا
(فائدہ چہارم) قدرت والا علم والا۔ چوتھا فائدہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا عبودیت کے منافی
نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو مقام عبودیت میں کمال حاصل تھا پھر بھی اللہ سے مانگا اس سے معلوم ہوا کہ
طلب کرنا مقام عبودیت کے منافی نہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر طلب کرنا مقام عبودیت کیخلاف
نہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے کیوں نہیں طلب کیا جب اُن کو منجنیق میں رکھکر پھینکا اور جبرئیل علیہ السلام
نے آکر پوچھا کہ آپکو کچھ حاجت ہے اور آپنے جواب دیا کہ تم سے تو نہیں ہاں اللہ سے ہے پھر جبرئیل بولے
اللہ ہی سے دعا کرو اور آپنے فرمایا کہ میرے مانگنے سے اُسکا جاننا بس کرتا ہے سو علم الٰہی پر اظہار طلب سے
اکتفا کیا جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام ہر مقام پر وہی معاملہ کرتے ہیں جس کو اللہ کی
طرف سے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مناسب ہے سو ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس مقام پر یہی مقصود ہے کہ طلب
نہ کروں اور اُسکے جاننے پر اکتفا کروں سو یہ اُسی کے موافق تھا جو اللہ کیطرف سے سمجھنا اور اس کی وجہ
یہ تھی کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو منظور تھا کہ اپنا راز و عنایت جو ابراہیم علیہ السلام کیساتھ تھی ملاء اعلیٰ پر ظاہر
کردوں جن سے اللہ تعالیٰ نے مشورہ فرمایا تھا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانیوالا ہوں اور انھوں نے
کہا تھا کہ آپ ایسے شخص کو مقرر فرماتے ہیں جو زمین میں فساد و خونریزی کریگا اور ہم تو تسبیح و تحمید

وتقدیس آپ کی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے پس جس روز ابراہیم علیہ السلام منجنیق میں پھینکے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس ارشاد کا بھید ظاہر کرنا منظور ہوا کہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے گویا اس طرح فرمایا کہ اے وہ لوگو جو یوں کہتے تھے کہ آپ مفسد اور خونریز کو زمین میں بناتے ہیں تم نے میرے خلیل کو کیسا دیکھا۔ زمین میں اہل فساد سے جو خرابیاں ہونیوالی ہیں جیسے نمرود اور اسکے امثال سے ہوئیں تم نے اُن پر تو نظر کی اور اہل صلاح اور رشد سے جو خیر ہونیوالی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام سے اور جو اہل عشق ہیں اُن کے پیرو ہیں اُنسے ہوئیں اُس پر نظر نہیں کی رہے موسیٰ علیہ السلام اُن کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اُس وقت یہی مقصود ہے کہ احتیاج ظاہر کریں اور زبانِ سوال کھولیں سو مقتضائے وقت کا حق بجالائے اور ہر ایک کی ایک جہت ہے جس طرف اُسکا رخ ہے اور سب کے پاس دلیل روشن اور ہدایت اور توفیق من اللہ اور رعایت ہے پانچواں فائدہ غور کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے کسطرح رزق طلب کرتے ہیں کہ صراحۃً نہیں مانگا۔ بلکہ اللہ کے روبرو اپنے فقر وحاجت کا اقرار کیا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے غنی ہونیکی گواہی دی کیونکہ انھوں نے جب اپنے کو فقر وفاقہ سے پہچانا اُسوقت اپنے رب کو غنا اور بھرپوری کیساتھ پہچانا اور یہ مناجات کے بساطوں میں سے ایک بساط ہے ف یعنی طریق مناجات سے ایک طریقہ ہے ت اور یہ بساط بہت ہیں کبھی اللہ تعالیٰ تجھکو بساط فقر پر بٹھلاتا ہے اُسوقت تو پکاریگا یا غنیؑ کبھی بساط ذلت پر بٹھلاتا ہے اُس وقت پکاریگا یا عزیزُ کبھی بساط عجز پر بٹھلاتا ہے تو پکاریگا یا قویُّ اسی طرح باقی اسماء ہیں سو موسیٰ علیہ السلام نے فقر و فاقہ کا اقرار کیا اسمیں تعریض واشارہ ہو گیا طلب کا اگرچہ صاف طلب نہیں ہوئی اور تعریض طلب کبھی اس طرح ہوتی ہے کہ بندہ اپنے اوصاف فقر وحاجت ذکر کرتا ہے۔ اور کبھی اسطرح ہوتی ہے کہ اپنے مالک کے اوصاف جہات یکتائی بیان کرتا ہے جیسا حدیث میں آیا ہے میری اور انبیائے سابقین کی سب دعاؤں میں افضل یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ سو اللہ کی ثنا کو بھی دعا فرمایا کیونکہ اپنے غنی مالک کے اوصاف کمال ذکر کرکے تعریف کرنا اُسکے فضل وعطا کا تعریضاً مانگنا ہے جیسا شاعر کا قول ہے ؎

اس قدر ہے صاحب خلق کریم ✣ خلق یکساں اُسکا ہے صبح ومسا ✣ گر کرے اُسکی ثنا کوئی کبھی ✣ مانگنے سے اُس کو کافی ہے ثنا ✣

اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کی حکایت میں فرمایا ہے فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یعنی یونسؑ نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں بے موقع کام کرنیوالوں میں ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا معاملہ بیان فرمایا فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ یعنی ہم نے اُن کی دعا قبول کرلی اور اُن کو غم سے نجات

دی اور اسیطرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں اور یونس علیہ السلام نے صراحۃً سوال نہیں کیا لیکن چونکہ اپنے رب عزوجل کی ثنا کی اور اُسکے روبرو اپنی خطا کا اقرار کیا تو اُس کی طرف اپنا محتاج ہونا ظاہر کردیا اللہ تعالیٰ نے اُس کو طلب قرار دیا کیونکہ جواب میں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فرمایا جسکے معنی ہیں سوال پورا کرنا ت چھٹا فائدہ اور یہ سب میں زیادہ قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں کے ساتھ سلوک کردیا اور اُن سے اُجرت وجزا طلب نہیں کی بلکہ جب اُن کی بکریوں کو پانی پلا چکے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوکر اُس سے مانگا اُن دونوں سے نہیں مانگا بلکہ اپنے مالک سے مانگا جس کی یہ شان ہے کہ جب اُس سے مانگا اُس نے عطا کیا اور صوفی وہی ہے کہ اوروں کے حقوق جو اسکے ذمے ہیں پورے کردے اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے اور اس مضمون میں ہمارے اشعار ہیں ؎

عمر شکوہ خلق میں ضائع نہ کر — وقت کم ہے اور جاتا ہے چلا
کیوں شکایت ہے تجھے جب ہے یقیں — ہوتا ہے جو کچھ وہ سب لکھا گیا
جب خدا کا حق نہیں کرتے وفا — کیا وفا تجھ سے کرینگے ہے تو کیا
دیکھ جو کچھ تجھ پہ ہیں اُن کے حقوق — صبر سے اُن کو تو پورا کر ادا
جب کرے کچھ کام کر اس کا خیال — ہے خدا تیری نیت کو جانتا

پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف سے حق ادا کیا اور اپنا حق نہیں مانگا اُن کیلئے اللہ کے پاس جس کی جزا ہوئی اور دنیا میں بھی سردست عنایت فرمائی علاوہ اُس کے جو آخرت میں جمع ہے یعنی ایک لڑکی سے اُنکا نکاح کردیا اپنے نبی شعیب علیہ السلام کا داماد بنایا اور اُن کے ساتھ مانوس کردیا یہاں تک کہ پیغمبری کا وقت آگیا سو اے بندے اپنا معاملہ اللہ ہی سے رکھ نفع والوں میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ تیری وہی خاطر کریگا جیسی متقی بندوں کی فرمائی ساتواں فائدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو دیکھو فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو جائز ہے کہ سایہ کو دھوپ پر اور سرد پانی کو گرم پانی پر اور سہل طریق کو دشوار طریق پر اختیار کریں اور مقدم رکھیں اور اس امر سے مقام زہد سے خارج نہیں ہوتا دیکھو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا کہ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ یعنی سایہ کا قصد کیا اور اُس کی طرف آئے اگر کوئی اعتراض کرے کہ کسی بزرگ کا قصہ ہو کہ کوئی شخص اُن کے پاس گیا اور دیکھا کہ جس گھڑے کا پانی پیتے ہیں اُس پر دھوپ پھیل رہی ہے اس مقدمے میں اُنسے کہا گیا اُن بزرگ نے جواب دیا کہ میں نے جب یہ گھڑا رکھا تھا تو دھوپ نہ تھی اب مجھ کو شرم

آتی ہے کہ اپنے حظ نفس کیلئے چلوں۔ جواب میں جاننا چاہیے کہ یہ اُس شخص کی حالت ہے جو صدق کو بتکلف طلب کر رہا ہے اور اپنے نفس کو اُسکی آرزوں سے روک رہا ہے تاکہ اُس کو غفلت عن اللہ سے باز رکھے اور اگر اُس کا مقام کامل ہو چکتا تو پانی کو دھوپ سے اٹھا لیتا اور قصد یہ ہوتا کہ اپنے نفس کا حق اسلئے ادا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اُس کا حکم فرمایا ہے نہ اُس کی لذت حاصل کرنیکو بلکہ اسلئے اس باب میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کروں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ه یعنی اللہ کو منظور ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان پیدا ہوا ہے کمزور اسی واسطے فقہاء کے نزدیک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی منت مانے کہ مکہ معظمہ تک ننگے پاؤں جاؤں گا تو اُسکو جوتا پہن لینا جائز ہے برہنہ پا جانا واجب نہیں کیونکہ شریعت کا خاص یہ مقصود نہیں ہے کہ لوگ سختی میں پڑیں اور شریعت لوگوں کو لذات حاصل کرنے سے نہیں روکتی اور کیونکر روکے آخر یہ لذات انہیں کیلئے پیدا کئے گئے ہیں ربیع بن زیاد حارثی نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ میرے بھائی عاصم کے مقدمے میں میری مدد فرمایئے آپنے پوچھا اُسکا کیا حال ہے عرض کیا کمل اوڑھا ہے فقیر بننا چاہتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اُسکو میرے پاس لاؤ غرض وہ اس ہیئت سے حاضر کئے گئے کہ ایک کملی باندھے ہوئے تھے اور دوسری کملی اوڑھے ہوئے تھے۔ سر اور داڑھی کے بال میلے اور پریشان تھے آپ اُن کو دیکھ کر چیں بہ جبیں ہوئے اور فرمایا تیرے حال پر افسوس ہے تجھ کو اپنی بیوی سے شرم نہ آئی تجھ کو اپنے بچے پر ترس نہ آیا کیا اللہ تعالیٰ ستھری چیزیں تیرے لئے مباح کرکے پسند نہیں کرتا کہ تو اُس میں سے کچھ کھائے تیری قدر اللہ کے یہاں اتنی کہاں ہے کیا تو نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ اِلٰی قَوْلِہٖ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں اسیواسطے مباح کی ہیں کہ برتیں اور اللہ کی تعریف کریں پھر اللہ ثواب دے اور اللہ کی نعمتوں کا ابتذال فعلی ابتذال قولی سے بہتر ہے ف یعنی کھانے پینے برتنے میں تو فعلاً ابتذال ہے اور انکار میں قولاً ابتذال ہے کہ اُنہیں کو بے قدر سمجھ کر چھوڑ دیا تو برتنا ترک سے بہتر ٹھیرا ت عاصمؓ بولے پھر آپکی کیا حالت ہے کہ موٹا کھاتے ہیں اور موٹا پہنتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا تجھ پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ ائمہ حق پر اسی بات کو فرض کیا ہے کہ اپنے کو غریب لوگوں کے برابر رکھیں ف تاکہ غرباء کو اُن تک رسائی ہو اور اُن کی حالت دیکھکر تسکین ہو اور بہت مصلحتیں ہیں ت حضرت علیؓ کی تقریر سے واضح ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت بندوں

ف ان [illegible] بیان بعض نعمتوں کا [illegible] صبر

ہے یہ نہیں طلب کیا کہ لذات کو چھوڑ دیں بلکہ اُن کو شکر ادا کرنیکا حکم کیا ہے پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهٗ یعنی اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اُس کا شکر کرو اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ یعنی اے ایمان والو کھاؤ ستھری چیزیں جو ہمنے تمکو دیں اور شکر کرو اللہ کا اور فرمایا يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۃ یعنی اے پیغمبر و کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو اچھے اور یوں نہیں فرمایا کہ کھاؤ مت بلکہ یوں فرمایا کہ کھاؤ اور عمل کرو اگر کوئی اعتراض کرے کہ اِن دونوں آیتوں میں طیبات سے مُراد حلال چیزیں ہیں کیونکہ شریعت کی نظر میں تو طیب وہی ہیں تو جواب سمجھو کہ یہ بھی ممکن ہے کہ طیبات سے مراد حلال چیزیں ہیں کیونکہ وہ اس وجہ سے طیب ہیں کہ اُن کیساتھ گناہ یا مذمت یا حجاب متعلق نہیں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ طیبات سے مراد لذیذ کھانے ہوں اور حکمت اُن کی اباحت اور کھانے کی اجازت کی یہ ہے کہ اُن کا کھانیوالا لذت پائے پھر اُسکی ہمت شکر کیلئے بڑھے اور خدمت بجالائے اور حق حرمت کی رعایت کرے شیخ ابو الحسنؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا اے بیٹا پانی ٹھنڈا پیا کرو کیونکہ بندہ جب گرم پانی پیتا ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جی اترے سے کہتا ہے اور جب ٹھنڈا پانی پیتا ہے تو ہر ہر عضو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے میں ساتھ دیتا ہے پھر فرمایا وہ جو گھڑے والے کا قصہ ہے جو اوپر گذرا وہ صاحب حال ہے اُس کا اقتدا نہیں کیا جاوے گا رجوع بمطلب اس کو تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حیوان کو خصوصاً آدمی کو غذا کے محتاج بنانے میں (جو اُس کو مدد پہنچاتی ہے) کیا حکمت ہو اب اس میں گفتگو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس غذا دینے اور اُسکے پہنچانیکی کفالت فرمائی ہے سو جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جب حیوان کو ایک مدد کا محتاج بنایا جو اُسکی امداد کرے اور غذا کا محتاج بنایا جس سے اسکا وجود قائم ہے اور ان دونوں جنس یعنی انسان و جن کی خلقت اس لئے ہوئی ہے کہ ان کو عبادت کا حکم ہووے اور ان سے اپنی طاعت کا مطالبہ ہو اسلئے ف اُنکو بیفکر کرنے کیلئے یہ فرما دیا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو مگر اسواسطے کہ میری عبادت کریں میں اُن سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھکو کھلاویں بیشک اللہ رزق دینے والا قدرت والا زور والا ہے سو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ ان دونوں جنس کو صرف عبادت کیلئے پیدا کیا ہے یعنی اس واسطے پیدا کیا ہے کہ انکو عبادت کا حکم کریں جیسے کوئی اپنے غلام سے کہے کہ اے غلام میں نے تجھ کو صرف اسلئے خریدا ہے کہ میری خدمت کرے یعنی اسلئے خریدا

جن کا مقصود از خلقت رزق اور اطاعت

ہے کہ تجھکو خدمت کا حکم کروں اور تو اُس کو بجا لائے ف یہ تاویل اسواسطے کی کہ معتزلہ کا مذہب ٹوٹ جائے چنانچہ آگے لکھتا ہے ت اور کبھی غلام مخالفت اور سرکشی کرتا ہی اور تیرا خریدنا اسواسطے نہ تھا بلکہ اسلئے تھا کہ تیری مہمات بجالائے اور تیرے کام پورے کرے اور معتزلی لوگ اس آیت کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو صرف اطاعت کیلئے پیدا کیا ہے اور کفر و معصیت کے خالق خود بندے ہیں اور ہم اس مذہب کو اوپر باطل کر چکے ہیں ف حاصل جواب کا اہل سنت کی طرف سے یہ ہی کہ قصد دو ہیں ایک قصد تشریعی دوسرا قصد تکوینی سو اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ صرف عبادت کے قصد سے انکو پیدا کیا ہے یہ قصد تشریعی ہے کہ وہ معصیت کیساتھ متعلق نہیں کیونکہ شرع میں اُس سے ممانعت ہے اور قصد تکوینی یعنی تخلیق طاعت و معصیت دونوں کیساتھ متعلق ہے لقولہ تعالیٰ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ سو معتزلہ نے اس آیت میں قصد تکوینی مراد لیا ہے حالانکہ اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں فتامل ت اور حکمت تخلیق و ایجاد کے بیان کر دینے میں لوگوں کو بتلا دینا اور آگاہ کرنا ہے کہ کس واسطے پیدا ہوئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا جو اُن کے مقدمے میں مقصود ہی اُس سے ناواقف نہ رہیں اور طریق ہدایت سے بھٹک نہ جائیں اور رعایت حقوق کو چھوڑ نہ دیں اور بعض اخبار میں آیا ہے کہ ہر روز چار فرشتے آپس میں سوال جواب کرتے ہیں ایک کہتا ہے کاش یہ خلقت پیدا نہ ہوتی دوسرا کہتا ہی کہ اگر پیدا ہو چلے تھے تو یہی جانتے کہ کیوں پیدا ہوئے تیسرا کہتا ہی کہ جب جانتے کہ کیوں پیدا ہوئے تو علم کیموافق عمل کرتے چوتھا کہتا ہے کہ اگر عمل نہیں کیا تھا تو بُرے اعمال سے توبہ ہی کرتے پس حق تعالیٰ نے اس امر کو بیان کر دیا کہ بندوں کو اُن کی ذات کیلئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس واسطے پیدا کیا کہ اللہ کی عبادت اور توحید میں مشغول ہوں کیونکہ تو غلام اس لئے نہیں خریدتا کہ وہ اپنے کام میں لگا رہے بلکہ اس لئے خریدا کرتا ہے کہ تیری خدمت کرے پس یہ آیت ایسے لوگوں پر حجت ہے کہ اپنے حظوظ نفسانیہ میں رب کے حقوق سے اور اپنی ہوائے نفسانی میں مولیٰ کی طاعت سے غافل ہیں اسیواسطے جب ابراہیم بن ادہم شکار کو نکلے تو گھوڑے پر چڑھے ہوئے ہاتف کی آواز سنی اور یہی اُن کی توبہ کا باعث ہوا وہ ہاتف کہتا ہے اے ابراہیم کیا اسی لئے تو پیدا کیا گیا ہی یا تجھ کو یہی حکم ہوا ہے پھر دوسری آواز سنی اے ابراہیم نہ اسلئے تو پیدا ہوا ہے نہ تجھ کو یہ حکم ہوا ہے۔ سو سمجھدار وہ شخص ہے جو حکمت ایجاد کو سمجھ کر اُس پر عمل کرے اور فقہ حقیقی یہی ہے جس کو یہ عنایت ہوا اُس کو بڑی نعمت ملی۔ اور اسی کے حق میں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ فقہ کثرت روایت سے نہیں ہوتا بلکہ فقہ ایک نور ہے جسکو اللہ تعالیٰ قلب میں رکھدیتا ہے اور میں نے اپنے شیخ ابو العباسؒ سے

سنا ہے فرماتے تھے کہ فقیہ وہ شخص ہے جسکے دیدۂ دل سے حجاب ہٹ جاوے پس جسکو اللہ کی طرف سے
حکمت ایجاد کی سمجھ عنایت ہوگی کہ صرف اس کو اپنی طاعت کیلئے پیدا کیا ہے اور صرف خدمت کیلئے
بنایا ہے اس کا یہ سمجھنا سبب ہو جائیگا دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف رُخ کرنیکا اور حظوظ نفسانیہ
کو چھوڑ کر فکر معاد و آمادگی کیساتھ اپنے مالک کے حقوق میں لگ جانیکا یہانتک کہ ایک بزرگ کا قول
ہے کہ اگر مجھے خبر دیجاوے کہ تو کل کو مرجاویگا تو اپنے نفس میں کچھ تغیر نہ پاؤں ف کیونکہ آخرت کے لئے
تو تیار ہی بیٹھا ہوں ف اور کسی بزرگ سے اُن کی ماں نے کہا اے بیٹا تو روٹی کیوں نہیں کھاتا جواب
دیا کہ روٹی چبانے اور چبے ہوئے کھانے میں پچاس آیتیں پڑھی جاتی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی عقلونکو
انتظار ہول قیامت اور ملاقات جبار نے اس دنیا سے غافل کر دیا ہے اور اس خیال نے دنیا کی
لذت کی آگاہی اور مسرت کی خواہش سے دور ڈالدیا ہے ف یہانتک کہ ایک عارف کہتے ہیں میں ملک
مغرب میں کسی شیخ کے پاس اُن کے گھر گیا اور وضو کے لئے پانی بھرنے اٹھا وہ شیخ اٹھ کر بھرنے لگے
میں نے منع کیا انھوں نے نہ مانا اور رسی کا سرا اپنے ہاتھ میں باندھا ف تاکہ ڈول چھوٹ نہ جاوے
اور گھر میں اُن کے قریب کنوئیں کے کنارے پر زیتون کا درخت تھا کہ گھر پر مثل شامیانہ پھیلا
ہوا تھا میں نے کہا اے حضرت رسی کا سرا اس درخت سے کیوں نہیں باندھ دیتے فرمانے لگے کیا یہاں
درخت بھی ہے مجھ کو اس گھر میں ساٹھ برس ہوئے مگر مجھ کو خبر نہیں کہ اس گھر میں درخت بھی ہے
سو اے طالب ذرا یہ حکایت اور اسکے مثل کان کھولکر سُن تجھ کو معلوم ہوگا کہ اللہ کے ایسے بندے
ہیں کہ اُن کو اپنے ساتھ مشغول کرکے سب سے غافل کر دیا ہے اور کوئی شے ان کو اللہ سے غافل نہیں
کر سکتی۔ اُن کی عقلوں کو اُس کی عظمت نے ازخود رفتہ کر دیا ہے اُن کے نفسوں کو اُس کی ہیبت نے
متحیر بنا دیا اُن کے دلوں میں اس کی محبت بیٹھ گئی اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اُن کے زمرے میں شامل کرے
اور اُن سے جدا نہ کرے اسی طرح کی اور حکایت ہے کہ صعید میں کوئی ولی کسی مسجد میں رہتے تھے کسی
خادم نے اجازت چاہی کہ مسجد میں جو کھجور کے دو درخت کھڑے ہیں ایک میں سے ایک شاخ توڑ لون
انھوں نے اجازت دیدی اُس شخص نے پوچھا کہ حضرت کون سے درخت سے لوں زرد سے یا سرخ سے فرمایا
اے بیٹا مجھ کو اس مسجد میں چالیس برس ہوئے مجھ کو زرد و سرخ کا حال معلوم نہیں اور ایک بزرگ کی
حکایت ہے کہ اُن کے بچے اُن کے گھر میں پھرا کرتے پوچھتے تھے کہ یہ کس کے لڑکے ہیں جب تک بتلائے
نہ جاتے تھے پہچانتے نہ تھے اللہ کے ساتھ ایسے مشغول رہتے ایک بزرگ اپنی اولاد کو دیکھکر کہتے کہ اگرچہ
ان کا باپ جیتا ہے مگر یتیم ہیں۔ اور اس جھلک کے آثار میں کلام بڑھانا مقصود کتاب سے علیحدہ کر دیگا

ف ایک مقام کا نام ہے ۱۲ مترجم

[illegible]

رجوع مطلب۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ میں نے جن و انس کو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ اُن کو حوائج بشریہ پیش آوینگے کہ اپنے مقتضا کیموافق اُنسے مطالبہ کرینگے اور اخلاص توجہ عبودیت کو مشوش کرینگے اسواسطے اُن کیلئے رزق کی کفالت فرمائی تاکہ خدمت خداوندی فراغت سے کریں اور طلب رزق میں لگکر عبادت سے غافل نہو جاویں سو فرمایا مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ یعنی میں اُن سے یہ نہیں چاہتا کہ اپنے کو رزق دیں کیونکہ میں اپنی کفایت و کفالت سے اس میں کافی ہو چکا ہوں وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ یعنی میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ لوگ مجھے کھلائیں کیونکہ میں قوی ہوں صمد ہوں جسکو کھانیکی حاجت نہیں اسیواسطے اسکے بعد یہ ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ۝ یعنی چونکہ میں اُن کا رزق دینے والا ہوں اسلئے یہ نہیں چاہتا کہ وہ اپنے لئے سامان رزق کریں اور چونکہ میں قوت والا ہوں اس لئے یہ نہیں چاہتا کہ وہ مجھے کھلائیں کیونکہ جس کی ذاتی قوت ہوگی وہ کھلائے جانیسے غنی ہوگا پس یہ آیت اس مضمون کو مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے رزق کا کفیل ہے خود فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ اور ایمانداروں پر یہ بات لازم ٹھیرادی کہ رزق رسانی میں اُس کو یگانہ سمجھیں اور اسکا شمہ بھی مخلوق کی طرف منسوب نہ کریں اور اسباب اور اکتساب کی جانب مستند نہ کریں اور راوی کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کیوقت جسکی رات کو بارش ہو چکی تھی فرمانے لگے تم کو کچھ خبر ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمکو تو خبر نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آج صبح کو میرے بندوں میں سے بعضے مومن ہوئے بعضے کافر سو جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہمپر بارش ہوئی وہ شخص تو مجھ پر ایمان لایا اور ستارے کیساتھ انکار کیا اور جسنے کہا چاند کی فلاں منزل یا فلاں ستارے کی وجہ سے ہمپر بارش ہوئی۔ اُس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستارے پر ایمان لایا پس اس حدیث میں اہل ایمان کو بڑا فائدہ اور اہل یقین کو بڑی بینائی اور اللہ تعالیٰ کیساتھ ادب کی تعلیم ہے اور امید ہے کہ یہ حدیث مومن کو علم نجوم اور انکی تاثیرات کے قائل ہونیسے روکنے کیلئے کافی ہے اور جاننا چاہیے کہ قضائے الٰہی تیرے مقدر میں مقدر ہے کہ ضرور اُسکو نافذ فرمائیگا اور اُس کا حکم مقرر ہے کہ اُس کو ظاہر فرمائیگا پھر علام الغیوب کے علم کی جستجو کرنیسے کیا فائدہ ہے حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بندوں کے احوال جستجو کرنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے لَا تَجَسَّسُوْا تو غیب خداوندی کو جستجو کرنا ہمکو کیسے زیبا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

میری جانب سے نجومی کو کہو	حکم کوکب کو نہیں میں مانتا
جو خدا چاہے وہی ہوگا ضرور	بالیقیں اس امر کو ہوں جانتا

فائدہ جاننا چاہیے کہ صیغہ رزّاق کا فعّال کے وزن پر آنا مبالغہ یعنی رزق کو مقتضی ہی سو رزّاق زیادہ
بلیغ ہے رازق سے کیونکہ فعّال مبالغے میں فاعل سے زیادہ بلیغ ہے۔ سو ممکن ہی کہ یہ مبالغہ اس وجہ سے
ہو کہ جن کو رزق دیا جاتا ہے اُن کی تعداد بہت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود چونکہ رزق بھی بہت ہے
اس لئے مبالغہ ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں امر مقصود ہوں **دوسرا فائدہ جو علم بیان سے**
متعلق ہی جاننا چاہیے کہ جس مضمون سے ثنا مقصود ہو اُس پر صفت کی دلالت فعل کی دلالت سے زیادہ
بلیغ ہوتی ہے سو تیرا یہ کہنا کہ زَیْدٌ مُحْسِنٌ اس سے زیادہ بلیغ ہے کہ زَیْدٌ یُحْسِنُ یا قَدْ اَحْسَنَ وجہ اسکی
یہ ہے کہ صفت تو ثبوت اور استقرار پر دلالت کرتی ہے اور فعل اپنی اصل وضع میں تجدد اور انفراغ کے
لئے ہو اسی جہت سے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ کہنا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَرْزُقُ سے زیادہ بلیغ ہے اور اگر اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ
یَرْزُقُ فرماتے تو صرف اثبات رزّاقیت کو مفید ہوتا حصر حاصل نہ ہوتا جب اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ کہا
تو اُس نے انحصار کا بھی فائدہ دیا تو جب اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ کہا تو گویا یوں کہا کہ لَا رَازِقَ اِلَّا اللّٰہُ
یعنی کوئی رازق نہیں سوائے اللہ کے دوسری آیت رزق کے باب میں یہ ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ
رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ یعنی اللہ ایسا ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تمکو روزی دی پھر تمکو وفات دیگا
پھر تمکو جلائیگا یہ آیت دو فائدوں کو متضمن ہی پہلا فائدہ یہ کہ خلق و رزق دونوں ساتھ ساتھ ہیں
یعنی جیسا تم نے اللہ کی خالقیت کو تسلیم کرلیا خود دعویٰ خالقیت نہیں کرتے اسیطرح رازقیت بھی تسلیم
کرلو اور رزّاقی کے مدّعی مت ہو یعنی اللہ تعالیٰ جیسا تخلیق و ایجاد میں یگانہ ہے ایسا ہی رزّاقی اور
مدد پہنچانے میں یکتا ہے اسلئے دونوں کو ساتھ ذکر کیا تاکہ بندوں پر حجت قایم ہو اور اُن کو اس سے ممانعت
ہو کہ اُسکے رزق کو دوسرے کی طرف سے سمجھیں اور اُسکے احسان کو مخلوق کیطرف سے خیال کریں اور اللہ تعالےٰ
جیسا بلا واسطہ و بلا اسباب خالق ہے اسی طرح بواسطہ بے سبب رازق بھی ہے دوسرا فائدہ یہ کہ
اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلادی کہ رزق کا قصہ گذر چکا اور اُس کی
بات پختہ ہو چکی اب قضا کسی وقت اُس میں کوئی نئی بات نہیں کرتی اور زمانے کے آنے پر اُس کے
آنیکا انتظار نہیں البتہ اُس کا ظہور تازہ ہوتا ہے نہ کہ ثبوت اور رزق کا لفظ دو قسم کے رزق پر بولا جاتا ہے
ایک وہ جو ازل میں مقدر ہو چکا دوسرا وہ جو بندے کے موجود ہونیکے بعد ظاہر ہونا شروع ہوا اور
اس آیت میں دونوں معنوں کا احتمال ہے پس اگر مراد وہ رزق ہے جو مقدر ہو چکا اس وقت ثُمَّ محض ترتیب
ذکری کیلئے ہی **ف** اور ترتیب وقوع کیلئے نہیں ورنہ لازم آویگا کہ بعد پیدا کرنیکے رزق مقدر فرمایا
حالانکہ تقدیر سابق ہے ایجاد سے **ت** اور اگر مراد اس سے وہ رزق ہے جو بعد وجود ظاہر کیا گیا سو یہ

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ

آگاہ کرنا ہے تاکہ عبرت حاصل ہو ف یعنی تخلیق کے بعد جو رزق دیا جاتا ہو وہ تو ظاہر ہی ہے پھر بتلا دینے سے کیا فائدہ جواب دیدیا کہ اہل غفلت کو آگاہ کرنا مقصود ہے ت اور مقصود اس آیت سے جسکے لئے یہ بیان کیگئی ہے اللہ تعالیٰ کیلئے الوہیت کا ثابت کرنا ہے گویا یوں کہا جاتا ہو کہ اے غیر اللہ کے پرستش کرنیوالو اللہ تعالیٰ ایسا ہے جسنے تم کو پیدا کیا پھر روزی پہنچائی پھر تم کو موت دیگا پھر تم کو جلائیگا۔ آیا یہ اوصاف غیر اللہ میں پاتے ہو یا کسی مخلوق میں اِن اوصاف کا ہونا ممکن ہو سو جو ذات اِن اوصاف میں یگانہ ہے اُسی کی الوہیت کا اقرار کرنا چاہئے اور اُسی کو ربوبیت میں واحد سمجھنا چاہئے اسی واسطے اسکے بعد فرمایا ہَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ یعنی آیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو اِن کاموں میں سے کچھ بھی کرسکے پاک ہو وہ اور برتر ہے اُس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں تیسری آیت رزق کے مقدمے میں یہ ہو وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ج وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ یعنی حکم کر و اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو نماز کا اور اُس پر قایم رہو ہم تمسے روزی نہیں مانگتے ہم تمکو خود روزی دینگے اور نیک انجام تقویٰ کا ہے اور اس آیت میں چند فوائد ہیں پہلا فائدہ جاننا چاہئے کہ اگرچہ مخاطب اس آیت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر اسکا حکم اور وعدہ آپ کی اُمت کیساتھ بھی متعلق ہے پس ہر بندے کو یہی کہا جاتا ہو وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ج وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب جاننا چاہئے کہ اے بندے اللہ تعالیٰ نے تجھکو یہ فرمایا ہے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر کیونکہ جیسا اسباب دنیاوی سے اُن کیساتھ سلوک کرنا اور اُن کی حاجت کا خیال رکھنا تجھ پر واجب ہے اسیطرح یہ سلوک کرنا بھی تجھ پر واجب ہے کہ اُن کو اطاعت الٰہی کی طرف لاوے اور اُسکی نافرمانی سے بچاوے اور جیسا تیرے گھر والے دنیوی سلوک کے مستحق ہیں اسیطرح سلوک اُخروی کے بھی مستحق ہیں دوسرے یہ کہ وہ لوگ تیری رعیت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ یعنی تم میں ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے اُس کی رعیت کا حال پوچھا جاویگا اور دوسری جگہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ یعنی اپنے قرابت والے کنبے کو ڈراؤ جیسا یہاں فرمایا وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ دوسرا فائدہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں اول یہ فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو پھر حکم کیا کہ تم بھی دوام کرو تاکہ یہ بات جتلا دیوے کہ یہ آیت خاص اسی مضمون کیلئے بیان کیگئی ہے کہ گھر والوں کو نماز پڑھاؤ اور دوسرا مضمون تبعاً ضمناً آگیا ہے اگرچہ بذاتِ خود وہ بھی مقصود ہو لیکن چونکہ بندہ یقیناً جانتا ہے کہ مجھکو تو نماز کا حکم

فائدہ اول

فائدہ دوم

ہے ہی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو ایسے امر سے آگاہ فرمائے جس کا ہمل چھوڑ دینا ممکن ہو ف
یعنی گھر والوں کو نماز پڑھوانا ت اس لئے اپنے رسول کو حکم فرمایا تاکہ دوسرے لوگ بھی سنیں اور پیروی
کریں پھر اس کی طرف دوڑیں اور اس کی بجا آوری پر دوام کریں تنبیہ جاننا چاہئے کہ تجھ پر واجب ہے کہ
اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرے جیسے بیوی لونڈی بیٹی اور ان کے سوائے جو اپنے متعلق ہوں اور نماز
چھوڑنے پر انکو مارنا بھی جائز ہے اور اللہ کے پاس تیرا یہ عذر مقبول نہیں کہ میں نے تو کہا تھا مگر انھوں نے
سنا ہی نہیں اگر گھر والوں کو یقین آجائے کہ تجھپر انکا نماز چھوڑنا اسقدر شاق ہے جیسے کھانا بگڑ جانا یا کسی
ضروری کام کا رہجانا تو ہرگز نماز نہ چھوڑیں مگر ان کو تو عادت ہو گئی ہے کہ تو ان سے اپنے حظوظ نفسانیہ میں
مطالبہ کرتا ہے اور اللہ کے حقوق کا مطالبہ نہیں کرتا اسی واسطے وہ لوگ ان حقوق کی رعایت نہیں رکھتے
اور جو شخص خود نماز کا پابند ہو اور اس کے گھر والے نماز نہ پڑھتے ہوں اور وہ ان کو تاکید بھی نہ کرتا ہو
تو قیامت کے روز ان ہی لوگوں کی جماعت میں اُٹھے گا جو نماز کو ضائع کرنیوالے تھے اور اگر کوئی کہے کہ
میں نے تو ان سے کہا تھا مگر انھوں نے نہیں کیا اور انکو نصیحت کی تھی مگر انھوں نے نہیں مانا اور مار پیٹ کی
بھی سزا دی مگر وہ کسی طرح سے سیدھے ہی نہیں ہوتے اب میں کیا کروں جواب یہ ہے کہ تجھ کو چاہئے کہ
جس کی مفارقت طلاق و بیع سے ممکن ہے اُس سے مفارقت کر اور جس سے مفارقت ممکن نہیں اُس سے
اعراض کر اور اللہ کیلئے اُن سے بولنا چھوڑ دے کیونکہ اللہ کیلئے کسی سے جدا ہونا اللہ سے وصل کرنا ہے تیسرا
فائدہ یہ جو فرمایا کہ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا یعنی نماز پر صبر کرو اور قائم رہو اس میں اشارہ ہے کہ نماز میں نفس کو کسی
قدر تکلیف ہوتی ہے جو نفس پر شاق ہے کیونکہ نمازیں لوگوں کے لذات و اشغال کے وقت میں آتی ہیں اور
تقاضا کرتی ہیں کہ سب کو چھوڑ کر اللہ کے روبرو کھڑا ہو اور غیر اللہ سے بالکل فارغ ہو جاؤ دیکھو صبح کی نماز
کیسے نیند کے عزیز اوقات میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اپنے حظوظ میرے حقوق کیلئے اور اپنی مراد
میری مراد کیلئے چھوڑ دے اسی واسطے صبح کی اذان میں خاص کر کے دوبار یہ پڑھا گیا اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ
النَّوْمِ رہی ظہر کی نماز وہ بھی قیلولے کے اور محنت اور مشقت سے رجوع کرنیکے وقت آتی ہے رہی عصر کی نماز
وہ بھی ایسے وقت آتی ہے کہ لوگ اپنی تجارتوں اور پیشوں میں غرقاب ہوتے ہیں اور اسباب دنیوی
پر متوجہ ہوتے ہیں رہی مغرب کی نماز وہ بھی کھانا کھانیکے اور اپنے بدن کی اصلاح و اہتمام کے وقت
آتی ہے رہ گئی عشا کی نماز وہ بھی ایسے وقت میں آتی ہے کہ دن بھر کا تکان ہوتا ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا اور فرمایا حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى یعنی چوکسی کرو سب نمازوں کی
اور خصوصاً نماز عصر کی اور فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا یعنی نماز اہل ایمان پر

لکھی ہوئی اور وقت مقرر کی ہوئی ہے اور فرمایا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی نماز قائم کرو اور دلیل اسکی کہ نماز کے اہتمام رکھنے میں تکلیف عبودیت ہے اور اُس کا اہتمام خلاف مقتضائے بشریت ہے یہ ارشاد خداوندی بس ہے وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ یعنی سہارا چاہو صبر اور نماز کا نماز بیشک بھاری ہے مگر عاجزی کرنیوالوں پر اب صبر اور نماز کو ایک ساتھ لانا اشارہ ہے کہ نماز میں کئی طرح کے صبر کی حاجت ہے ایک صبر کرنا اُس کی پابندی اوقات پہ دوسرے بجا آوری واجبات وسُنن پر تیسرے دفع غفلت کے اسباب پر اسی واسطے اُسکے بعد یوں فرمایا وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ سو نماز کو علیحدہ کر کے بیان کیا اور صبر کو جدا بیان نہیں کیا کیونکہ اگر صبر کا ذکر ہوتا تو یوں فرماتے وَاِنَّهٗ لَكَبِيْرٌ کیونکہ صلوٰۃ مؤنث ہے اور صبر مذکر ہے پس اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ صبر اور صلوٰۃ دونوں باہم لازم وملزوم ہیں گویا دونوں ایک ہی چیز ہیں جیسے دوسری آیت میں ہے وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ یعنی اللہ اور رسول کا راضی رکھنا زیادہ لائق ہے اور فرمایا وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی جو لوگ جمع کر کے رکھتے ہیں سونا چاندی اور خرچ نہیں کرتے اُس کو اللہ کی راہ میں اور فرمایا وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا یعنی جب دیکھتے ہیں وہ لوگ تجارت یا کھیل کو چلے جاتے ہیں اُس کی طرف پس اچھی طرح سمجھ لو کہ مقصود ان سب مثالوں سے یہ ہے کہ جیسے ان آیتوں میں دو دو چیزوں کا ذکر فرما کر ضمیر مفرد کی لائے اور مقصود دونوں چیزیں ہیں مگر تلازم کی وجہ سے ضمیر واحد پر اکتفا کیا مثلاً يُّرْضُوْهُ کی ضمیر میں اللہ اور رسول دونوں مقصود ہیں لَا يُنْفِقُوْنَهَا کی ضمیر میں ذہب فضہ دونوں مقصود ہیں اِنْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا کی ضمیر میں لہو وتجارت دونوں مقصود ہیں اسیطرح آیت مافیہ البحث میں بھی اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ ضمیر مفرد کی لائے جو بوجہ تانیث کے صلوٰۃ کیطرف راجع ہے مگر مقصود صبر وصلوٰۃ دونوں ہیں باہم ان دونوں کا تلازم موجب اکتفائے ضمیر واحد ہو گیا۔ فافہم اور نماز کی بڑی شان ہے اور اللہ کے نزدیک اُسکی بڑی قدر ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی بیشک نماز باز رکھتی ہے بیحیائی اور بُری بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ سب اعمال میں افضل عمل کون ہے آپ نے فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندے کو سب سے زیادہ قرب خداوندی سجدے میں میسر ہوتا ہے اور ہمنے غور کر کے دیکھا تو نماز میں اتنی عبادتیں جمع ہیں کہ دوسرے عمل میں نہیں مثلاً پاک ہونا خاموش رہنا کلام دنیا سے قبلے کی طرف رخ کرنا تکبیر کیساتھ شروع کرنا قرآن پڑھنا کھڑا ہونا جھکنا سجدہ کرنا رکوع وسجود میں اللہ کی پاکی بیان کرنا سجدے میں دعا کرنا اور بہت سی عبادتیں

ہیں پس نماز متعدد عبادتوں کا مجموعہ ہے کیونکہ صرف ذکر کرنا ایک مستقل عبادت ہے صرف قرآن پڑھنا ایک عبادت ہے اسیطرح تسبیح و دعا و رکوع و سجود و قیام ان میں ہر عمل جداگانہ عبادت ہے اور اور اگر اندیشہ تطویل نہوتا تو نماز کے اسرار و انوار میں ہم تفصیلی گفتگو کرتی اس مقام پر اتنی ہی جھلک کافی ہے والحمد للہ۔ چوتھا فائدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ یعنی ہم تم سے یہ نہیں سوال کرتے کہ تم اپنے کو یا اپنے گھر والوں کو رزق دو اور ہم تمکو یہ حکم کیسے کریں اور یہ تکلیف کس طرح دیں کہ تم اپنے کو رزق دو حالانکہ تم کو اس کی قدر نہیں اور ہماری شان کے کب لائق ہے کہ تم کو خدمت کرنیکو کہیں اور تمہاری روزی کا سرانجام نہ کریں گویا جب خدائے تعالیٰ نے جانا کہ لوگوں کو رزق طلب کرنا دوام طاعت میں خلل انداز ہوگا اور یہ فکر فراغ طاعت سے مانع ہوگی اسلئے اپنے رسول کو خطاب فرمایا تاکہ اور لوگ سنیں پس فرمایا وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ یعنی تم ہماری خدمت بجالاؤ ہم روزی کا تمہارے لئے سرانجام کرینگے اور یہ دو چیزیں ہیں ایک چیز کا تو اللہ کفیل ہوگیا ہے اس سے بدگمانی مت کر یعنی رزق دوسری چیز تجھ سے طلب کی ہے اس کو مت چھوڑ یعنی عبادت پس جو شخص اللہ کے ذمے کی ہوئی چیز کی تحصیل میں لگ کر اس کی طلب کی ہوئی چیز کو چھوڑ بیٹھا یعنی رزق کے پیچھے عبادت چھوڑی اس کی بڑی جہالت اور بہت غفلت ہے اور جگانے سے بھی نہیں جاگتا بلکہ بندے کو سزاوار ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے طلب کیا اس میں لگجائے اور جس کی اس نے خود ذمہ داری کرلی ہے اس سے بیفکر ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ جب منکرین کو رزق دیتا ہے تو مومنین کو کیسے نہ دیگا اور اہل کفر پر جب رزق جاری کر رکھا ہے تو اہل ایمان پر کیسے جاری نہ فرماویگا پس لے بندے تجھ کو معلوم ہوگیا کہ دنیا کا تو ذمہ ہوگیا اس قدر کہ تیری کجی کو سیدھا کردے یعنی بقدر کفایت اور آخرت کی تجھ سے طلب ہے یعنی آخرت کیلئے عمل کرنا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى یعنی توشہ لے لو بیشک اچھا توشہ تقوی ہے پس تیری عقل بصیرت کس طرح ثابت ہو حالانکہ تجھ کو مضمون کے اہتمام نے مطلوب کے اہتمام سے غافل کر رکھا یہانتک کہ کسی بزرگ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا کی کفالت کی اور آخرت کو طلب فرمایا کاش آخرت کی کفالت فرمالیتے اور دنیا طلب کرتے اور نَحْنُ نَرْزُقُكَ صیغہ مضارع ہے اسلئے لائے تاکہ استمرار و دوام پر دلالت کرے کیونکہ اَنَا اُكْرِمُكَ صیغہ مضارع کے ساتھ اور اَكْرَمْتُكَ ماضی کیساتھ برابر نہیں کیونکہ اَنَا اُكْرِمُكَ کے معنی تو یہ ہیں کہ بار بار اکرام ہوتا ہے اور اَنَا اَكْرَمْتُكَ ماضی سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ ماضی میں اکرام ہوچکا تکرار دوام پر دلالت نہیں پس نَحْنُ نَرْزُقُكَ کے یہ معنی ہوئے کہ ہم بارہا و ہمیشہ رزق دیتے رہتے ہیں اپنی منت

تم سے معطل نہیں کرتے اپنی نعمت تم سے منقطع نہیں کرتے اور جیسا ہم نے بندوں پر ایجاد سے احسان کیا اسی طرح دوام امداد کا سرانجام کیا اسکے بعد فرمایا وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى یعنی انجام کی بھلائی تقوی کیلئے ہے گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ ہمکو معلوم ہے کہ جب تم اسباب دُنیا سے منھ موڑ کر اور اُس کے اشغال کو چھوڑ کر ہماری خدمت میں لگے رہو گے اور ہماری طاعت کی طرف متوجہ رہو گے تو تمھارا رزق امیروں کا سا اور تمہارا عیش فراغت والوں کا سا نہ ہو گا لیکن اِس حالت پر صبر کیجیو کیونکہ عاقبت کی خوبی اہل تقوی ہی کیلئے ہے جیسا اس آیت سے اول فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ؕ یعنی اپنی آنکھیں مت بڑھاؤ اُس چیز کی طرف کہ فائدہ دیا ہم نے اُس سے کفار کی جماعتوں کو وہ رونق ہو زندگی دُنیا کی تاکہ ہم اُس میں اُن کو فتنے میں ڈالیں اور روزی تیرے پروردگار کی اچھی ہے اور زیادہ باقی رہنے والی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تقوی کیساتھ عاقبت ہی کو کیوں مخصوص فرمایا کیونکہ اہل تقوی کو تو حسن عاقبت کیساتھ دنیا میں بھی مزے کا عیش ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ یعنی جو شخص نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت مگر مومن ہو زندگی دینگے ہم اُس کو اچھی زندگی جواب سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے اُن کی عقل کیموافق خطاب فرماتا ہے گویا یہ معنی ہوئے کہ اے بندو اگر تم کو یہ خیال ہے کہ اہل غفلت وعدوان کیلئے دنیا ہے تو اہل تقوی کیلئے عقبی ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى بس لوگوں سے اُن کی عقل و فہم کیموافق خطاب فرمایا جیسا آیا ہے اللہ اکبر اگرچہ کوئی اُسکے سوا بڑائی نہیں رکھتا جو اِس کہنے کی ضرورت ہو کہ اللہ اکبر یعنی اللہ سب سے بڑا ہے لیکن چونکہ نفوس آثار قدرت کی بڑائی مشاہدہ کر رہے ہیں جیسا خود فرمایا لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی البتہ پیدائش آسمانوں اور زمین کی بہت بڑی ہے پیدائش سے آدمیوں کی لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے پس گویا یوں کہا گیا کہ اگر تم کو کسی شے میں خواہ مخواہ بڑی نظر ہی آتی ہے تو اللہ اُس سے بھی بڑا ہے اور ہر بڑے سے بڑا ہے جیسے آیا ہے اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ یعنی نماز زیادہ بہتر ہے سونے سے بجائے اسکے اگر یوں کہا جاتا کہ سونے میں بالکل بہتری نہیں تو نفوس یوں کہتے کہ ہم تو اُس کی لذت اور راحت دیکھ چکے ہیں اسلئے اُنکے علم کو تسلیم کرکے کہا گیا کہ جس کی طرف ہم تم کو بلاتے ہیں یہ اُس سے زیادہ بہتر ہے جس سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں یعنی نماز سونے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ جس سونے کی طرف تم مائل ہوئے ہو وہ بے بقا ہے اور جس کی طرف بلاتے ہیں وہ ایسا معاملہ ہے جسکی جزا ہمیشہ باقی رہیگی کبھی فنا نہوگی اور اللہ کے پاس کی چیزیں زیادہ بہتر ہیں اور زیادہ باقی رہنے والی ہیں **فائدہ جلیلہ** جاننا چاہئے کہ جنکو

یہ مضمون ہے آیت کا وما عند اللہ خیر وابقی ۱۲ مترجم

اللہ کی طرف کی سمجھے اُن کو اس آیت نے یہ بتلا دیا کہ اللہ کے رزق کو کیونکر ڈھونڈھیں سو جب اُن پر اسباب
معیشت تنگ ہونگے وہ زیادہ خدمت و اطاعت کرینگے وجہ یہ ہے کہ اس آیت نے یہ بات اُن کو بتلائی
ہے تم خیال نہیں کرتے اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا
نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ سو وعدہ رزق کا دوام کے بعد فرمایا ایک گھر والوں کو نماز پڑھوانا دوسرے خود اُس کی
پابندی کرنا ان دونوں امر کے بعد فرمایا نَحْنُ نَرْزُقُكَ پس اہل معرفت سمجھ گئے کہ جب روزی کی راہیں
بند ہوں دروازۂ رزق کو اسطرح کھولنا شروع کریں کہ رزاق سے معاملہ اچھا رکھیں یہ نہیں جیسے
اندھے غافلوں کی عادت ہے کہ جب اسباب دنیا تنگ ہوئے اُنھوں نے اور زیادہ مشقت شروع کی اور
غفلت والے دل اور بھولی ہوئی عقل سے اور بھی دنیا پر پڑ گئے اور اہل معرفت ایسا معاملہ کیونکر کرتے
جب اللہ کا حکم سُن چکے کہ فرماتا ہے وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا یعنی گھر والوں میں اُن کے دروازوں سے داخل
ہو اُن کو یقین ہوا کہ رزق کا دروازہ رزق دینے والے کی طاعت ہے پھر نافرمانی سے رزق کیسے طلب کیا
جائے اور اُس کی مخالفت سے کیونکر باران فضل کی درخواست کی جاوے حالانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے اللہ کی نعمتیں اُس کو ناراض کر کے نہیں ملتیں یعنی بدون اطاعت روزی نہیں مانگی جاتی اور
اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو ایک جگہ واضح فرما دیا وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
یعنی جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اللہ اس کے لئے کوئی راہ نکال دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اُسکو روزی
دیتا ہے کہ اُسکا گمان بھی نہ تھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا
یعنی اگر وہ لوگ سیدھی راہ پر مستقیم رہتے تو ہم اُن کو فراغت کا پانی دیتے اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے معلوم
ہوتا ہے کہ تقویٰ دونوں رزق کی کنجی ہے دنیا کے رزق کی بھی اور آخرت کے رزق کی بھی جیسے فرمایا
وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا
التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ یعنی اگر اہل کتاب ایمان
لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم اُن کی برائیاں دور کر دیتے اور ان کو نعمت کی بہشتوں میں داخل کرتے اور اگر
وہ لوگ قائم رکھتے توراۃ کو اور انجیل کو اور اُس کتاب کو جو اب اتاری گئی ہے اُن کی طرف اُن کے رب کی
طرف سے یعنی قرآن تو البتہ کھاتے وہ اپنے اوپر سے اور نیچے سے یعنی اوپر سے تو بارش ہوتی اور نیچے سے پیدا
وار پس حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُس کو ظاہر کر دیا کہ اگر وہ لوگ توریت اور انجیل کو قائم رکھتے یعنی ان کے احکام
پر عمل کرتے تو اوپر نیچے سے اُنکو کھانا نیکو ملتا یعنی ہم اُن پر روزی کو فراخ کرتے اور ہمیشہ اُن پر خرچ کر دیتے
مگر انھوں نے تو جو ہم چاہتے تھے وہ نہیں کیا اس لئے ہم نے بھی جو وہ چاہتے تھے نہیں کیا یعنی انھوں نے طاعت

۵ حدیث لا ینال ما عند اللہ بالسخط ۱۲ تنویر

نہ کی اور ہم نے وسعت نہ کی چوتھی آیت مقدمہ رزق میں یہ ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝ یعنی نہیں کوئی جاندار زمین پر چلنے والا مگر اللہ کے ذمّے ہے اُس کی روزی اور جانتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے اقرار کی جگہ اور سپردگی کی جگہ سب موجود ہے کھلی کتاب میں اس آیت نے حق تعالیٰ کا کفیل رزق ہونا صاف بتلا دیا اور تمامی وسوسوں اور خطروں کو اہل ایمان کے قلوب سے مٹا دیا اگر کبھی خطرات آنا چاہتے ہیں تو لشکر ایمان اور توکل کے اُنپر حملہ کر کے بھگا دیتے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ج یعنی بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو باطل پر وہ اُس کا بھیجا نکال دیتا ہے پس یکا یک جاتا رہتا ہے پس اپنے اس ارشاد سے کہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ج اپنے بندوں کی کفالت فرمائی تا کہ صفت مودت کیساتھ اُسکی معرفت ہو اگرچہ یہ اُس کے ذمّے واجب نہیں بلکہ اپنی ذات پر بطور کرم و احسان کے لازم ٹھیرالیا پھر یہ کہ اس کفالت کو عام فرما دیا گویا معنی آیت کے یہ ہوئے کہ اے شخص میری کفالت اور رزاقی کچھ تیرے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ زمین پر جتنے جاندار ہیں میں سب کا ذمّے دار اور روزی رساں ہوں اِس سے میری کفالت کی وسعت اور استغنائے ربوبیت اور احاطۂ قدرت کو قیاس کر لے اور میرے کفیل ہونے پر وثوق کر اور مجھ کو کارساز سمجھ سو ہر گاہ تو میری تدبیر و رعایت و کفالت کو اور حیوانات کیلئے دیکھتا ہے سو تو تو اشرف الانواع ہے اور زیادہ مستحق ہے کہ میری کفالت پر وثوق کرے اور میرے فضل پر نظر رکھے دیکھو اللہ تعالیٰ نے کس طرح فرمایا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ یعنی ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی دوسرے حیوانات پر اسطرح کہ اُن کو اپنی خدمت کیلئے حکم کیا اور اپنی بہشت میں داخل کرنیکا وعدہ فرمایا اور اپنی درگاہ میں بلایا اور انسان کا مکرم ہونا بہ نسبت دوسری مخلوقات کے یوں واضح ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اس کیلئے پیدا ہوئی اور یہ درگاہ خداوندی کیلئے پیدا ہوا میں نے شیخ ابو العباس رح سے سُنا ہے کہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے ابن آدم میں نے تمام اشیاء کو تیرے لئے پیدا کیا اور تجھ کو اپنے لئے پیدا کیا سو اپنی مملوک میں لگ کر مالک کو مت بھول اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ یعنی زمین کو مخلوق کیلئے پیدا کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ یعنی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے اور میں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ تمام کائنات تیرے غلام ہیں کہ اُن کو تیرے کام میں لگا رکھا ہے اور تو غلام درگاہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ یعنی اللہ ایسا ہے

جس نے پیدا کئے سات آسمان اور زمین سے بھی اتنی ہی نازل ہوتا ہے حکم ان سب میں تاکہ تم جانو کہ
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو علم سے سو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا
کہ تمام آسمان و زمین اسی لئے پیدا ہوئے ہیں کہ تجھ کو علم حاصل ہو جب تجھ کو معلوم ہو گیا کہ تمام کائنات تیرے
ہی لئے پیدا ہوئے ہیں خواہ برتنے کو یا نظر و فکر کرنے کو کہ یہ بھی ایک نفع ہے تو اب یہ جاننا ضرور ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے جن چیزوں کو تیری خاطر پیدا کیا ہے جب انکو رزق دیتا ہی تو تجھ کو کیسے نہ دیگا تم نے یہ آیت نہیں
سنی وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ یعنی تمہارے لئے پیدا کیا میوہ اور گھاس تمہارے فائدے کو اور
تمہارے چارپایوں کے فائدے کو اور جملہ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا کفیل ہونیکی تاکید ہے یعنی کسی جاندار کا مقام
اور حال اس پر مخفی نہیں بلکہ سب جانتا ہے اور ہر ایک کے پاس اسکا حصہ پہنچا تا ہے پانچویں آیت
مقدمۂ رزق میں یہ ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا
أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ۝ یعنی آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ ہے پس قسم ہے پروردگار آسمان
و زمین کی کہ یہ بات سچی ہے جیسے تم بولتے ہو اور یہ وہ آیت ہے جس نے شکوک کو اہل ایمان کے قلوب سے
دھو ڈالا اور انکے قلوب میں انوار یقین کو روشن کر دیا پس ان قلوب پر اصل مقصود کے علاوہ بہت سے
زائد مضامین وارد کئے چونکہ اس میں فوائد تھے کیونکہ یہ آیت اتنی چیزوں کو شامل ہے ذکر رزق محل
رزق قسم کھانا اس پر تشبیہ دینا ایسے امر سے جسمیں ذرا خفا نہیں اب ہم کو چاہئے کہ سب فوائد ایک ایک
کر کے بیان کریں پہلا فائدہ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ معلوم ہے کہ نفس کو مقدمۂ رزق میں بڑا
اضطراب ہوتا ہے اس لئے بار بار اسکا ذکر فرمایا چونکہ اس کے عوارض قلوب پہ بار بار وارد ہوتے
ہیں جیسے جب معلوم ہو کہ شبہہ جانب مقابل کے دل میں بہت جما ہوا ہے دلیل کو بار بار بیان کیا جاتا ہے
جسطرح اللہ تعالیٰ نے قیامت کے حق ہونے پر متعدد آیتوں میں استدلال فرمایا چونکہ ملحدین اس میں بہت
اضطراب کرتے ہیں اور اس کو مستبعد سمجھتے ہیں کہ جب آدمی کے جوڑ علیحدہ ہو گئے اس کی ترکیب مضمحل ہو گئی
اور مٹی ہو گیا یا درندوں اور کیڑے مکوڑوں نے کھا لیا پھر وہ زندہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں
بہت سے دلائل بیان کئے ایک ان میں سے یہ آیت ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهُ ط قَالَ مَنْ يُّحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ
رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ط یعنی بیان کی انسان نے ہمارے لئے کہاوت اور بھول گیا اپنی
پیدائش کو کہتا ہے کون جلا دیگا ہڈیوں کو جب وہ گل گئی ہوں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیدو
کہ ان کو وہی جلا دیگا جس نے پہلی بار پیدا کیا اور دوسری آیت میں فرمایا وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ یعنی دوبارہ
پیدا کرنا تو اللہ کو اور بھی آسان ہے اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى یعنی جس نے زمین کو زندہ

[Margin notes:]
فإنما أخرجت لكم لينفع لكم بها إنسان وأنعامكم ۱۲
ای فی السماء تقدیر رزقکم والحق وقیل السماء المطر ۱۲ وقیل رزقکم المطر والکسب ۱۲ من الحقائق والمعارف ۱۲ المنعة شریف ۱۲
نا لقوله اول ۱۲
الاضطراب کما قال اللہ تعالی الشیطان یعدکم الفقر ۱۲ المنعة شریف

کیا وہی مُردوں کو زندہ کریگا ایسا ہی جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوا کہ مقدمہ رزق میں نفس کا اضطراب بہت بڑھا ہوا ہے اس کی دلیل کوئی آیتوں میں ہوکد فرمایا بعض آیتیں تو گذر چکیں اور بعض ہم نے ذکر نہیں کیں چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات لوگوں کے نفسوں کی معلوم تھی کبھی یوں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ کبھی یوں فرمایا اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ کبھی یوں فرمایا نَحْنُ نَرْزُقُکَ کبھی یوں فرمایا اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَہٗ یعنی بھلا جو تم کو روزی دیتا ہے اگر اپنی روزی بند کرے تو تم کیا کرو اور اس مقام پر فرمایا وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ٭ تاکہ رزق کا مقام معلوم ہوجائے پھر قلوب کو تسکین ہوجاوے اور مقام مبہم رکھنے کیساتھ جو ذمہ داری ہے وہ اُس مرتبہ کی نہیں جو مقام بیان کردینے کیساتھ ہے گویا یوں ارشاد ہے کہ ہمپر واجب تو نہیں کہ تمہارے رزق کا مقام بیان کردیں بلکہ تمہارا رزق ہمارے پاس ہے جب اُس کا وقت آیگا تمہارے پاس پہنچا دینگے اور ہمارے ذمے اُس کا بیان کرنا ضرور نہیں مگر پھر بھی اپنے لطف ورحمت وفضل ومنت سے مقام رزق کا بیان فرمادیا تاکہ بھروسا زیادہ ہو اور شک بالکل دفع ہوجاوے اور اس میں ایک اور بھی فائدہ ہے وہ یہ کہ مقام جو بیان کردیا اس میں طالب کی توجہ مخلوق سے بالکل اُٹھ گئی اور یہ کہ بجز بادشاہ حقیقی کے کسی سے طلب نہ کریں کیونکہ جب تیرے قلب میں کسی مخلوق کی طرف سے طمع آئی یا کسی سبب پر حوالہ آیا تبھی ارشاد ہوا وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ٭ یعنی اے روزی ڈھونڈھنے والے زمین میں مخلوق سے کہ جو خود ضعیف عاجز ہے تیرا رزق اُسکے پاس نہیں وہ تو میرے پاس ہے اور میں حکومت والا قدرت والا ہوں اسی وجہ سے کسی اعرابی نے جو یہ آیت سنی تو اپنی اونٹنی ذبح کرڈالی اور سب چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی طرف بھاگا اور کہتا تھا سبحان اللہ میرا رزق تو آسمان میں ہے اور اسکو زمین میں ڈھونڈھتا ہوں سو خیال کر تجھ پر اللہ کی مہر ہو کہ وہ اللہ کی بات کو کیسے سمجھا کہ مقصود اللہ تعالیٰ کا یہی ہے کہ اپنے بندوں کی ہمتیں اپنی طرف متوجہ کرے اور اُن کی رغبت اُسی چیز میں ہو جو خدا کے پاس ہے جیسا دوسری آیت میں فرمایا وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ٭ یعنی کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمارے یہاں ڈھیر کے ڈھیر نہ ہوں اور ہم ایک معین انداز سے زیادہ نازل نہیں کرتے یہ بھی اسی لئے فرمادیا تاکہ ہمتیں اُسکے دروازے کی طرف بڑھیں اور تاکہ قلوب اُس کی درگاہ کی طرف جھکیں سو خدا کی تجھ پر عنایت ہو آسمان والا بلندی والا نہ زمین والا پستی والا مت ہو اسیواسطے کسی نے کہا ہے ؎ جب تجھے پانی نہ دے دست لئیم + رکھ قناعت سے شکم کو تو بھرا + ہو اگرچہ جسم تیرا خاک پر + رہ مگر ہمت سے بالائے سما + جان دینا سہل ہے لیکن ہے سخت + آبرو کھو کر کے کرنا التجا + اور میں نے اپنے شیخ ابوالعباسؒ سے سنا ہے

فرماتے تھے کہ واللہ میں نے کسی بات میں عزت نہ دیکھی مگر اس میں کہ مخلوق سے امید اٹھائی جائے اور اس
مقام پر اللہ کا ارشاد یاد کر وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ ہی کی عزت اور رسول کی اور
مومنین کی پس اللہ تعالیٰ نے جو عزت مومن کو دی ہے اُس سے اُس نے اپنا قصد مولیٰ کی طرف متوجہ کر دیا
اور اللہ پر وثوق کیا نہ اور کسی پر اور اللہ سے شرم کر کہ اُس نے تجھ کو خلعت ایمان پہنایا اور زینت معرفت
سے آرایش دی اسکے بعد بھی تجھ پر غفلت ونسیان غالب ہے کہ مخلوق کیطرف راغب ہے اور غیر اللہ سے جود و
احسان کا طالب ہے اسی واسطے کسی نے کہا ہے ؎ مجھے اُس نے حکم حقائق دیا + کرم مجھپہ خالق نے کیا کیا کیا
کیا مطلع مجھ کو ملکوت پر + میں اس پر بھی اوروں سے مانگوں گا کیا + اگر تجھ کو نفس غافل کہے کہ اپنی حاجت
مخلوق کیطرف لیجا سو تو اُس کی طرف لیجا جس کی طرف وہ مخلوق بھی اپنی حاجت لیجاتی ہے اور نفس کو
یہ بات بڑی سہل ہے کہ تو اُس کی خواہش پورا کرنے کیلئے اپنے ایمان کی بیقدری کرے اور اُس کی
آرزو حاصل کرنے کیلئے اپنے کو خوار کرے جیسا کسی نے کہا ہے ؎ نفس نے بس اپنی عزت کیلئے + میری
ذلت کو گوارا کر لیا + کہتا ہے یحییٰ بن اکثم سے تو مانگ + میں کہا کر رب یحییٰ سے دعا + اور مومن کیلئے یہ
امر نہایت زشت ہے کہ باوجود یقین وحدانیت اور یگانگی ربوبیت اللہ تعالیٰ کے پھر اوروں کے روبرو
اپنی حاجت پیش کرے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سُن رہا ہے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ج یعنی کیا اللہ تعالیٰ
اپنے بندے کو کافی نہیں اور یہ امر یوں تو ہر شخص سے زشت ہے مگر مومن سے ہو تو زشت تر ہے اور اس
ارشاد خداوندی کو یاد کرنا چاہئے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط یعنی اے ایمان والو پورا کرو عہدوں
کو اور جو عہد تو نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنی حوائج اور کسی سے پیش نہ کریگا
اور اُسی پر توکل کریگا اور یہ عہد اُس اقرار ربوبیت سے لازم آتا ہے جو یوم میثاق میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب
میں ہوا تھا یہ کیسی بات ہے کہ وہاں تو اُس کی معرفت اور توحید حاصل تھی یہاں آکر بھلا دیا حالانکہ اُس کے
احسانات تجھ پر پیاپے ہوئے ہیں اور اُسکے فضل و منت نے تجھ کو گھیر رکھا ہے جیسا کسی نے کہا ہے ؎ دل میں
میرے گھر تمہارا ہو گیا + اب نہ لیلیٰ اور نہ شیریں کی ہے جا + آپ کو جانا تھا میں میثاق میں + کیا بڑھا ہے
میں تمہیں دونگا بھلا + اور خلق سے ہمت کو بلند رکھنا ہی فقرا کی میزان اور مردوں کی پہچان ہے اور جیسے
اجسام کا وزن کیا جاتا ہے ایسے ہی احوال وصفات کا بھی وزن کیا جاتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ یعنی وزن کو عدل کیساتھ قائم رکھو تاکہ سچا اپنی راستی سے اور مدعی اپنی میزش
سے ظاہر ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اُس حالت پر نہ چھوڑیگا جس میں اب ہو یہاں تک کہ گندی
کو پاک سے الگ کر دے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی حکمت ومنت سے مدعی فقیروں کو اس طرح جانچا

له ١٣٩٤ سطر نمبر ... سورہ ... کو حق نفس میں فرمایا ہے ١٢ لمنفعتا شریف
له یہ مضمون ہے آیت کا ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب ١٢ مترجم

کہ جو کچھ اُن کے اندر حبِ دنیا و شہوت پوشیدہ تھی اُس کو ظاہر کر دیا پھر انھوں نے اپنے کو دنیا داروں کے روبرو بیقدر کر دیا اُن سے بے تکلفی کرتے ہیں اُنسے نرمی کرتے ہیں اُن کی خواہشوں پر اُن کی موافقت کرتے ہیں اُن کے دروازوں پر دھکے کھاتے ہوئے جاتے ہیں بعضوں کو تو دیکھے گا کہ دُلہن کی طرح بناؤ سنگار کرتے ہیں ظاہر کی اصلاح میں پھنس رہے ہیں باطن کی اصلاح سے غافل ہیں اور حق سبحانہ وتعالےٰ نے اُن لوگوں پر ایک دھبہ لگا دیا جس سے ان کا عیب ظاہر ہو گیا اور سب اترا پترا کھل گیا سو اگر اللہ تعالیٰ کیساتھ معاملہ سچا کرتے ہیں تو اُن کی نسبت کہا جاتا عبد الکبیر یعنی خدا کا بندہ اور اللہ والا اب نا راستی کے وبال میں اس نسبت سے نکل کر یوں کہا جاتا ہے شیخ الامیر یعنی فلاں امیر کا شیخ اور استاد **ف** وہ دھبہ یہ ہی ہے کہ پہلے خدا کی طرف نسبت ہوتی اب امیر کیطرف ہونے لگی **ع** بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا + **ت** یہ لوگ اللہ پر جھوٹ بولنے والے ہیں لوگوں کو اولیاء اللہ کی صحبت سے روکنے والے ہیں کیونکہ عوام لوگ جو اُن کی حالت دیکھتے ہیں وہ سب اللہ والوں کو اسی پر قیاس کر لیتے ہیں خواہ سچا ہو یا جھوٹا سو یہ مدعی لوگ اہل تحقیق کی آڑ ہیں اور آفتاب توفیق کے بادل ہیں **ف** یعنی جیسا آڑ اور بادل میں اشیا و انوار چھپ جاتے ہیں اسیطرح اچھے لوگ ان جھوٹوں میں چھپ جاتے ہیں **ت** یہ لوگ اُن کے نقارے بجا رہے ہیں اور اُن کے نشان کھولے کھڑے ہیں اور انکی زرہیں پہن رکھی ہیں **ف** مطلب یہ کہ اُن کی سی وضع بنائے ہوئے ہیں **ت** جب حملہ ہو گا اُلٹے پاؤں بھاگینگے **ف** یعنی امتحان کے وقت جھوٹے نکلیں گے **ت** زبانیں دعوے میں چلتی ہیں دل تقوے سے بالکل خالی ہیں کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَن صِدْقِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ صادقین سے اُنکے صدق کی تحقیق کریگا کیا تو سمجھ سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ صادقین سے پوچھے گا اِن مدعیوں کو بے پوچھے چھوڑ دیگا کیا انھوں نے یہ ارشاد نہیں سنا وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقوں سے کہدو کہ تم اپنے کام کئے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل دیکھ رہا ہے اور پیغمبر اور اہل ایمان بھی دیکھ رہے ہیں اور قریب ہے کہ لوٹائے جاؤ گے طرف جاننے والے چھپے اور کھلے کے پھر تم کو خبر دے گا اُس چیز کی جو تم کرتے تھے پس یہ لوگ وضع تو سچے لوگوں کی ظاہر کرتے ہیں اور عمل اغراض والوں کا سا ہے جیسا کہا گیا ہے ؎

خیمے تو ایسے ہیں جیسے اُن کے تھے	عورتیں اُن عورتوں کے ہیں سوا ،،
میں قسم کھاتا ہوں ذاتِ پاک کی	لوگ کرتے حج ہیں جس کے بیت کا ،،

آگیا جب کوئی خیمہ بھی نظر　　سامنے ہو کر کھڑا روتا رہا

پس تجھ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اپنی ہمت مخلوق سے بلند رکھنا یہ اہلِ طریقت کی زینت اور اہل حقیقت کی علامت ہے اور اس مضمون میں ہمارے اشعار ہیں ؎

وہ لگی کرنے جو شکوہ دھر کا　　پھیر کر رخ اس سے میں نے یوں کہا

شکوہ کیوں کرتی ہے ایسے دھر کا　　جس سے مطلق ہو نہ امیدِ وفا

مجھ کو گمنامی سے کیا نقصان ہے　　بدر کو کیا ہو چھپا یا ہو کھلا

کیوں نہ لوگوں سے بچاؤں آبرو　　کیوں نہ دیکھیں ٹھاٹھ شاہانہ مرا

کیوں کروں ظاہر میں ان سے اپنا فقر　　سب کے سب عاجز ہیں جب پیش قضا

مانگوں کیوں مخلوق سے خالق کا رزق　　گر کروں ایسا تو ہے پوری جفا

ہے بڑی کم ہمتی عاجز سے گر　　دوسرا عاجز کرے شکوہ گلا

مانگ رزق اللہ سے جس کا کرم　　ہے تمامی خلق کو شامل ہوا

التجا کر اس سے پائے گا مراد　　اسکے دروازہ سے مت ہو تو جدا

دوسرا فائدہ یہ جو فرمایا وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک معنی تو یہ ہو سکتے ہیں کہ رزق سے مراد اثبات رزق ہو یعنی لوح محفوظ میں تمہارا رزق ثبت کر دیا ہے اگر یہ مراد ہے تو اس میں لوگوں کو مطمئن کر دیتا ہے اور ان کو جتلا دیتا ہے کہ تمہارا رزق یعنی جس چیز سے تم کو رزق دیا جاویگا ہم اپنے پاس لکھ چکے ہیں اور اپنی کتاب میں ثبت کر چکے ہیں اور اپنی آیات میں اس کو تمہاری ہونے سے پہلے مقدر کر چکے ہیں اور تمہارے ظہور سے پہلے معین کر چکے ہیں پھر تم کسلئے مضطرب ہوتے ہو اور تمکو کیا ہوا کہ میری طرف قرار نہیں پکڑتے اور میرے وعدے پر وثوق نہیں کرتے دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ رزق سے مراد سبب رزق ہو یعنی پانی جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝ یعنی ہم نے سب زندہ چیزیں پانی سے بنائی ہیں کیا انکو یقین نہیں ابن عباس رضؓ نے اسی طرح تفسیر کی ہے کہ رزق سے مراد بارش ہے اس صورت میں رِزْقُكُمْ کے یہ معنی ہونگے کہ جو چیز تمہارے رزق کی اصل ہو دوسرے یہ کہ خود پانی بھی رزق ہے تیسرا فائدہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت سے مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ کا لوگوں کو عاجز کرنا ہو اس دعوے سے کہ ہمکو اسباب پر قدرت ہو وجہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ بارش کو زمین پر نازل ہونے سے روک لے تو تمام سبب والوں کے سبب بیکار ہو جائیں خواہ کھیتی والا ہو یا تاجر ہو یا درزی یا منشی یا اور کوئی پیشے کا ہو کیونکہ سب صنعتیں بواسطہ یا

بلا واسطہ پانی کی حاجت ہوت پس گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارے اسباب تم کو رزق نہیں پہنچاتے بلکہ میں رزق دینے والا ہوں اور اسباب میسّر کرنا میرے قبضے میں ہے کیونکہ جس چیز کی بدولت تمہارے اسباب درست ہوتے ہیں اور صنعتیں کامل ہوتی ہیں اُس چیز کو میں نازل کرتا ہوں یعنی پانی سبب **چوتھا فائدہ** رزق کو دما توعدون کیساتھ لانیمیں بڑا فائدہ ہے وجہ یہ کہ مومنین کو چونکہ یقین ہے کہ اللہ نے جو کچھ وعدہ کیا ہے وہ ضرور ہوتا ہے اور یہ لوگ اُسکے جلدی یا دیر میں ہونے پر قدرت نہیں رکھتے نہ اُس کی تحصیل کی کوئی تدبیر انکے پاس ہے پس گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے تم کو اس امر میں شک نہیں کہ ہمارے وعدہ کی ہوئی چیز ہمارے پاس ہے اسی طرح اس میں بھی تمکو شک نہونا چاہیے کہ تمہارا رزق بھی ہمارے پاس ہے اور جس طرح تم ہمارے وعدے کے جلدی حاصل کرنے سے قبل وقت عاجز ہو اسیطرح تم اس سے بھی عاجز ہو کہ جس رزق کو ہماری ربوبیت والوہیت نے ایک خاص وقت پر مقرر کیا ہے تم اُس کو جلدی حاصل کرسکو **پانچواں فائدہ** اللہ تعالیٰ نے جو قسم کھائی ہے فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ۝ اس میں لوگوں پر بڑی بھاری حجت ہے کہ ایسا سچے وعدے والا جو ایسا وعدہ بھی کبھی خلاف نہیں کرتا وہ لوگوں کے واسطے اُس چیز پر قسم کھاتا ہے جسکا اُن کیلئے ذمہ لیا ہے چونکہ اُس کو علم ہے کہ نفس میں کیسا شک و اضطراب ہے اسی لئے فرشتوں نے جب یہ آیت سنی کہنے لگے یہ آدمی برباد ہوجاویں جنھوں نے اپنے رب جلیل کو غضبناک کردیا یہانتک کہ قسم کھائی کسی نے یہ آیت سُنکر کہا سبحان اللہ کس شخص نے ایسے کریم کو قسم کی ضرورت دلوائی اور جس شخص کی نسبت تم کو یقین ہوتا ہے کہ یہ میرے وعدے پر وثوق کریگا اُسکے سامنے تجھ کو قسم کھانیکی حاجت نہوگی اور جب یہ معلوم ہو کہ اس شخص کو میرے وعدے میں بے اطمینانی ہے اُسکے سامنے قسم کھاؤگے پس اس آیت نے بہتوں کو خوش کیا اور بہتوں کو شرمندہ کیا ہے وہ لوگ جن کو خوش کیا وہ تو وہ لوگ ہیں جو پہلے مقام میں ہیں کیونکہ اس قسم سے اُن کا اور ایمان بڑھ گیا اور یقین پکا ہوگیا وسوسۂ شیطانی اور شکوک نفسانی میں انھوں نے اس سے مدد لی ہے وہ لوگ جنکو اس آیت نے شرمندہ کیا اُن کو خیال ہوا کہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے ہماری بے اطمینانی اور اضطراب دیکھ کر ہم کو قائم مقام اہل شک کے ٹھیرا کر قسم کھائی اس خیال نے اُن کو اللہ سے شرمندہ کردیا اور یہ خجالت مقتضائے فہم ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شئی بعضوں کے لئے باعث مسرت ہوتی ہے بعضوں کے لئے باعث حزن و خجالت جیسی کسی کی فہم ہو اور جیسے واردات الہامی ہوں دیکھ جب یہ آیت نازل ہوئی اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝ یعنی آج کامل کردیا ہے تمہارے لئے دین تمہارا اور پوری کردی میں نے تم پر اپنی

فائدہ چہارم

فائدہ پنجم

نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین تو تمام صحابہؓ خوش ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مغموم ہوئے کیونکہ وہ اس آیت سے خبر وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے اور رونے لگے اور اسی مقام سے ماخوذ ہے کہ کوئی چیز جب کامل ہوجاتی ہے اُس پر اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ نقصان کیطرف رجوع کرے جیسا کسی نے کہا ہے ؎ جب کمال آیا ہوا نقصان قریب + بس ہوا زائل جوں ہی کامل ہوا + گر تو ہوا انعام ہیں رکھ اُسکا پاس + معصیت کی تو نے اور زائل ہوا + اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جانا کہ جب تک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اس وقت تک کسی قسم کا نقصان ہو نہیں سکتا

ف یعنی خبر کمال سے اندیشہ نقصان ہوا اور نقصان حیات میں ہو نہیں سکتا۔ اس سے خبر وفات سمجھے

ت اور دوسرے صحابہؓ ظاہر بشارت پر خوش ہوئے۔ اور جہاں تک ابوبکرؓ پہنچے تھے۔ وہاں تک نہ پہنچے اس سے ظاہر ہوگیا بھید اس حدیثؐ کا کہ ابوبکر تم سے روزہ نماز میں نہیں بڑھے بلکہ اُن کے دل میں ایک چیز بیٹھ گئی ہے پس جس چیز سے اُن کو اوروں پر سبقت تھی وہی اس کی موجب ہوئی کہ ایسی بات سمجھے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئی اور اسی کے مثل یہ آیت ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ؕ یعنی اللہ نے مول لے لیا مومنین سے اُن کی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو اس معاوضہ میں کہ انکے لئے جنت ہے لڑتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اور میں نے شیخ ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ایک قوم نے جو اس آیت کو سنا تو اس معاملے سے بہت خوش ہوئے اور خوشی سے اُن کے چہرے گورے ہو گئے کہ حق تعالیٰ نے اُن کو اس لائق کیا کہ اُن سے خریداری فرمائی اور اُن کا بڑا مرتبہ بڑھایا کہ ان کو خریداری کیلئے پسند کیا اور نیز بھاری قیمت اور بڑی اُجرت سے خوش ہوئے اور ایک قوم نے جو سنا تو اُن کے چہرے شرمندگی سے زرد ہو گئے کہ اُن سے ایسی چیز خریدی کہ جس کا خود ہی مالک ہے۔ سو اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی مالکیت کا پوشیدہ دعویٰ معلوم نہ ہوتا تو یوں نہ فرماتے کہ اللہ نے مول لے لیا پس جن لوگوں کے چہرے خوشی سے سفید ہوگئے ان کو دو باغ ملیں گے جس میں چاندی کے برتن ہوں گے اور سب چیزیں بھی چاندی کی ہوں گی اور جن کے چہرے شرمندگی سے زرد ہوگئے اُن کو دو باغ ملینگے جسمیں سونے کے برتن ہونگے اور سب چیزیں بھی سونے کی ہونگی ختم ہوا کلام شیخ کا

ف وجہ مناسبت ظاہر ہے کیونکہ چاندی سفید ہوتی ہے اور سونا زرد **ت** سو اگر اہل ایمان میں کچھ بقیہ منازعت کا نہ ہوتا تو اُنپر یہ خرید و فروخت واقع نہ ہوتی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی کے بعد مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا اور مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ نہیں فرمایا اسی واسطے شیخ ابو الحسنؓ نے فرمایا

کہ نفس تین قسم کے ہیں ایک وہ جسکی خریداری نہیں کیجاتی بوجہ بقید رہونیکے دوسرا وہ جس کی خریداری ہوتی ہے بوجہ ذی قدر ہونیکے تیسرا وہ جس پر خریداری واقع نہیں بوجہ آزاد ہونیکے قسم اول کا فرد کا نفس ہے کہ بوجہ بقید رہونیکے خریدا نہیں جاتا قسم دوم اہل ایمان کا نفس ہے کہ بوجہ ذی قدر ہونیکے اس کی خریداری ہوئی قسم سوم انبیاء و مرسلین کا نفس ہے کہ بوجہ آزاد ہونیکے اُنپر خریداری نہیں واقع ہوئی **چھٹا فائدہ** اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی ربوبیت کی قسم کھائی جو کہ آسمان و زمین کی کفیل ہے اور کسی اسم کی قسم نہیں کھائی وجہ یہ کہ ایسی ربوبیت جو آسمان و زمین کی کفالت کئے ہوئے ہے اس پر وثوق کرنے میں کسی ایماندار کو شک نہیں ہو سکتا اور اُس کی شان ہی ہے کہ اتنے بڑے عالم کی کفالت کرتی ہے اور جب تجھ کو اس عالم سے نسبت کر کے دیکھیں تو بالکل ایک ناچیز اور بے بود معلوم ہوتا ہے سو رب کہنا افادۂ وثوق میں زیادہ بلیغ ہے بہ نسبت دوسرے اسماء سمیع و علیم و رحمٰن وغیرہ کے خوب سمجھ لو **ساتواں فائدہ** فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ اور حق ضد باطل کی ہے اور باطل کہتے ہیں اُس معدوم کو جس کا بالکل ثبوت نہ ہو اور رزق حق ہے جیسا رزق دینے والا حق ہے اور رزق میں شک کرنا گویا رازق میں شک کرنا ہے یہانتک کہ ایک شخص کی حکایت ہے کہ قبروں میں سے کفن چورایا کرتا تھا پھر توبہ کر لی اُس نے ایک عارف سے کہا کہ میں نے اکثر قبریں اودھیڑی ہیں مگر میں نے سب مردوں کے منہ قبلے سے پھرے ہوئے پائے اُس عارف نے کہا کہ بدگمانی رزق نے اُن کے مُنھ کو قبلے سے پھیر دیا ف یعنی چونکہ رزاق پر بدگمانی کر کے کہ دیگا یا نہیں دوسرے اسباب کیطرف رُخ توجہ کرتے تھے اُس کی سزا میں یہ رُخ ظاہری بیت اللہ سے پھر گیا ت **آٹھواں فائدہ** فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ اس سے اثبات رزق میں تاکید ہو گئی اور اُس کی حقیقت کو ذہن میں جما دیا اور یہ بات بتلا دی کہ کسی صاحب ایمان اور اہل ایقان کو اس میں شک و تردد نہ ہونا چاہئے اور اس کا ثبوت دل کی آنکھوں کیسامنے ایسا ہے جیسے ظاہری گویائی ان آنکھوں سے معلوم ہوتی ہے اسلئے معنی کو صورت کی طرف نقل کر دیا اور غیبت کو شہادت سے تشبیہ دی اور مقدمہ رزق میں لوگوں کا شک قطع کر دیا یعنی جیسا تم باتیں کرتے ہو اور اُس میں شک نہیں کرتے کیونکہ معائنہ سے معلوم ہوتا ہے ایسے ہی تم لوگ مقدمۂ رزق میں شک مت کرو کیونکہ نور ایمان سے اُس کا ثبوت ہو رہا ہے سو خیال کر اللہ کی تجھ پر مہر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے قصے میں کس قدر اہتمام فرمایا اور بار بار اس کا ذکر کیا اور اُسکے مقامات بتلائے اس کی نظیر اور مثال محسوسات سے لائے جس میں دیکھنے والیکو ذرا بھی شک نہیں اور صفت ربوبیت کی قسم کھائی جو آسمان و زمین کو محیط ہے اسی طرح

فائدہ ششم

فائدہ ہفتم

فائدہ ہشتم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک میں بھی اس کا ذکر مکرر آیا ہے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ
نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ یعنی جبرئیل نے میرے
قلب میں یہ بات پھونکدی کہ کوئی جان نہیں مرےگی یہانتک کہ اپنا رزق پورا کرے سو اللہ سے ڈرو اور
رزق کو طریق جمیل سے ڈھونڈو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَوْ اَنَّکُمْ تَوَکَّلْتُمْ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ
لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا یعنی تم کو اگر اللہ پر پورا بھروسا ہوتا جیسا ہونا
چاہئے تو تم کو اس طرح رزق دیتا جیسا پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے آشیانوں سے آتے ہیں
اور شام کو شکم سیر ہو کر جاتے ہیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طَالِبُ الْعِلْمِ تَکَفَّلَ اللّٰہُ بِرِزْقِہٖ
یعنی طالب علم کے رزق کا اللہ کفیل ہے اور بہت حدیثیں ہیں جو اس بارے میں آئی ہیں فائدہ جاننا
چاہئے کہ سبب کا ہونا مقدمہ رزق ہیں توکل علی اللہ کے خلاف نہیں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اشارہ فرمادیا کیونکہ آپنے یوں فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ سو طلب کو مباح فرمایا پس
گویا یوں ارشاد ہوا کہ جب طلب کرو تو طریق جمیل سے طلب کرو یعنی طلب میں اللہ کیساتھ ربط و تفویض
رکھو سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوہ طلب کو مباح فرمادیا اور طلب منجملہ اسباب کے ہے اور یہ حدیث اوپر
گذر چکی ہے کہ آدمی جو کھاتا ہے اس میں بڑی حلال وہ چیز ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے اور بہت حدیثیں
ہیں جو اسباب کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں بلکہ اسباب پر ترغیب اور استحسان معلوم ہوتا ہے اور
اسباب میں بہت فائدے ہیں پہلا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے قلوب کا ضعیف ہونا اور
مشاہدہ قسمت سے قاصر ہونا اور تنہے بھروسے سے عاجز ہونا معلوم ہے اسلئے اسباب کو اُن کیلئے مباح
کردیا تاکہ اُن کے دلوں کو سہارا رہے اور اُن کے نفس ثابت رہیں سو یہ اللہ کا اُن پر احسان ہے دوسرا فائدہ دوم
فائدہ یہ ہے کہ اسباب میں آبرو ذلت سوال سے اور رونق ایمان زوال سے محفوظ رہتی ہے جس کا
اندیشہ خلقت سے طلب کرنے میں ہے سو تجھ کو اللہ تعالیٰ اسباب سے جو عطا فرماتا ہے اسمیں کسی مخلوق کی
منت نہیں کیونکہ کوئی یوں احسان نہیں رکھتا کہ میں نے تجھ سے فلاں چیز خریدلی یا کسی کام پر تجھ کو نوکر
رکھا کیونکہ اُس نے اپنے حظ نفس میں سعی کی ہے اور اپنی ذات کو نفع پہنچانیکا قصد کیا ہے پس سبب سے بیمنت فائدہ سوم
حاصل ہوگیا تیسرا فائدہ یہ کہ لوگوں کو اسباب میں لگا دینے سے گناہ اور بافراغت مخالفت کرنے سے
بچا دیا دیکھو عید وغیرہ میں جب اسباب معطل ہو جاتے ہیں یعنی کوئی کام نہیں رہتا تو غافلین کیسے کثرت
میں اللہ کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی میں غرقاب ہو جاتے ہیں سو اُن کو کام میں لگا دینا فائدہ چہارم
اللہ کی بڑی رحمت ہے چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اسباب کے سرانجام دینے میں تارکین دنیا پر رحمت ہے

اور طالبانِ طاعت اور فارغین عبادت پر اللہ کا بڑا احسان ہے اگر اہلِ اسباب سرانجام اسباب نہ کرتے تو خلوت والیکو خلوت نہ مجاہدہ والے کو مجاہدہ کیسے بن آیا پس حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسباب کو اُن لوگوں کیخدمت کیلئے مقرر کر دیا جو اُس کی طرف متوجہ ہیں اور اُدھر رُخ کئے ہوئے ہیں۔

فائدہ پنجم

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اہلِ ایمان آپس میں مل جل کر رہیں چنانچہ فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سو اسباب تعارف باہمی کا باعث اور محبت باہمی کا موجب ہو گئی اور اسباب کا انکار وہی کریگا جو جاہل ہے یا جو شخص کہ اللہ سے غافل ہے اور ہمکو یہ خبر نہیں پہنچی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو خدا کی طرف بلایا تو اسباب چھوڑنیکا اُن کو حکم کیا بلکہ اُن کو ایسے اسباب پر قائم رکھا جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور ہدایت کی طرف اُن کو بلایا اور قرآن وحدیث دونوں ثبوت اسباب سے پُر ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎ دیکھو مریمؑ کو ہوا حکم خدا + نخل بن کو تو ہلا اور کھا رطب + چاہتا گر شاخ کر دیتا قریب + ہے مگر عالم میں ہر شے کا سبب + اس شاعر نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ یعنی مریم علیہا السلام کو حکم ہوا کہ ہلا اپنی طرف کو شاخ کھجور کی بکھیرے گی تیرے اوپر تازہ چھوارے چنے ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں دو زرہیں اوپر تلے پہنیں اور نیز آپ نے لکڑی کو کھجور کیساتھ کھایا اور فرمایا یہ اُس کی دافع ضرر ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پرندوں کی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ صبح کو بھوکے آتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹ جاتے ہیں اسمیں بھی اسباب کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ صبح وشام کی آمد و رفت بھی ایک سبب ہے کہ پرندوں کے حق میں قائم کیا گیا یہ ایسا ہے جیسا آدمی صبح وشام اپنے پیشوں کی طرف جاتے ہیں اور قول فیصل اس مقدمے میں یہ ہے کہ اسباب کا وجود تو ضرور ہونا چاہیئے مگر اُن پر نظر نہ ہونا چاہیئے پس اسباب کو ثابت کر چونکہ اللہ نے اپنی حکمت سے اُنکو ثابت کیا ہے مگر اسکا سہارا نہ کر چونکہ اُس کی احدیت کا یقین رکھتا ہے اگر کوئی شخص سوال کرے کہ حدیث میں جو آیا ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ سو اس اجمال سے کیا مراد ہے تو جواب جاننا چاہیئے کہ اجمال فی الطلب کے بہت سے معنی ہو سکتے ہیں ہم کو اللہ نے جس قدر کھولا ہے وہ ہم تجھ کو بتلاتے ہیں سو جان تو اللہ کی تجھ پر عنایت ہو کہ روزی ڈھونڈھنے والے دو قسم کے ہیں ایک تو وہ شخص ہے جو اُسمیں غرق ہو کر اور تمامی ہمت کو اُس میں متوجہ کر کے اس کو طلب کرتا ہے ایسا ہی تو ضرور اُس کا رخ اللہ سے پھر جاتا ہے کیونکہ ہمت جب ایک طرف متوجہ ہو گی تو دوسری جانب سے ہٹ جاویگی شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلب ایکطرف متوجہ ہوتا ہے جس طرف پھیرو گے دوسری طرف سے

معنی اجمال فی الطلب

معنی اول

پھر جاوے گا اور حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ
نے ایک آدمی کے جوف میں دو دل نہیں بنائے یعنی ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا
اس کا باعث ضعف بشریت ہے کہ دو طرف توجہ ممکن نہیں پس انسان جب کبھی دو طرف متوجہ ہو گا
ایک جہت میں ضرور خلل واقع ہو گا اور تمام جہات کا ایک وقت میں سرانجام کرنا اس طرح کہ کسی
میں خلل واقع نہ ہو یہ اللہ ہی کی شان ہے اسیواسطے ارشاد فرمایا ہے وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ
فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ یعنی وہی ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اس سے یہ بات
تبلادی کہ وہ اہلِ آسمان کی طرف بھی متوجہ ہے اور اہل زمین کیطرف بھی اہل آسمان کی طرف
متوجہ ہونا اہلِ زمین کے حال پر توجہ فرمانیسے مانع نہیں اور اہل زمین کی طرف متوجہ ہونا اہل آسمان
کے حال پر توجہ فرمانیسے مانع نہیں اور اسیطرح کوئی چیز کسی چیز سے اس کو غافل نہیں کرتی اسیوجہ
سے آلہ کے لفظ کو اس آیت میں مکرر لائے اور اگر اس لفظ کو مکرر نہ لاتے تو یہ فائدہ لفظ سے حاصل نہوتا
ہاں اللہ تعالیٰ کی صفات کا مقتضا تو یہ ہی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ جو شخص رزق کو اس طرح ڈھونڈھے
کہ اس پر اوندھا ہو کر اللہ سے غافل ہو جاوے وہ شخص طلب میں اجمال نہیں کرتا اور جو ایسا نہ ہو وہ

معنی دوم اجمال طلب

اجمال کرتا ہے دوسرے معنی اجمال کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے روزی طلب کرے اور کوئی مقدار اور سبب
اور وقت مقرر نہ کرے پس حق تعالیٰ اسکو جو چاہے اور جسطرح چاہے جس وقت چاہے روزی دے اور یہ
ادب طلب ہے اور جو شخص روزی طلب کرے اور یا مقدار یا سبب یا وقت معین کرے وہ اللہ تعالیٰ
پر حکومت جتلاتا ہے اور غفلت نے اس کے قلب کو گھیر لیا ہے کسی کی حکایت ہے یوں کہا کرتا تھا کہ میں
چاہتا ہوں کہ ان اسباب کو چھوڑ دوں، اور مجھ کو دو روٹی روزانہ کہیں سے ملجایا کریں مقصود یہ تھا کہ
کلفت اسباب سے راحت ملے ف دیکھو مقدار جو معین کی اس کا وبال آتا ہے ت وہ شخص کہتا ہے کہ
میں اتفاقاً قید ہو گیا اور مجھکو قید خانے میں ہر روز دو روٹیاں ملا کرتیں اسی حالت میں ایک زمانہ
دراز گذر گیا یہانتک کہ تنگدل ہونے لگا ایک روز کچھ سوچ رہا تھا کہ مجھسے کہا گیا کہ تونے ہم سے دو
روٹیاں روز مانگی تھیں اور عافیت نہیں مانگی تھی سو جو تونے مانگا وہ ہم نے تجھ کو دیا میں نے استغفار کیا اور
رجوع الی اللہ کیا یکایک کوئی شخص دروازہ قید خانہ کا کھٹکاتا ہے پس میں چھوٹ کر باہر نکلا سو اے
ایمان والے اس قصے سے ادب حاصل کر اور یہ مت طلب کر کہ ایک امر سے نکال کر دوسرے امر میں تجھ کو
داخل کیا جاوے بشرطیکہ تو جس حالت میں ہے وہ شریعت کے موافق ہو کہ اس طرح طلب کرنا اللہ تعالیٰ
کیساتھ بے ادبی ہے پس صبر اختیار کر کہیں ایسا نہو کہ تو از خود کسی امر سے نکلنا چاہے اور تیرا مطلوب

تجھ کو ملجاوے مگر راحت نصیب نہو کیونکہ بہت سے ایسے ہوئے ہیں کہ ایک سبب کو چھوڑ کر دوسرے سبب
میں داخل ہوئے تاکہ ثروت وراحت ملے اور وہ تعب میں پڑ گئے اور آسانی کے عوض سختی بڑھ گئی اس
سزا میں کہ اپنے لئے یہ صورت تجویز کی تھی اور ہماری ایک دوسری کتاب میں یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالےٰ
اگر تجھ کو اسباب میں رکھے اسوقت تجرید طلب کرنا شہوت خفیہ ہے اور اگر تجھ کو تجرید میں رکھے اُسوقت
اسباب طلب کرنا خلاف ہمت علیہ ہے پس خوب سمجھ لے اللہ کی تجھ پر مہر ہو کہ اس دشمن کی یعنی شیطان
کی یہ حالت ہے کہ جس کام میں تو لگا ہو اُسی راہ سے تیرے پاس آتا ہے اور تیری نظر میں اُس کی تحقیر کرتا ہے
تاکہ جس شغل میں تجھکو اللہ نے رکھاہے اُسکو چھوڑ کر دوسرے میں لگ جاوے پھر تیرا دل مشوش اور
وقت مکدر ہو اور یہ یوں ہوتا ہے کہ اہل اسباب کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم اسباب چھوڑ دو
اور مجرد ہو جاؤ تو تمہارے انوار روشن ہوں اور تمہارے قلوب اسرار صاف ہوں اور یوں کہتا ہے کہ
دیکھ فلاں فلاں نے ایسا ہی کیا اور حالانکہ یہ شخص اس قابل نہیں ہے کہ اسے تجرید کی امید ہو نہ اس کو
اسقدر طاقت ہے بلکہ اُس کی خیریت اسباب ہی میں ہے پس وہ اسباب کو چھوڑ بیٹھتا ہے پھر اُس کا
ایمان ڈگمگ ہونے لگتا ہے اور یقین جاتا رہتا ہے اور خلقت سے طلب کرنیکی طرف اور رزق کے
اہتمام کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس دریائے دوری میں پھینکدیا جاتا ہے اور اس دشمن ایمان کا یہی
مقصود تھا کیونکہ وہ تیرے پاس خیر خواہ کے پیرایہ میں آتا ہے اس لئے اگر دوسری صورت میں آوے تو
اُس کی بات کیسے مانے جیسے آدمؑ وحوا علیہما السلام کے پاس ناصح بنکر آیا اور کہا مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ
هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ جیسا اوپر بیان ہو چکا اسی طرح تارکین اسباب
کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ کب تک ان اسباب کو چھوڑے رہوگے تمکو معلوم نہیں کہ ترک اسباب
میں قلوب کی توجہ لوگوں کے مال میں ہونے لگتی ہے اور دروازہ طعن کا کشادہ ہو جاتا ہے اور اس حالت
میں تجھ سے نہ کسی کی حاجت روائی ممکن ہے نہ سخاوت کر سکتا ہے نہ حقوق ادا کر سکتا ہے اور ہمیشہ تو
منتظر بیٹھا رہتا ہے کہ کچھ مخلوق سے فتوح ہو اگر تو اسباب اختیار کرے تو پھر اور لوگ منتظر رہا کرینگے کہ اُن کو
تجھ سے کچھ فتوح ہو اور بہت سی باتیں سوجھاتا ہے اور حالانکہ اس شخص کا وقت خوش تھا اور نور
کشادہ تھا اور انقطاع خلائق میں راحت ملی تھی ہمیشہ اس کے سر رہتا ہے یہانتک کہ اسباب کیطرف
رجوع کرتا ہے پھر اسباب کی کدورت اُس کو پہنچتی ہے اور اسکی ظلمت گھیر لیتی ہے اور جو شخص ہمیشہ
اسباب میں رہتا ہے اُس کی حالت اس شخص سے اچھی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ اسباب والا راہ میں
چل کر نہیں لوٹا اور مقصود کیطرف متوجہ ہو کر نہیں مڑا بخلاف اس شخص کے کہ راہ سلوک میں قدم

اٹھا کر لوٹ آیا اور اعراض کیا نعوذ باللہ ت خوب سمجھ لے اور اللہ کی پناہ میں آجو اللہ کی پناہ میں آیا وہ سیدھی راہ چلایا گیا صرف مقصود شیطان کا یہ ہے کہ لوگوں کو جو اپنے اپنے حال میں اللہ تعالے سے رضا نصیب ہے اُس سے باز رکھے اور یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حالت اُن کیلئے پسند فرمائی ہے اُس سے جدا کرکے ایسی حالت میں پھنسا دیوے جس کو یہ لوگ خود اپنے لئے پسند کریں اور اللہ تعالیٰ جس حالت میں داخل فرماتا ہے اُس میں مدد فرماتا ہے اور جس میں تو خود داخل ہو تیرے ہی حوالے کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ۝ یعنی دعا کر کہ اے پروردگار داخل کر مجھ کو داخل کرنا اچھا اور نکال مجھکو نکالنا اچھا اور کر میرے واسطے اپنے پاس سے غلبہ حمایت کرنیوالا سو مدخل صدق کے یہی معنی ہیں کہ تو اُس میں داخل کیا جاوے خود داخل نہ ہو علیٰ ہذا القیاس مخرج صدق کو سمجھو اور اللہ تعالے کو جو امر تجھ سے مطلوب ہے یہی ہے کہ تجھکو جس حالت میں قائم کردے وہاں ہی ٹھہر جاوے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ ہی تیرے نکالنے کا سامان کردے جیسا داخل کرنیکا کیا تھا اور یوں کام نہیں چلتا کہ تو سبب کو چھوڑ دے بلکہ بڑی بات تو یہ ہے کہ سبب تجھ کو چھوڑ دے کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے اتنے اتنے مرتبہ سبب کو چھوڑا مگر پھر لوٹ پھر کر اُدھر ہی آیا پھر مجھ کو سبب نے چھوڑ دیا پھر میں ادھر نہیں آیا۔ میں ایکبار شیخ ابو العباس مرسیؒ کے پاس آیا اور میرے دل میں تجرید کا پختہ ارادہ تھا۔ اور اپنے جی میں کہتا تھا کہ میری جو حالت اب ہے کہ علم ظاہری میں مشغول ہوں لوگوں سے اختلاط ہوتا ہے اس حالت میں تو وصول الی اللہ بہت بعید ہے میں پوچھنے بھی نہیں پایا تھا کہ فرمانے لگے کہ ایک شخص نے میری صحبت اختیار کی جو علوم ظاہری میں مشغول تھا اور اُس میں صدر نشین تھا اس کو کچھ اس طریق کا مذاق ہوا تو میرے پاس آکر کہنے لگا کہ یا حضرت جس شغل میں میں ہوں اس کو چھوڑ کر فراغت سے آپکی صحبت میں رہوں میں نے جواب دیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں تم اپنی حالت میں رہو جو کچھ اللہ تمہاری قسمت میں ہمارے ہاتھ سے لکھا ہے وہ تمکو پہنچ رہیگا پھر شیخ میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے کہ صدیقین کی یہی شان ہو کہ کسی حالت سے خود نہیں نکلتے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اُن کو نکالے۔ پس میں شیخ کی خدمت سے آیا اور اللہ نے یہ خطرات میرے دل سے دھو ڈالے تھے اور مجھ کو راحت تسلیم میسر ہوئی فی الحقیقت ایسوں ہی کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا تیسرے معنی اجمال فی الطلب کے یہ ہو سکتے ہیں کہ اللہ سے مانگے مگر قصد یہ ہو کہ اللہ سے مناجات کرتا ہوں خود وہ چیز مطلوب نہ ہو صرف طلب کرنا بہانہ مناجات ہو اسی واسطے شیخ ابو الحسنؒ فرماتے ہیں

کہ دعا میں یہ قصد نہ ہونا چاہیے کہ مراد ملجاوے کہ اس قصد میں تو اپنے رب سے محجوب ہو جاویگا بلکہ مقصود اعظم مناجات مولیٰ ہو اور منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پوچھتے پھرا کرتے تھے کہ کوئی شخص خدائے تعالیٰ کو کچھ پیغام دیتا ہے یہ صرف اسیواسطے تھا کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ ذرا زیادہ باتیں ہوں چوتھے معنے اجمال فی الطلب کے یہ ہیں کہ طلب کرنیکے وقت یہ مشاہدہ کر کہ جو کچھ تیری قسمت میں ہے وہ خود تجھ کو ڈھونڈھتا آویگا اور تیرا طلب کرنا اُس تک نہ پہنچا دیگا پس تیری طلب اس حال میں ہونا چاہیئے کہ تو دریائے عجز میں غرق ہو احتیاج میں غوطہ زن ہو اور کبھی اجمال فی الطلب یوں ہوتا ہے کہ حظوظ بشریہ کیلئے طلب نہو بلکہ اظہار عبودیت کیلئے ہو جیسا حکایت ہے کہ حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ کبھی ذوق و شوق میں یوں کہتے ہیں ؎ جز ترے مجھ کو کوئی بھاتا نہیں + آزمالے جسطرح چاہے مجھے۔ پس حبس البول کی بیماری میں مبتلا ہو گئے یعنی پیشاب کا بند ہو جانا ۱۲ مترجم پس صبر کیا اور مستقل رہے یہانتک اُن کا ایک شاگرد آکر کہنے لگا کہ اے استاد میں نے گذشتہ شب تمہاری آواز سنی کہ اللہ سے شفا و عافیت مانگ رہے تھے حالانکہ انھوں نے دعا نہیں کی تھی پھر دوسرا شاگرد آیا پھر تیسرا آیا پھر چوتھا آیا اُن کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ اپنی محتاجی اور ضرورت عافیت ظاہر کروں پھر اللہ سے شفا چاہی۔ پھر مکتب کے بچوں میں گھومتے پھرتے تھے اور فرماتے تھے اپنے جھوٹے چچا کیلئے دعا کرو پانچویں معنی اجمال فی الطلب کے یہ ہیں کہ اللہ سے اتنا مانگے جو کافی ہو اور اتنا نہ مانگے جس میں حد سے نکلنے لگے قدر کفایت سے جو زائد ہو اُس کی طرف حرص کیساتھ توجہ نہ ہو نہ رغبت کیساتھ اُس طرف دل کھلنا چاہیئے اور یہ بات ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے کہ دعا مانگے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَفَافًا یعنی یا اللہ محمد کے گھر والوں کو اتنا دے کہ برابر ہو جاوے اور کفایت سے زیادہ طلب کرنیوالا قابل نکوہش ہے اور طالب کفایت پر کچھ ملامت نہیں اسیواسطے حدیث میں آیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ یعنی قدر کفایت پر تجھے ملامت نہیں کیجاتی اور اس مضمون میں تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو ثعلبہ بن حاطب کو فرمایا تھا کافی ہے جب اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو مال دے آپنے فرمایا اے ثعلبہ بن حاطب وہ قلیل جسکا تو شکر ادا کرتا رہے اُس کثیر سے بہتر ہے جو تجھ سے اٹھایا نہ جاوے ثعلبہ نے مکرر عرض کیا آپنے پھر وہی جواب دیا کہ جس قلیل کا شکر ادا کرے وہ اُس سے اچھا جو تجھ سے اٹھ سکے وہ برابر اصرار کرتا رہا یہانتک کہ آپنے اُسکی مرضی کے موافق دعا فرمادی پس اُس نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی ہوئی حالت کی مخالفت کر کے اپنی پسند کی ہوئی حالت کو اختیار کیا اُس کا انجام یہ ہوا کہ اس کا مال بڑھ گیا یہانتک

چوتھے معنی اجمال فی الطلب

پانچویں معنی اجمال فی الطلب

کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز پڑھنے سے پیچھے رہ جاتا پھر مال اور بڑھا یہانتک کہ بجز جمعہ کے کوئی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نہ پڑھتا پھر بکریاں سوا اتنی اسقدر بڑھیں کہ جمعہ کی نماز بھی نہ ہو سکی پھر اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زکوٰۃ لینے والا آیا کہنے لگا کہ میری رائے میں تو یہ جزیہ ہے یا مشابہ جزیہ کے اور زکوٰۃ نہ دی اور اسکا قصہ مشہور ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی شان میں یہ نازل فرمایا وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ الیٰ قولہ یَكْذِبُونَ یعنی اُن منافقوں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ اللہ سے عہد کیا کہ اگر ہمکو اپنے فضل سے عطا کرے تو ہم خوب خیرات کریں اور بھلائی والوں میں سے ہو جاویں پس جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دیا وہ بخل کرنے لگے اور منہ موڑا اعراض کرتے ہوئے پس بدلہ دیا اللہ نے اُن کو کہ دلوں میں نفاق پیدا کر دیا جو اس سے ملنے کے دن تک رہیگا بہ سبب اسکے کہ اللہ سے انھوں نے وعدہ خلافی کی اور بسبب اسکے کہ جھوٹ بولتے تھے چھٹے معنے اور اجمال فی الطلب کبھی دنیا مانگنے میں ہوتا ہے ف یعنی اس طرح کہ اسپر بس نہ کرے بلکہ دعائے آخرت کو بھی ملائے ت فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا الیٰ عَذَابَ النَّارِ یعنی بعضے تو یوں دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمکو دنیا میں بھلائی دے اور اُس کو آخرت میں کچھ حصہ نہیں ملتا اور بعض یوں دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمکو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے ساتویں معنی کبھی اجمال فی الطلب یوں ہوتا ہے کہ اس طرح طلب کرے کہ ملنے میں شک نہو اور حرمت کو پاس رکھے آٹھویں معنی ایک اجمال فی الطلب یہ ہے کہ طلب کرتا ہے اور یہ تقاضا نہ ہو کہ جلدی قبول ہو اور غیر اجمال یہ ہے کہ جلدی کا تقاضا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور ارشاد ہوا ہے کہ دعا قبول ہوتی ہے جبتک یہ تقاضا نہ ہو کہ میں نے تو دعا کی مگر قبول ہی نہیں ہوتی۔ اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے فرعون کیلئے بد دعا کی جیسا اللہ تعالیٰ نے قصہ بیان فرمایا ہے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلیٰ اَمْوَالِهِمْ الیٰ قولہ الیم یعنی اے ہمارے رب مٹادے اُن کے مال اور سختی کر دے اُن کے دلوں پر پس یہ ایمان نہ لانے پاویں یہانتک کہ دیکھیں عذاب دکھ دینے والا اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا قَدْ اُجِیْبَتْ الیٰ قولہ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی تم دونوں کی دعا قبول ہو گئی پس دونوں مستقیم رہو اور راہ مت چلو اُن لوگوں کی جو جانتے نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمانے میں کہ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا اور فرعون کے ہلاک ہونے میں چالیس سال کی مدت تھی شیخ ابو الحسن نے فَاسْتَقِیْمَا کی تفسیر میں فرمایا کہ مستقیم رہو جلدی مراد نہ مانگنے پر اور اَلَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کی تفسیر میں کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو قبولیت دعا میں جلدی مچاتے ہیں نویں معنی کبھی اجمال فی

الطلب یوں ہوتا ہے کہ طلب کرے پھر اگر ملجاوے شکر کرے اور اگر نہ ملے تو اُس کی خوبی اختیار اور
عمدہ پسند کو مشاہدہ کرے کیونکہ بہت سے طالب ملنے پر شکر نہیں کرتے اور نہ ملنے پر اللہ تعالیٰ کی
مصلحت دانی پر نظر نہیں رکھتے بلکہ جو طلب کرتا ہے اُسے یقین ہوتا ہے کہ میری مصلحت ملنے ہی میں ہی
حالانکہ اس نادان کو کہاں پہنچتا ہے کہ علم الٰہی کے مقابلے میں حکم لگاوے اور اللہ کے غیب پر واقف
ہوجاوے اور بندے کی یہی حالت اس سے کہ اپنے مولیٰ کے مقابلے میں تجویز لگائے پس جب اُس سے سوال
کرنا ہو تو ایسی طرح سوال کرے کہ اُسی کو تفویض کرے اور اسکے آگے نہ تدبیر چلاوے نہ تجویز ٹھہراوے خود
ارشاد فرمایا وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ الخ یہ حکم تو اس امر میں ہے جس کا خیر و شر ہونا معلوم نہ ہو اور تفصیل
اس میں یہ ہے کہ آدمی جس چیز کیلئے دعا کرتا ہے وہ تین قسم ہے ایک وہ جو یقیناً خیر ہو اُس کو تو بے استثنا
اللہ سے مانگنا چاہیے جیسے ایمان اور سب طاعتیں دوسرے وہ جو یقیناً شر ہو اُس سے بلا استثنا
بچنے کی دعا کرنا چاہیے۔ جیسے کفر اور سب گناہ۔ تیسرے وہ جس کا حال معلوم نہ ہو جیسے غنی ہونا معزز
ہونا بلند مرتبہ ہونا اسکو اللہ سے یہ کہکر مانگنا چاہیے کہ یا اللہ اگر یہ میرے حق میں بہتر ہو تو عنایت
فرما ورنہ خیر۔ ایسا ہی سنا ہے میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے دسویں معنی کبھی اجمال فی الطلب یوں ہوتا
ہے کہ طلب کے وقت اس کی تقسیم ازلی پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنی دعا کیطرف نسبت نہیں کرتے کبھی
اجمال فی الطلب یوں ہوتا ہے کہ طلب کرتے ہیں مگر یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم مستحق نہیں یہ کوگ سزاوار
ہیں کہ منت خداوندی کے مستحق ہوں شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اللہ سے کوئی چیز مانگی
ہے اپنی برائیاں پیش نظر کرلی ہیں مقصود شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اس مراقبے سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے
ایسے وصف کیساتھ سوال نہ ہو جسمیں استحقاق عطا ہو بلکہ اُس کا فضل اُسکے فضل ہی کے ذریعہ سے مانگا
جاوے پس یہ دس توجیہیں اجمال فی الطلب کی ہیں اور انحصار مقصود نہیں کیونکہ اس میں اس سے بھی
زیادہ وسعت ہے لیکن ہم نے اُسی قدر بیان کیا ہے جتنا غیب سے مولیٰ سبحانہٗ و تعالیٰ نے عنایت کیا اور
اور یہ حدیث کلام صاحب انوار المحیط کا ہے ف مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ت سو لینے والا
اپنی نورانیت کیموافق اُس سے لے سکتا ہے اور آپ کے دریائے جواہر سے اسیقدر لیگا جسقدر غوطہ
لگائیگا اور ہر شخص اپنے مقام کیموافق سمجھتا ہے ایسی مثال ہے جیسے بہت طرح کے درخت ہوں کہ سب
ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں پھر بعضوں کو بعضوں پر میوے میں بزرگی دی ہے ف یعنے
فیاض ایک ہے اختلاف فیوض اختلاف استعداد مستفیضین سے ہے ت اور جو چیز لوگوں نے نہیں
لی وہ لئے ہوئے سے زیادہ ہے اور یہ ارشاد ہوئی ہیں کہ مجھ کو جامع کلمات عنایت ہوئے اور

اور میرے لئے کلام مختصر کیا گیا ہے اگر علمائے آلہی ابد الآباد تک آپکے کلام مبارک کے ایک کلمے کی اسرار
بیان کریں تب بھی علم میں اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور فہم سے اس کا اندازہ نہیں کر سکتے یہانتک کسی
بزرگ کا قول ہے کہ میں نے ستر برس تک اس حدیث پر عمل کیا اور ابھی تک فارغ نہیں ہوا حدیث
یہ ہے مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ یعنی آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ غیر مفید چیز و نکو ترک
کرے اور اس بزرگ نے سچ کہا اللہ اُس سے خوش ہے اور اگر وہ بزرگ بقائے دنیا تک زندہ رہتے
بلکہ ابد الآباد تک تب بھی اس حدیث کے حقوق سے اور جو کچھ اُس میں عجائب علوم اور اسرار فہوم
رکھے ہیں اُن سے فارغ نہ ہوتے **رجوع بمطلب** دیکھو یہ ارشاد نبوی ہے اگر تم کو اللہ پر پورا بھروسا
ہوتا جیسا ہونا چاہیئے تو تم کو اس طرح رزق دیتا جیسے پرندوں کو دیتا ہے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام
کو سیر ہو کر جاتے ہیں اس حدیث کو دیکھتے ہو کہ امر بالتوکل پر دلالت کرتی ہے نفی اسباب پر دلالت نہیں
کرتی بلکہ اسباب کے اثبات پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یوں فرمایا ہے کہ صبح کو آتے ہیں شام کو جاتے ہیں سو
اُن کیلئے صبح کا آنا شام کا جانا ثابت کیا اُن کے حق میں یہی سبب ہے البتہ جمع کر کے رکھنے کی نفی فرمائی
پس گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم کو پورا توکل ہوتا تو تم ذخیرہ نہ کیا کرتے اور تمکو توکل کرنا ذخیرہ رکھنے
سے بے نیاز رکھتا اور تم کو اس طرح سے رزق ملتا جیسے پرندوں کو ملتا ہے کہ ایکدن کی روزی مل گئی
اگلے دن کیلئے ذخیرہ نہیں کرتے چونکہ ان کو وثوق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو ضائع نہ کریگا سوائے ایمان والو تم
تو اسکے زیادہ مستحق ہو پس آپنے یہ بات بتلادی کہ ذخیرہ کرنیکا باعث ضعف یقین ہے اگر کوئی دریافت
کرے کہ ہر ذخیرہ کا یہی حکم ہے یا حالت مختلف ہے تو جاننا چاہیئے کہ ذخیرہ رکھنا تین قسم پر ہے ذخیرہ
رکھنا ظالمین کا ذخیرہ رکھنا مقتصدین کا ذخیرہ رکھنا سابقین کا **قسم اول** یعنی ظالمین وہ لوگ
ہیں جو ذخیرہ کرتے ہیں بخل سے اور دولت بڑھانیکو امساک کرتے ہیں شیخی بگھارنیکو اور فخر کرنے کو
سو ان لوگوں کے قلوب میں غفلت خوب جم گئی اور اُن کے نفوس پر حرص غالب ہو گئی اُن کی حرص دنیا
سے فراغت نہ پاویگی اُن کی ہمت دنیا کے سوا کسی طرف نہ جاویگی اُن کی محتاجی ثابت ہے اگرچہ ظاہر
میں غنی ہوں اُن کی ذلت ظاہر ہے اگرچہ دیکھنے میں معزز ہوں یہ لوگ دنیا سے سیر نہ ہونگے اور اُسکی
طلب سے سست نہ ہونگے اسباب دنیا ان کے ساتھ بازی کرتے ہیں اُن کے متفرق رب ہو رہے ہیں
یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ ہیں غافل اُس کے دلوں میں علم
کے یاد رکھنے کی اور نصیحت سننے کی جگہ نہیں ہے پس بہت ہی کم اُن کے اعمال مقبول ہوتے ہیں اُن کے
احوال صاف ہوتے ہیں کیونکہ اندیشۂ فقر اُن کے دلوں میں بس رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے جس کے دل میں اندیشۂ فقر جاگزیں ہو اُسکا عمل بہت ہی کم مقبول ہوتا ہے پس جو ایماندار اُس
آفت میں ہو جس میں وہ پھنسے ہیں اور اُس آفت سے سالم ہو جس میں وہ بھرے ہیں اور
اُس کدورت سے پاک ہو جس میں وہ بھرے ہیں اُس پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اُس فضل پر
جس کے ساتھ اُس کو مخصوص کیا اور اپنی عطا سے اس پر انعام کیا اور جب ایسے لوگوں کو دیکھے تو کہے
الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلاً جیسا جب کسی ایسے شخص
کو دیکھتا ہے جس پر مصیبت ہوئی ہو تو اللہ کی حمد کرتا ہے جس نے تجھ کو عافیت دی اور اس وقت اپنے
مولیٰ کے انعام کا مشاہدہ کرتا اسیطرح تجھ پر واجب اور سزاوار ہے کہ اللہ کا شکر کرے جب تجھ کو
اسباب دنیا اور اُس میں پھنسنے سے عافیت عنایت فرمائے اور دوسروں کو مبتلا کرے
اور اُن کو حقیر نہ سمجھے بلکہ بجائے حقیر سمجھنے کے اُن پر رحم کر اور بجائے بد دعا کے اُن کے لئے
دعا کر اور عارف باللہ حضرت معروف کرخیؒ کے فعل کا اتباع کر جو سراپا معروف
نیکی تھے۔ قصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت معروف کرخی اپنے
یاروں کے ساتھ دجلہ پر گذرے اُنکے یاروں نے دجلہ پر ایک جلسہ دیکھا جو کہ اہل لہو و فسق و نشاط تھے سب نے
کہا کہ اے استاد اُن کیلئے بد دعا کیجئے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کیا یا اللہ تو نے جیسا ان کو دنیا
میں خوش کیا ہے آخرت میں بھی اُن کو خوش رکھ یاروں نے عرض کیا کہ اے استاد ہم نے تو بد دعا کو کہا تھا
آپ نے فرمایا کہ جب اللہ کو آخرت میں خوش رکھنا منظور ہوگا تو اُن کو توبہ کی توفیق دے گا تمہارا اسمیں
کیا نقصان ہے اسی وقت اُس جلسہ کے لوگ خشکی میں آئے اور مرد ایک طرف اُترے عورتیں ایکطرف دونوں
پاک صاف ہوئے اور توبہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں حضرت معروف کرخیؒ کی دعا
کی برکت سے بڑے بڑے عابد و زاہد ہوئے پس جب گنہگاروں پر نظر پڑے تو یہ سمجھ کہ علم ازلی اور مشیت
قطعی میں اُن پر یوں ہی حکم ہو چکا ہے اگر تو ایسا نہ کریگا تو تجھ پر اندیشہ ہے کہ ایسے ہی امتحان میں تو
نہ پھنس جاوے اور اُن کیطرح تو بھی دور ڈالدیا جاوے شیخ ابو الحسنؒ کا ارشاد سن کہ فرماتے ہیں ایمان
والوں کی تعظیم کر اگرچہ وہ عاصی فاسق ہوں اور ان کو نیک بات بتلا اور بُری بات سے منع کر اور اُن
سے ملنا اگر چھوڑے تو وہ بھی شفقت سے ہو نہ اپنی بڑائی جتلانیکو شفقت یہ کہ ہوئے ملنا چھوڑنے
سے اُسکو تنبیہ ہوگی اور راہِ راست پر آجاویگا اور یہ بھی شیخؒ کا قول ہے کہ اگر مومن عاصی کا
نور ظاہر ہو جاوے تو زمین و آسمان کے درمیان تمام فضا کو بھر دیوے تو مومن مطیع کی کیا کیفیت
سمجھنی ہے اور اہل ایمان اگرچہ اللہ سے غافل ہوں اُن کی تعظیم کیلئے اللہ تعالیٰ کا قول بس ہے

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا یعنی پھر وارث کیا ہے کتاب کا اُن لوگوں کو جنکو
ہم نے برگزیدہ کیا اپنے بندوں سے سو بعض تو اُن میں اپنی جان پر ظلم کرنیوالے ہیں اور بعض بیچ کی چال
چلتے ہیں اور بعض نیکیوں میں بڑھے ہوئے ہیں اللہ کے حکم سے سو حال اگرچہ اکثر ظالم ہونگے ان کیلئے
اصطفا کسطرح ثابت فرمایا اور ظلم کو اس کا سبب قرار نہیں دیا اگر ظلم ان کو برگزیدگی سے یا وراثت کتاب
سے نکالدیتا اور اُن کو ایمان سے بیدخل کرتا [illegible] پاک ہے وسیع رحمت والا بڑی
منت والا اور جاننا چاہئے کہ اس کے ملک میں وہ [illegible] سبھی ہونے چاہئیں جو مستحق علم اور مظہر
رحمت و مغفرت و وقوع شفاعت ہوں اور [illegible] کو سمجھ کر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضے میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو ناپید کرکے
دوسری قوم کو ظاہر کرتا جو گناہ کرتے پھر استغفار کرتے پھر اللہ اُن کو بخشتا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے میری شفاعت اہل کبائر کیلئے ہے میری امت میں سے **ف** ان حدیثوں میں وسعت رحمت
اور حکمت وقوع معاصی کا بیان کرنا مقصود ہے کوئی یہ نہ سمجھ جاوے کہ گناہ سے اللہ و رسول خوش ہوتے
ہیں حاشا وکلا اور ایک شخص شیخ ابوالحسنؒ کے پاس آکر کہنے لگا اے حضرت گذشتہ شب ہمارے
پڑوس میں ایسی ایسی بڑی باتیں ہوئیں اور اس شخص سے آثار استبعاد کے ظاہر ہوئے آپنے فرمایا
اے شخص شاید تو یوں چاہتا ہے کہ اللہ کے ملک میں اسکی معصیت نہ ہو جو شخص یوں چاہتا ہے کہ معصیت
نہ ہو وہ یوں چاہتا ہے کہ اس کی مغفرت ظاہر نہ ہو اور حضرتؐ کی شفاعت نہ ہو ختم ہوا کلام شیخ کا
اور بہت سے ایسے گنہگار ہیں کہ اُن کی کثرت گناہ اور لغزش موجب رحمت پروردگار ہوجاتی ہے لہٰذا
اس پر رحم کر اور اُسکے ایمان کی عزت سمجھ اگرچہ گناہ کرتا ہے **قسم دوم** ذخیرہ جمع کرنا مقتصدین یعنی
بیچ کی چال چلنے والوں کا ہے اور وہ لوگ وہ ہیں کہ دولت بڑھانے اور شیخی بگھارنے اور بڑائی جتلانے
کے لئے ذخیرہ نہیں کیا بلکہ محتاجی میں اپنے اضطراب کا حال معلوم کیا پس سمجھے کہ اگر ذخیرہ نہیں کرتے تو
اُن کا ایمان ڈھل مل ہوتا ہے اور یقین ڈگمگ ہوتا ہے پس اُنھوں نے اسلئے ذخیرہ کرلیا کہ متوکلین کے
حال کی ان میں ہمت نہیں اور جانتے ہیں کہ ہم مقام یقین سے عاجز ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن قوی اللہ کے نزدیک مومن ضعیف سے اچھا ہے اور یوں سب ہی
اچھے ہیں پس مومن قوی وہ ہے کہ اس کا نور یقین روشن ہوا پس اُس نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ
میرا رزق ضرور میرے پاس پہنچاویگا خواہ ذخیرہ کرے یا نہ کرے اور اگر میں ذخیرہ نہ کرونگا تو اللہ
میرے لئے ذخیرہ کریگا اور ذخیرہ والے اپنے ذخیروں کے حوالے کئے جاتے ہیں اور توکل والے اللہ کے

حوالے ہیں اور کسی شے پر حوالے نہیں کیے گئے سو مومن قوی وہ شخص ہے جو اسباب کا سہارا نہ کرتا ہو خواہ
اسباب میں ہو یا نہ ہو اور جو مومن ضعیف ہے وہ اگر اسباب میں داخل ہو تو ان کا کچھ سہارا ڈھونڈھتا ہو
اور اگر اسباب سے خارج ہے تو اُن کی طرف نگراں ہے قسم سوم ذخیرہ رکھنے نہ رکھنے کے اعتبار سے جو لوگ
ہیں جو سابقین ہیں یعنی مراتب میں بڑھے ہوئے وہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ کیطرف بڑھگئے کیونکہ اُن کے
دل اس کے ماسوا سے خالص ہوگئے پس اُن کو موانع اللہ سے نہ روک سکے اور علائق اللہ سے غافل
نہ کر سکے پس اللہ کیطرف دوڑ پڑے کیونکہ ان کو کوئی امر مانع نہ تھا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے صرف
غیر اللہ کے تعلق کی کشش نے روک رکھا ہے جب اُن کے قلوب اللہ کیطرف جانا چاہتے ہیں وہ تعلق
اُسی چیز کی طرف کھینچتا ہے جس کیطرف تعلق ہے پس وہ واپس لوٹ آتے ہیں اور اسی چیز کیطرف متوجہ
ہو جاتے ہیں سو درگاہ بے نیاز ایسے شخص کو نصیب نہیں ہوتی جس کی یہ حالت ہو بعض عارفین کا
قول ہے کہ کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تجھ کو پیچھے سے کوئی چیز کھینچ رہی ہو اور تو خدا کی درگاہ میں پہنچ
جاوے اس مقام پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد سمجھو یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ
سَلِیْمٍ یعنی نہ نفع دیوے گا مال اور اولاد اُس دن مگر جو لایا اللہ کے پاس قلب سلیم اور قلب سلیم وہ ہے
جس کو سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے تعلق نہ ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا
خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ یعنی تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہمنے تم کو اول بار پیدا کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
خدا کے پاس آنا اور وہاں تک رسائی ہونا بدون اس کے ممکن نہیں کہ کل ماسوا سے جدا ہو جاؤ اور
فرمایا تعالیٰ نے اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۵ یعنی کیا اللہ نے تجھ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس جب ہی ٹھکانا دیتا ہے جب ماسوا سے یتیم ہو جاؤ اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ یعنی اللہ طاق ہے دوست رکھتا ہے
طاق کو یعنی اُس قلب کو دوست رکھتا ہے جو مخلوق کی آمیزش کیساتھ جفت نہ ہو پس یہ قلوب
اللہ کے ہیں اور اللہ کیساتھ ہیں اُنھوں نے اللہ کو تصرف کرنے دیا پس اُس نے ان کو اُن کے نفوس کی
طرف نہیں حوالے کیا اور اُن کو اُن کی تدبیر پر نہیں چھوڑا سو یہ لوگ دربار والے ہیں جن کیساتھ
احسان سے معاملہ کیا جاتا ہے مخلوقات ان کو اللہ سے جدا نہیں کرتی اور حسن عاریتی اُن کو اللہ
سے غافل نہیں کر سکتا اور اس مضمون میں ہمارے اشعار ہیں ؎ کیا حقیقت ہی تری اوست
ناز + ہو اگرچہ حسن میں تو بینظیر + لیک تجھ میں ایک ہی کنج نہاں + اُس نے مجھ کو کرلیا اپنا اسیر +
بعضوں کا قول ہے کہ اگر مجھ کو غیر کیطرف نظر کرنیکا حکم ہو تو مجھ سے نہ ہو سکے کیونکہ غیر تو ہے ہی نہیں

جس کو دیکھ سکوں اور یہ اُن لوگوں کا حال ہے کہ حفاظت آلہی جن کی ذمہ دار اور عنایت الٰہی انکی نگہبان ہو بھلا ان لوگوں سے کب ہو سکتا ہے کہ ذخیرہ رکھیں وہ تو حاضر باش درگاہ ہیں اور اگر ذخیرہ کرتے ہیں تو اس پر اعتماد نہیں رکھتے اور ان سے کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی اور کا سہارا ڈھونڈیں وہ اس کی احدیت کا مشاہدہ کر رہے ہیں شیخ ابوالحسنؒ شاذلی نے فرمایا ہے کہ ایکبار مجھ پر شہود غالب ہوا میں نے دعا کی کہ اسکو مجھ سے چھپا لیا جاوے حکم ہوا کہ جو جو دعائیں موسٰی کلیم اللہ اور عیسٰی روح اللہ اور محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہم وسلم نے مانگی ہیں اگر سب جمع کر کے بھی دعا کرو گے تو قبول نہ ہوگی مگر یہ دعا کرو کہ تم کو اسکے برداشت کی قوت ہو جاوے میں نے دعا کی اللہ نے مجھ کو قوت بخشی سو جس شخص کا یہ حال ہو وہ ذخیرہ رکھنے کا کیوں محتاج ہونے لگا یا اسے کیسے ہو سکتا ہے کہ غیروں کا سہارا ڈھونڈے اور ایماندار کو یہی بہت ہے کہ اپنے ایمان و توکل کا ذخیرہ جمع کرے اور جن کو اللہ کی طرف سے سمجھ ہے وہ اس پر توکل کرتے ہیں پس اللہ اُن کیلئے ذخیرہ کرتا ہے اور انھوں نے اسکا پاس کیا وہ اُن کا نگہبان ہو گیا اور وہ لوگ اللہ کے ہو گئے اور اُس کیساتھ ہو گئے پھر دیکھو اللہ کسطرح ان کا مددگار بن گیا اُن کے مہمات میں کفایت فرمائی اور اُن کے غم کو اُن سے دور کیا وہ لوگ رزق کا اہتمام چھوڑ کر اُس کے احکام میں یہ یقین کر کے لگ گئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خود اُنکے حوالے نہ کریگا اور اپنے فضل سے ان کو محروم نہ رکھیگا سو یہ لوگ راحت میں داخل ہو گئے اور جنت تسلیم ولذت تفویض میں واصل ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے اُن کا مرتبہ بلند کیا اور اُن کے انوار کو کامل فرمایا اور وہ لوگ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن سے حساب بھی اٹھالیوے جیساکہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ستر ہزار آدمی میری اُمت میں سے بیحساب جنت میں داخل ہونگے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا جو لوگ جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں اور ایسے شخص کا کیا حساب ہو جس کے پاس کچھ نہ ہو اور ایسے شخص کے فعل سے کیا سوال ہو جو مشاہدہ کرتا ہو کہ میرا کچھ فعل ہی نہیں حساب تو مدعیوں سے ہوگا اور مناقشہ غافلوں سے ہوگا جو سمجھ رہے ہیں کہ ہم مالک ہیں یا اللہ کے آگے کچھ کر سکتے ہیں اور جس شخص نے اللہ پر وثوق و توکل کر کے ذخیرہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ اس کا رزق خوشگوار بھیجتا ہے اور اس کے دل میں غنا پیدا کرتا ہے کوئی عارف مفلس ہو گیا اُس نے اپنی بیوی سے کہا کہ جو کچھ گھر میں ہے سب نکال کر خیرات کر دے اُس نے ایسا ہی کیا مگر ایک چکی رہنے دی اور اپنے دل میں سوچی کہ شاید اس کی ضرورت ہو اور پھر ایسی نہ ملے فوراً

کسی نے دروازہ کھٹکایا اور کہا کہ یہ گیہوں شیخ کیواسطے آئے ہیں تمام صحن گیہوں سے بھر گیا جب عارف واپس آئے اور دیکھا کہنے لگے کہ تونے سب چیزیں گھر میں سے نکالدی تھیں وہ بولی کہ ہاں عارف نے کہا ہرگز یہ بات نہیں ہوی نے کہا کہ ہاں ایک چکی رکھ لی تھی اس خیال سے کہ شاید اس کی ضرورت ہو انھوں نے فرمایا کہ اگر چکی بھی نکالدی تو آٹا آتا مگر تونے چکی رہنے دی ایسی چیز آئی جس سے تو تھکے اگر یہ سابقین ذخیرہ کرتے ہیں تو اپنے لئے نہیں بلکہ امانت کے طور پر رکھتے ہیں کیونکہ یہ لوگ تحویلدار امانت دار اور غلامانِ خاص ہیں اگر دنیا کو رکھتے ہیں تو حق سے رکھتے ہیں اگر دیتے ہیں حق ہی دیتے ہیں اور جو حق سے دنیا رکھے وہ رتبے میں اُس سے کم نہیں جو حق سے خرچ کرے اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ اللہ کے آگے مالک ہیں بلکہ جو کچھ اُن کے پاس ہے اس کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں اور نیابۃً اُس میں تصرف کرتے ہیں یہ حکم سن چکے ہیں وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ یعنی خرچ کرو اُس چیز سے جس میں تم کو نائب بنایا پس انھوں نے یقین کر لیا کہ اللہ کے آگے اُن کی ملک نہیں بلکہ صرف ایک نسبت ہے جو تیری طرف اضافت کیگئی اور ایک ضیافت احسانی ہے جس سے تجھ پر منت رکھی تاکہ تیرا امتحان کرے حالانکہ وہ علیم خبیر ہے کہ تو کیا عقیدہ رکھتا ہے آیا اُسکے ظاہر پر رہ جاتا یا اُسکے باطن کی طرف پہنچتا ہے اسیواسطے انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی کیونکہ اللہ کے روبرو ان کی کسی شے میں ملک نہیں ہوتی کہ اُس میں زکوٰۃ واجب ہو زکوٰۃ تو اس چیز کی واجب ہوتی ہے جو تیری ملک میں ہو وہ حضرات تو اپنے اموال کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں خرچ کے وقت خرچ کرتے ہیں اور بے موقع نہیں دیتے دوسری وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اس واسطے ہے کہ دینے والے سے جو گناہ وغیرہ ہو گیا ہے اس سے پاکی وصفائی ہو جائے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا یعنی ان کے مالوں سے صدقہ لو کہ اُس سے اُن کو پاک و صاف کر دو اور انبیاء علیہم السلام آلودگی سے پاک ہیں بوجہ معصوم ہونیکے اور اسی واسطے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے نابالغوں پر زکوٰۃ واجب نہیں بتلائی کیونکہ آلودگی گناہ نہیں ہے گناہ تو بعد مکلف ہونیکے ہوتا ہے اور مکلف ہونا بعد بلوغ کے ہے اس مقام میں اس ارشاد نبوی کو سمجھو نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ یعنی ہم لوگ جو انبیاء ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا جو ہم چھوڑ جاویں وہ صدقہ ہے جو بات ہم نے ذکر کی ہے وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے اور جو ہم نے تقریر کی ہے وہ اس سے واضح ہوتی ہے اور اہل معرفت جو اس کی احدیت کا مشاہدہ کرتے ہیں جب انکا یہ حال ہے کہ اللہ کے سامنے اپنی ملک نہیں سمجھتے تو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی نسبت کیا سمجھنا چاہئے کہ اہل توحید

زن سلیمان خویش

ومعرفت انھیں کے دریاؤں سے چلو لیتے ہیں اور اُن کے انوار سے مستفید ہوتے ہیں حکایت ہو
کہ امام شافعی وامام احمد رحمۃ اللہ علیہما دونوں بیٹھے تھے یکایک شیبان راعی آپہنچے امام احمدؒ نے
امام شافعیؒ سے کہا کہ ان کی بڑی شہرت ہے کچھ اُن سے پوچھوں امام شافعیؒ نے فرمایا ایسامت کرو
امام احمدؒ نے کہا ضرور پوچھنا چاہئے پھر اُن سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے شیبان تم ایسے شخص کے حق
میں کیا حکم دیتے ہو جو چار رکعت میں چار سجدہ بھول گیا فرمانے لگے اے احمدؒ یہ دل اللہ تعالیٰ سے
غافل ہے اسکو سزا دینا چاہئے تاکہ وہ دوبارہ ایسا نہ کرے پس امام احمدؒ بیہوش ہوکر گر پڑے جب
ہوش آیا کہنے لگے کہ اس شخص کے حق میں کیا حکم لگاتے ہو جس کے پاس چالیس بکریاں ہوں اُن کی
زکوٰۃ کسقدر ہے فرمانے لگے کہ ہمارے مذہب پر یا تمہارے مذہب پر امام احمدؒ نے کہا کیا اس میں دو
مذہب ہیں فرمانے لگے ہاں دو مذہب ہیں خیر تمہارے مذہب پر تو چالیس بکریوں میں ایک بکری
ہے اور ہمارے مذہب پر یہ ہے کہ غلام آقا کے ہوتے کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اور حدیث میں وارد
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکسال کے گذارے کے لائق ذخیرہ رکھا ہے سو یا تو وہی بات ہے
جو ہمنے پہلے کہی ہو کہ انبیاءؑ کا ذخیرہ رکھنا بطور امانت کے ہوتا ہے کہ وہ ایسا وقت تجویز کیا کرتے ہیں
جسمیں خرچ کردینا مناسب ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کیواسطے ذخیرہ رکھا تھا
یا یہ وجہ ہے کہ امت کیلئے ذخیرہ رکھنے کا جواز بیان فرمادیں کیونکہ جب ذخیرہ پر بھروسہ نہ ہو تو منافی
توکل نہیں اور دلیل اس کی کہ مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان جواز امت کیلئے تھا یہ ہے
کہ آپ کی غالب حالت یہی ہے کہ ذخیرہ نہیں رکھا تو صرف اس واسطے ذخیرہ رکھا تھا کہ امت پر
وسعت اور رحمت اور ضعفائے امت پر شفقت ہو کیونکہ اگر آپ ذخیرہ نہ فرماتے تو کسی مومن کو آپ کے
بعد ذخیرہ کرنا جائز نہ ہوتا سو آپنے یہ اسلئے کیا کہ اسکا حکم بیان فرمادیں اور ارشاد فرمایا ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں اسلئے بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ قاعدہ مقرر کردوں سو آپنے
ظاہر فرمایا کہ بھولنا میری شان اور صفت نہیں ہے صرف اسواسطے نسیان واقع ہوتے ہیں تاکہ امت
کیلئے اس کا علم اور جو اس کے متعلق ہو ظاہر فرمادیں خوب سمجھ لو حدیث کو فائدہ یہ جو فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طالب علم کے رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے سو جاننا چاہئے کہ لفظ علم جہاں
کہیں قرآن وحدیث میں آیا ہے اُس سے مراد علم نافع ہے جس کیساتھ خوف وخشیت مقرون ہو
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی اللہ تعالیٰ سے وہی بندے ڈرتے ہیں
جو عالم ہیں تب اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا کہ علم کو خوف لازم ہے اور اس سے مفہوم ہوا کہ علماء

تفسیر بعض عبارات واقعہ حزب شیخ ابو العباس در باب طلب روزی

وہی ہیں جو ڈرتے ہیں اسی طرح یہ آیتیں قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ہ اور یہ حدیثیں اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ اور اس مقام پر جو حدیث ہے طَالِبُ الْعِلْمِ تَکَفَّلَ اللّٰہُ بِرِزْقِہٖ ان سب آیات واحادیث میں علم نافع مراد ہے کیونکہ اللہ و رسول کا کلام ہے اس سے برتر ہے کہ اور کسی معنی پر محمول کیا جاوے ہم نے اس کو اور کتاب میں بیان کیا ہے اور علم نافع وہ ہے جو طاعت الٰہی پر معین ہو اور خشیت الٰہی اور حفظ حدود کو تجھ پر لازم کرے اور یہ علم معرفت ہے اور علم نافع علم ذات وصفات اور علم احکام کو بھی شامل ہے جب اللہ کیلئے سیکھے پس یہ جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طالب علم کی روزی کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذمہ کیا ہے کہ اس کو رزق پہنچائیگا خوشگوار لیے اور عزت سے اور سالم رکھیگا حجاب سے اور ہمنے یہ تاویل کیوں کی اور کفالت کو ایک خاص طرح کی کفالت کیوں کیا وجہ یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ تو سبھی کی روزی کا ذمہ والا ہے خواہ علم طلب کریں یا نہ کریں اس سے معلوم ہوا کہ یہ کفالت کوئی خاص کفالت ہے جسطرح ہم نے ذکر کیا کیونکہ اس کو جداگانہ بیان کیا اور اسی وجہ سے شیخ ابو العباسؒ نے اپنی حزب میں جہاں بہت سی چیزوں کی دعا کی ہے کہ ہمکو فلاں فلاں چیز عطا فرما وہاں یہ بھی کہا وَالرِّزْقَ الْھَنِیَّ الَّذِیْ لَا حِجَابَ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَلَا سُوَالَ وَلَا عِقَابَ عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرَۃِ عَلٰی بِسَاطِ عِلْمِ التَّوْحِیْدِ وَالشَّرْعِ سَالِمِیْنَ مِنَ الْھَوٰی وَالشَّھْوَۃِ وَالطَّبْعِ یعنی ہم کو رزق خوش گوار عطا فرما جس سے دنیا میں حجاب نہ ہو اور آخرت میں اُس پر سوال و حساب و عذاب نہو اس حال میں کہ ہم مقام حقیقت و شریعت پر قائم رہیں اور حرص و شہوت و تقاضائے طبع سے سالم رہیں سو انھوں نے اللہ سے رزق خوشگوار مانگا اور وہ رزق وہ ہے جس کی کفالت طالب العلم کیلئے ہوئی ہے پھر اسکی تفسیر یوں کی کہ اس سے دنیا میں حجاب نہ ہو اور آخرت میں حساب نہو کیونکہ جس سے دنیا میں حجاب ہو جاوے اس میں کچھ خوشگواری نہیں کیونکہ حجاب موجب دل شکنی ہے کہ حضوری سے محرومی ہے اور ہواجہت سے دوری نہ کہ جیسا عوام سمجھے ہیں کہ خوشگوار رزق وہ ہے جو بے محنت بے مشقت ملجاوے سو خوشگواری غافلین کے نزدیک باعتبار بدن کے ہے اور اہل فہم کے نزدیک باعتبار قلوب کے اور حجاب جو رزق سے ہو جاتا ہے اُس کی دو وجہ ہیں یا تو اسباب میں پڑکر اللہ سے غفلت ہو جاتی ہے یا اُس کو برتنے میں یہ قصد نہیں ہوتا کہ طاعت خداوندی پر قوت حاصل کریں سو اول تو حصول میں حجاب ہے اور دوسرا استعمال میں اور یہ جو شیخ نے فرمایا کہ اس پر سوال و حساب و عذاب آخرت میں نہ ہو سو سوال تو نعمتوں کے حقوق سے ہوتا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ہ یعنی پھر تم پوچھے

جاؤ گے اُس روز نعمت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بعض صحابہؓ نے کچھ کھانا نوش جان فرمایا پھر ارشاد ہوا واللہ تم آج کی نعمت سے سوال کئے جاؤ گے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سوال دو قسم ہے ایک سوال تشریف یعنی واسطے اظہار شرف کے اور دوسرا سوال تعنیف یعنی واسطے لعنت ملامت کرنیکے سو اہل طاعت و مستحقان عنایت سے تو سوال تشریف ہو گا اور اہل غفلت و اعراض سے سوال تعنیف۔ اور اسباب کو سمجھ اللہ تجھ پر رحم کرے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اگرچہ صادقین کی اخبار اور پوشیدہ اسرار پر مطلع ہے مگر پھر بھی اُن سے سوال فرماویگا تاکہ انکا مرتبہ صدق اور لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاوے اور اُن کی خوبیاں قیامت میں کھولدے جیسا آقا اپنے غلام سے پوچھے تو نے فلاں فلاں مقدمے میں کیا کیا اور خود واقف ہے کہ اس کو خوب عمدہ پختہ کیا ہے مگر منظور یہ ہے کہ حاضرین بھی جان لیویں کہ غلام اُس مولیٰ کے حکم کو کیسے اہتمام سے بجا لایا اور مولیٰ کو اس کے حال پر کیسی عنایت ہے اور یہ جو شیخ کا قول ہے کہ حساب نہ ہو سو حساب نتیجہ سوال کا ہے جب سوال سے سالم رہینگے حساب سے بھی سالم رہینگے اور جب ان دونوں سے سالم رہے تو عقوبت سے سالم رہے سو اگرچہ یہ مضامین باہم لازم و ملزوم تھے مگر پھر بھی شیخ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ رزق خوشگوار میں کتنی منتیں ہیں کہ اگر ان میں ایک بھی ہوتی تب بھی قابل طلب کرنیکے تھی اور یہ جو شیخ نے کہا کہ ہم توحید و حقیقت پر قائم ہوں مطلب اس کا یہ ہے کہ تیری رزق دی ہوئی چیز میں تجھ کو مشاہدہ کروں اور تیری کھلائی ہوئی چیز تجھ کو دیکھوں اور کسی کا مجھ کو مشاہدہ نہ ہو دوسرے کی طرف اُس کو نسبت نہ کروں اور اہل اللہ کی یہی حالت ہے کہ اللہ ہی کے خوان پر کھاتے ہیں خواہ ظاہر میں اُن کو کوئی کھلاوے کیونکہ اُن کو یقین ہے کہ اللہ کے آگے کوئی مالک نہیں اس یقین کے باعث اُن کے قلوب سے مخلوقات کا مشاہدہ جاتا رہتا ہے پس غیر اللہ کیلئے اپنی محبت کو صرف نہیں کرتے اور کسی کیطرف اپنی مودت کو متوجہ نہیں کرتے کیونکہ دیکھ رہے ہیں کہ وہی اُن کو کھلاتا ہے اور اپنے فضل سے دیتا اور خاطر کرتا ہے شیخ ابوالحسنؒ نے ایک روز فرمایا کہ ہم کو سوائے اللہ کے کسی سے محبت نہیں یعنی ہماری محبت مخلوق کیطرف متوجہ نہیں ہوتی ایک شخص بولا کہ حضرت آپ کے دادا نے اس کا انکار کیا ہے بدلیل اس حدیث کے جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا یعنی قلوب میں یہ بات پیدا کیگئی ہے کہ محسن سے محبت کریں فرمانے لگے بیشک مگر ہم لوگ تو وہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی کو محسن نہیں سمجھتے اسی لئے ہمارے قلوب میں اُسی کی محبت پیدا ہوئی اور جو شخص یہ سمجھے گا کہ اللہ ہی کھانے کو دیتا ہے سو جس قدر نعمتیں نئی نئی ملتی جاوینگی

اُسی قدر اللہ کی محبت زائد اور روز بروز تازہ ہوتی جاویگی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی محبت کرو چونکہ تمکو اپنی نعمتیں کھلاتا ہے اور اس کا بیان پہلے گذر چکا اور جو شخص یہ سمجھے گا کہ اللہ ہی کھانیکو دیتا ہے یہ مراقبہ اس کو مخلوق کے روبرو ذلیل ہونیسے اور غیر خدا کیطرف محبت کیساتھ قلب کے مائل ہونیسے محفوظ رکھیگا کیا تم نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قول نہیں سنا اَلَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۔ یعنی ایسا اللہ کہ وہی کھلاتا ہے مجھ کو اور پلاتا ہے مجھ کو سو انھوں نے اسی امر سے اللہ تعالیٰ کے منفرد ہونیکی گواہی دی اور اُس کے واحد ہونیکا اقرار کیا اور یہ جو شیخ نے کہا کہ توحید کیساتھ شریعت پر بھی قائم رہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص اطلاق توحید میں چل نکلتا ہو اور یہ سمجھتا ہے کہ مالک اللہ ہی ہے اور کسی کی ملک ہی نہیں اور ظاہر شریعت کا پابند نہیں رہتا ایسا شخص اپنے کو دریائے زندیقی میں ڈالدیتا ہے اور اس کا حال اسپر وبال ہوجاتا ہے بڑی بات تو یہ ہے کہ حقیقت کی ساتھ ہوئید ہو شریعت کا مفید ہو اور محقق ایسا ہی ہوتا ہے نہ تو حقیقت کیساتھ چھٹا چلا جاوے نہ صرف ظاہر نسبت شریعت کیساتھ ٹھہر جاوے اسکے درمیان میں رہے سو ظاہر نسبت جو ملک کی مخلوقات کیطرف ہے اُس پر ٹھہر جانا شرک ہو ف یعنی اصطلاح حقیقت میں ت اور حقیقت کیساتھ چل نکلنا کہ شرع کی پابندی نہ رہے معطل ہوجانا ہے اور اہل ہدایت کا مقام دونوں کے درمیان ہو جیسا گوبر اور خون کے درمیان میں سے خالص دودھ نکلتا ہے کہ پینے والوں کے گلے میں اُترا چلا جاتا ہے فصل اور جاننا چاہیے کہ مقدمہ رزق میں بہت سے امور وارد ہوتے ہیں اور بہت سے عوارض پیش آتے ہیں اور شیخ رحمہ اللہ نے اُنہیں بہت سے اس اپنے قول میں بیان کئے ہیں اَمْرُ ھٰذَا الرِّزْقِ وَاعْصِمْنِیْ مِنَ الْحِرْصِ وَالتَّعَبِ فِیْ طَلَبِہٖ وَمِنْ شُغْلِ الْقَلْبِ وَتَعَلُّقِ الْھَمِّ بِہٖ وَمِنَ الذُّلِّ لِلْخَلْقِ بِسَبَبِہٖ وَمِنَ التَّفَکُّرِ وَالتَّدْبِیْرِ فِیْ تَحْصِیْلِہٖ وَمِنَ الشُّحِّ وَالْبُخْلِ بَعْدَ حُصُوْلِہٖ یعنی اے اللہ مسخر کرے میرے لئے قصہ اس رزق کا اور بچا مجھ کو حرص سے اور اس کی طلب میں مشقت سے اور اس کیساتھ قلب کے مشغول ہونیسے اور اس کیساتھ فکر کے متعلق ہوجانیسے اور اسکے سبب مخلوق کے روبرو ذلیل ہونیسے اور اس کی تحصیل میں فکر و تدبیر کرنیسے اور بعد حاصل ہونیکے حرص و بخل سے اور عوارض جو مقدمہ رزق میں پیش آتے ہیں کچھ منحصر نہیں کہ پورے بیان کئے جاویں سو ہم بھی صرف شیخ کے مضامین پر گفتگو شروع کرتے ہیں سو جاننا چاہیے کہ رزق کی نسبت بندے کی تین حالت ہیں ایک تو ملنے سے پہلے یہ تو حالت سعی کی ہو دوسری حالت اُس کے بعد وہ حصول کی حالت ہو تیسری حالت اس کے گذرنیکے بعد یعنی وہ رزق جب ختم ہوچکے سو جو حالت قبل حصول پیش آتی ہو وہ حرص ہے اور طلب میں مشقت اٹھانا اور اس کیساتھ قلب کا مشغول ہونا

له یہ اشارہ ہے مضمون آیت کی طرف من بین فرث ودم لبنا خالصا

بیان امور وارد وعوارض در باب رزق

بیان قول الشارح

× × × ×

اور اُس کیساتھ فکر کا متعلق ہونا اور اسکے سبب مخلوق کے روبرو ذلت اُٹھانا اور اسکی تحصیل میں فکر و تدبیر کرنا سو حرص کی حقیقت تو یہ ہے کہ تحصیل رزق سے نفس کیساتھ ایک رغبت قائم ہو اور اُس پر بالکل اوندھا ہو جاوے اس کا منشاء ہے وثوق نہ ہونا اور یقین کا ضعیف ہونا اور ان دونوں کا منشاء ہی نور نہ ہونا اور اس کا منشاء وجود حجاب ہے کیونکہ اگر قلب انوار مشاہدہ سے معمور ہوتا اور منت آلہی اسکو گھیرے ہوتی تو اس پر واردات حرص نہ آتی اور اگر نور یقین قلب پر پھیلا ہوتا تو اُس کو قسمت سابقہ مکشوف ہو جاتی تو حرص ممکن نہ ہوتی اور یہ شخص یقین کر لیتا کہ اللہ کے پاس میری قسمت کا رزق ہے ضرور میرے پاس پہنچاویگا اور تعب کرنا طلب رزق میں دو قسم ہے یا تو تعب جسمانی ہے یا تعب روحانی اگر تعب جسمانی ہے تو اس سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے کیونکہ جب طالب رزق پر تعب جسمانی غالب ہوتا ہے اس کو بجا آوری احکام سے باز رکھتا ہے اور راحت کیساتھ جو رزق ملتا ہو اس میں فرصت طاعت اور بجا آوری خدمت سہل ہے اور اگر تعب روحانی ہے تو اس سے اور بھی زیادہ پناہ مانگنا چاہئے وجہ اس کی یہ ہے کہ تعب روحانی اس سے ہوتا ہے کہ طلب رزق میں کلفت اٹھاوے اسمیں فکر کرے اور اُس کا بوجھ اسکو گرانبار کردے اور راحت بدون توکل میسر نہیں ہوتی کیونکہ جو اللہ پر توکل کرتا ہو اللہ تعالی اُسکے بوجھ اُتار دیتا ہے اور اس کے عوض خود اٹھا لیتا ہے جیسا فرمایا وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ پھر شیخ نے دعا میں کہا کہ قلب کے مشغول ہونے اور اس میں فکر کے متعلق ہونے سے بچا سو قلب کا قصہ رزق کیساتھ مشغول ہونا حجاب عظیم ہو یہانتک کہ شیخ ابو الحسن کا قول ہو کہ اکثر حرص نے مخلوق کو محجوب کر رکھا ہے وہ دو چیزیں ہیں فکر رزق اور خوف خلق اور دونوں میں فکر رزق بڑا حجاب ہے کیونکہ بہت سے لوگ خوف خلق سے فارغ ہیں مگر رزق سے بہت ہی کم خالی ہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ احتیاج تیرے وجود کے ساتھ قائم ہے اور تو ایسی چیز کا محتاج ہے کہ تیری ترکیب کو قائم رکھے اور تیری قوت کو مضبوط کرے اور یہ جو شیخ نے کہا کہ فکر متعلق ہونے سے بچا اس سے مراد یہ ہے کہ رزق کیساتھ ہمت اس قدر متوجہ ہو کہ اسمیں استغراق کی نوبت آجاوے یہانتک کہ اور کسی شئے کی گنجایش نہ رہے اور یہ وہ حالت ہے کہ دوری کی موجب ہو اور نور وصال کو تاریک کر دیتی ہو اور باآواز بلند کہتی ہے کہ اس حالت والے کا قلب نور یقین سے اُجڑ گیا اور قوت و تمکین سے مفلس ہو گیا اور یہ جو کہا کہ رزق کی باعث مخلوق کے روبرو ذلیل ہونے سے بچا سو جاننا چاہئے کہ جس شخص کا یقین ضعیف ہو اور دولت عقل سے کم نصیب ہو اس کیلئے ذلت ضروری ہے کیونکہ اس کو مخلوق سے طمع ہو گی خالق پر وثوق نہو گا وجہ اس کی یہ ہے کہ اُس نے قسمت ازلی کو نہ دیکھا اور اُسکے صادق الوعدہ ہونیکا یقین اسکو

نصیب نہیں ہوا اس لئے مخلوق کے آگے تملق کرکے ذلیل ہوا اور اُن کی لو لگا کر اُن کو لپٹا اور یہ سزا اسکی ہے کہ اللہ سے غافل ہوا اور آخرت میں جو سزا ہوگی وہ اور بھی سخت ہے اگر اس شخص کا ایمان اور توکل صحیح ہوتا تو یہ اس سے معزز ہوتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ ہی کی ہے عزت اور رسول کی اور مومنین کی سو مومن اپنے رب سے عزت حاصل کرتا ہے اور کسی سے عزت نہیں لیتا کیونکہ یقین رکھتا ہے کہ عزت سب اللہ ہی کی ہے اور وہی عزت والا ہے اُس کے سوا کوئی عزت والا نہیں اور وہی عزت دینے والا ہے کوئی دوسرا عزت دینے والا نہیں سو اس شخص کو اعتماد نے عزت دی اور توکل نے حمایت کی پس اس کو خواری نہیں کیونکہ اس کو اپنے پر اپنی قسمت میں سچا بھروسا ہے اور اس کو غم نہیں کیونکہ اللہ کی منت پر اس کو پورا اعتماد ہے اور وہ اس ارشاد خداوندی کو سن رہا ہے وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ یعنی نہ ذلیل ہو نہ مغموم ہو تم ہی اونچے رہو گے اگر ایماندار ہو سو مومن کی عزت اس میں ہے کہ مخلوق سے طمع نہ کرے اور بادشاہ حقیقی پر وثوق کرے اُس کا ایمان نہیں مانتا کہ وہ اپنی حاجت غیر رب کی طرف لیجاوے یا اپنے قلب کو ماسوا کی طرف متوجہ کرے اسی واسطے بعضوں نے کہا ہے ؎

ہو جو مومن اُس کو ہے قطعاً حرام — رکھے اوروں سے جو اُمید عطا
ٹھہر جا اے یار اور کر ذکر حق — ہو فنا اس میں اسی میں ہو بقا
ملک گیری بادشاہوں کو نصیب — یہ وہ شاہی ہے نہیں جس کو فنا

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے طمع کی غلامی سے آزاد کیا ہو اور تقویٰ کی عزت دی ہو اس پر بڑا احسان فرمایا اور اُس پر کامل انعام کیا اور یوں جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو متعدد خلعت عنایت کئے خلعت ایمان خلعت معرفت خلعت طاعت خلعت سنت مخلوق سے طمع کرکے اور غیروں کا آسرا لگا کر اُن کو میلا مت کر شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ارشاد فرمایا اے علی اپنے کپڑے میل کچیل سے صاف رکھ ہر دم تجھ کو اللہ کی مدد پہنچے گی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے کپڑے کونسے ہیں فرمایا جان کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو خلعت ایمان خلعت معرفت خلعت توحید خلعت محبت عنایت فرمایا ہے شیخ کہتے ہیں اس وقت میری سمجھ میں اس آیت کے معنے آئے وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ پس جو شخص اللہ کو پہچانے گا اس کی نظر میں سب چیزیں چھوٹی معلوم ہوں گی اور جو اللہ سے محبت رکھے گا اُس کے روبرو سب چیزیں بے قدر ہو جاوینگی اور جو اللہ کو واحد سمجھے گا وہ کسی کو اُس کے ساتھ شریک نہ کریگا اور جو اللہ پر ایمان لاوے گا وہ ہر بلا سے مامون رہیگا اور جو اللہ کا مطیع ہوگا اسکی

نافرمانی نہ کریگا اور اگر نافرمانی ہوگی تو عذر کریگا اور عذر کریگا تو مقبول ہوگا اور جان تو جب پر اللہ کی مہر ہو کہ سالک آخرت کو مخلوق سے اُمید اٹھانا اور اُن سے کچھ واسطہ نہ رکھنا ایسی زینت ہے کہ دُلھن کیلئے زیور بھی نہیں اور ان لوگوں کو اس امر کی اس سے بھی زائد حاجت ہے جیسے جان کو پانی کی اور جب شخص کو شاہی خلعت پہنایا جاوے اور وہ اس کو محفوظ رکھے تو زیبا ہے کہ ہمیشہ اسکے پاس رہے اور اس سے نہ چھینا جاوے اور جو خلعت عنایت کو میلا کردے تو مناسب ہے کہ اُسکے پاس نہ رہنے دیں سوائے بھائی اپنے ایمان کو طمع مخلوق سے سلامت کر اور سوائے رب العالمین کے کسی پر اعتماد مت کر اگر تو اللہ سے عزت حاصل کریگا تو اس کے دوام سے تیری عزت بھی دائم رہیگی اور اگر غیر سے عزت حاصل کی تو چونکہ اسے دوام نہیں عزت بھی دائم نہ ہووے گی ایک فاضل نے مجھ کو اپنا شعر سنایا ہے ۵ مانگ عزت رب سے جس کو ہو قرار + مرنے کی عزت ہے سب ناپائدار + اور کوئی شخص کسی عارف کے پاس روتا ہوا گیا اور انھوں نے وجہ پوچھی کہنے لگا میرا استاد مر گیا عارف نے فرمایا کہ تو نے ایسے کو کیوں استاد بنایا جو مر گیا اور تجھ سے کہا جاتا ہے کہ جب تو غیر اللہ سے عزت ڈھونڈھیگا نہ پائیگا اور جب غیر کا سہارا چاہیگا نہ ملیگا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمایا تھا کہ اپنے معبود کو دیکھ جس پر تو لگا بیٹھا تھا ہم اسکو جلاوینگے پھر اس کی راکھ دریا میں اڑا دینگے تمہارا معبود تو وہ ہے جس کے سوا کوئی پرستش کو لائق نہیں گھیر لیا اُسنے ہر چیز کو علم سے اے شخص ابراہیمی بن جا تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ فرماتے ہیں یعنی میں فانیوں سے محبت نہیں کرتا اور اللہ کے سوا سب فانی ہیں یا بالفعل یا بالامکان اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ملت ابراہیم یعنی اپنے باپ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو سو مومن پر واجب ہے کہ ملت ابراہیمی کا اتباع کرے اور ملت ابراہیمی میں سے یہ بھی ہے کہ اپنی امید خلقت سے اٹھائے کیونکہ وہ جس روز منجنیق میں جھلا کر دور سے آگ میں پھینکے گئے ہیں جبرئیل علیہ السلام نے کچھ ذکر چھیڑا آپنے یہی فرمایا کہ تم سے تو کچھ حاجت نہیں ہاں اللہ سے ہے انھوں نے کہا خیر اللہ ہی سے دعا کیجئے آپنے فرمایا اس کا علم میرے سوال سے کفایت کرتا ہے دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے مخلوق سے اپنی ہمت کو کس طرح بلند رکھا اور اس کو بادشاہ حقیقی کیطرف متوجہ کیا نہ جبرئیل علیہ السلام سے مدد چاہی نہ دعا پر حوالہ رکھا بلکہ حق تعالیٰ کو جبرئیل اور دعا دونوں سے قریب تر دیکھا اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو نمرود اور اس کی عقوبت سے بچالیا اور اپنے عطاء وفضل سے اُن پر انعام کیا اور توجہ کیساتھ ان کو مخصوص فرمایا اور منجملہ ملت ابراہیم علیہ السلام کے یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے غافل کرے اُس سے عداوت کرے اور ہمت کو اللہ کی طرف متوجہ کردے جیسا کہ ان کا قول اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

یعنی سوا رب العالمین کے سب سے میری عداوت ہے اور غنا کی راہ اگر چاہتے ہو سو وہ تو اس میں ہے کہ لوگوں سے امید قطع کر دے اور شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں خود اس سے مایوس ہو چکا ہوں کہ میں اپنے کو نفع پہنچاؤں تو اس سے کیوں نہ مایوس ہونگا کہ اور کوئی مجھ کو نفع پہنچاوے اور اللہ سے اوروں کیلئے امید رکھتا ہوں تو اس سے اپنے لئے یہ کیسے امید رکھوں یہی بڑی کیمیا اور اکسیر ہے کہ جس کو مل گئی اس کو ایسی تونگری حاصل ہو گئی جسمیں محتاجی ہی نہیں اور وہ عزت ملی جسمیں ذلت نہیں اور وہ خرچ ملا جس کا خاتمہ نہیں اور یہ ان لوگوں کی کیمیا ہے جن کو اللہ کی طرف کی سمجھ ہے شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے ساتھ ہو اور مجھ کو گراں معلوم ہوتا تھا میں نے اس کو بے تکلف کیا وہ بے تکلف ہو گیا میں نے اس سے پوچھا اے صاحبزادے تم کو کیا حاجت ہے اور تم میرے ساتھ کیوں ہوئے کہنے لگا حضرت میں نے سنا ہے کہ آپ کیمیا جانتے ہیں میں اس لئے ساتھ ہوا ہوں کہ اس کو سیکھوں میں نے اس سے کہا تو سچا ہے اور جس نے تجھ سے کہا وہ بھی سچا ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ تو اس کو قبول نہ کریگا کہنے لگا کیوں نہیں ضرور قبول کرونگا میں نے کہا کہ میں نے جو مخلوق کو دیکھا تو دو قسم کے لوگ پائے ایک دشمن دوسرے دوست دشمنوں کو جو خیال کیا تو یقین کیا کہ بے حکم خداوندی کے ایک کانٹا بھی نہیں چبھا سکتے میں نے اپنی نظر ان سے ہٹا لی پھر دوستوں سے تعلق کیا تو اُن کو دیکھا کہ وہ بھی بے حکم خدا مجھ کو ذرہ برابر نفع نہیں پہنچا سکتے اُن سے بھی قطعی نا اُمید کر لی اور اللہ کیساتھ تعلق کیا تو مجھ سے کہا گیا کہ اس امر کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوگی یہانتک کہ ہمارے معاملے میں بالکل شک نہ رہے اور غیر سے بالکل مایوس نہ ہو جاوے کہ وہ قسمت کے علاوہ تجھ کو کچھ دے سکے اور ایکمرتبہ فرمایا اس وقت بھی کسی نے کیمیا پوچھی تھی فرمایا اپنے قلب سے طمع کو نکالدے اور اس سے قطعاً نا امید ہو جا کہ قسمت سے زائد کچھ مل سکے اور یہ جامۂ بندگی نہیں کہ عمل بہت سے ہوں وظائف پر دوام کرے اس کی نورانیت کی دلیل تو یہ ہے کہ اپنے رب کیساتھ اوروں سے غنی ہو اور اپنے قلب سے اسکا مقید ہو جاوے اور غلامی طمع سے بچے اور زینت تقویٰ سے آراستہ ہو اور اسی سے اعمال میں خوبی اور احوال میں صفائی آتی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ؕ یعنی ہم نے زمین پر کی چیزیں اُس کی سجاوٹ بنائیں تاکہ ہم جانچیں کہ ان میں کون اچھے عمل والا ہے پس اعمال کی خوبی اس سے ہے کہ اللہ کیطرف کی سمجھ ہو اور وہی ہے کہ اللہ کیساتھ غنا حاصل ہو اُس پر اکتفا کرے اُس پر بھروسا ہو اسی سے حاجت پیش کرے اسی کے روبرو ہمیشہ رہے یہ سب ثمرے اسی کے ہیں کہ اللہ کی طرف کی سمجھ ہو اور ورع کو اپنے نفس میں اور اوصاف سے زیادہ ڈھونڈھا کرا اور مخلوق سے

حضرت شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ

طمع رکھنے سے پاک رہ کیونکہ طامع مخلوق اگر سات دریاؤں سے پاک ہونا چاہے تو کوئی چیز اس کو پاک نہیں کر سکتی بجز اس کے کہ ان سے مایوس ہو اور اُن سے اپنی ہمت بلند رکھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں تشریف لائے جامع مسجد میں آکر واعظوں کو دیکھا کہ وعظ کہہ رہے ہیں سب کو اٹھا دیا یہانتک کہ حسن بصریؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے نوجوان میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں اگر جواب دیدیا تو تجھے رہنے دونگا نہیں تو تجھے بھی اٹھا دونگا جیسا اوروں کو اٹھا دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن پر کچھ آثار رشید دیکھے تھے حضرت حسنؒ نے عرض کیا پوچھئے جو آپ کا جی چاہے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بتلاؤ دین کی جڑ کیا ہے کہا ورع فرمایا دین کی خرابی کیا چیز ہے کہا طمع فرمایا تو بیٹھا رہ تجھ جیسا شخص لوگوں کو وعظ کہہ سکتا ہے اور میں نے اپنے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں اوائل زمانے میں حدود اسکندریہ میں تھا کسی شناسا کے پاس جاکر کوئی چیز آدھے درہم کو خریدی پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید یہ شخص مجھ سے دام نہ لے اُسی وقت ایک ہاتف نے آواز دی کہ دین کی سلامتی اس میں ہے کہ مخلوق سے طمع نہ رکھی جاوے اور میں نے اُن سے سنا ہے کہ طمع والا کبھی سیر نہیں ہوتا طمع کے حرفوں کو دیکھو سب خالی ہیں طا میم عین ف شیخ سعدیؒ کا قول مشہور ہے **شعر** طمع را سہ حرفست وہر سہ تہی + ازیں نیست مرطامعان را بہی ف سوائے مرید تجھ کو لازم ہے کہ مخلوق سے اپنی ہمت کو بلند رکھ اور مقدمۂ رزق میں اُن کے سامنے خوار مت بن کیونکہ وہ تیرے وجود سے پہلے قسمت میں لکھا گیا اور تیرے ظہور سے پہلے ثابت ہو چکا اور ایک بزرگ کا مقولہ سُن کہ اے مرد آدمی جو چیز تیری ڈاڑھوں کے چبانے کیلئے مقدر ہو چکی ہے وہ ڈاڑھیں ضرور اس کو چباوینگی سو کمبختی مارے اس کو عزت سے کھا ذلت سے مت کھا جاننا چاہیے کہ جو اللہ کو بھی اپنا اس کی ضمانت وکفالت پر وثوق رکھے گا اور جبتک کہ اللہ کے پاس کی چیز پر اس سے زیادہ بھروسا نہ ہو جتنا اپنے پاس کی چیز پر ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی ذمہ داری پر اس سے زیادہ وثوق نہ ہو جتنا مخلوق کی ذمہ داری پر ہو جاتا ہے اس وقت تک بندے کی سمجھ کامل نہیں ہوتی اور جاہل ہونے کیلئے یہی بہت ہے کہ یہ حالت نہ ہو اور کسی شخص نے ایک آدمی کو جو کہ عارف تھا دیکھا کہ ہر وقت جامع مسجد میں رہتا ہی باہر نہیں جاتا اس شخص نے اسقدر اس کی پابندی سے تعجب کیا اور اپنے دل میں سوچا کہ یہ کہاں سے کھاتا ہے وہ عارف اس شخص کے خطرے پر مطلع ہو کر ایک روز اُس سے پوچھنے لگا کہ تو کہاں سے کھاتا ہے اس شخص نے کہا کہ میرا کوئی دوست یہودی ہے اُس نے مجھ سے دو روٹی روزانہ کا وعدہ کیا ہے وہ دے جاتا ہے اس عارف نے کہا اے غریب تو نے اپنے لئے ایک یہودی کے وعدے پر

ف اس کی یہ روایت بیہقی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام حسن بصری کو ایک شاگرد بتایا ... لطیفہ تحریر ہے

وثوق کیا اور میرے لئے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر وثوق نہیں کیا حالانکہ اس کا ایسا سچا وعدہ ہے جو کبھی خلاف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا وہ شخص شرما کر چلا گیا کسی اور بزرگ کا قصہ ہے کہ چند روز کسی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہے امام کو اُن کے ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہنے اور اسباب کے چھوڑنے سے تعجب ہوا پوچھا تم کہاں سے کھاتے ہو انھوں نے کہا ذرا ٹھہر جائیں پہلے اپنی نمازیں لوٹالوں پھر بتلاؤنگا کیونکہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتا جو اللہ میں شک رکھتا ہو اور حکایتیں اس بارے میں بہت ہیں کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کسی شخص کو ایک کوٹھڑی میں بند کرکے اوپر سے گارا لیس دیا جاوے تو اُس کا رزق کہاں سے آویگا فرمایا رزق وہاں سے آویگا۔ جہاں سے موت آویگی۔ اس حجت کو دیکھ کیسی روشن ہے۔ اور یہ دلیل کیسی واضح ہے اور یہ جو شیخ نے کہا۔ کہ بچا ہم کو فکر و تدبیر کرنے سے اس کے حاصل کرنے میں سو تفکر تو یہ ہے کہ اپنے دلمیں یہ مضمون حاضر کرے کہ کوئی غذا ضرور چاہیے جس سے یہ جثہ قائم رہے اور تدبیر یہ ہے کہ دل میں کہے کہ فلاں فلاں طریقے سے رزق ملیگا۔ پھر کہے نہیں بلکہ فلاں فلاں اسباب سے میسّر ہوگا اور یہی اُدھیڑبن یہاں تک بڑھے کہ نماز میں خبر نہ ہو کہ کتنی پڑھی اور تلاوت قرآن میں خبر نہ ہو کہ کیا پڑھا پس وہ طاعت جس میں تو لگا تھا مکدر ہو جاوے اور اُسکے انوار سے تو بے نصیب رہے اور اسکے اسرار سے تو محروم رہے سو جب یہ خیال تجھ کو گھیرے تو اُس کو دلائل توکل سے اس کی بناء کو منہدم کر دے اور وجود یقین سے اُس کو ریزہ ریزہ کر دے اور جان تو کہ تجھ پر اللہ کی مہر ہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تدبیر کا انجام تیرے ہونے سے پہلے کر چکا ہے اور تو اگر اپنے نفس کی خیرخواہی چاہتا ہے تو اُس کیلئے تدبیر مت کر کیونکہ اس کیلئے تیرا تدبیر کرنا ضرر ہے کیونکہ اس تدبیر کے سبب سے تجھے تیرے ہی حوالے کر دیا جاویگا اور مدد لطف تجھ تک نہ پہنچیگی اور حق تعالیٰ ایماندار کو تدبیر اور مقابلہ تقدیر نہیں کرنے دیتا ہے اگر تجھ کو یہ پیش آوے یا اس کا خطرہ آوے تو اُس پر قائم مت رہ کیونکہ نور ایمان اس کو نہیں رہنے دیتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ یعنی ہمارے ذمے ہے حمایت ایمان والوں کی اور فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ یعنی بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو ناحق پر پس وہ اُس کا بھیجا نکال دیتا ہے پھر وہ جاتا رہتا ہے اور یہ جو شیخ نے کہا کہ بعد حصول کے حرص و بخل سے بچا سو یہ دونوں عوارض بعد حصول کے ہیں اور یہ دونوں ضعف یقین اور بے اطمینانی سے پیدا ہوتے ہیں اس وقت حرص اور بخل واقع ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں حرص و بخل دونوں کی مذمت فرمائی ہے فرمایا وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یعنی جو شخص

حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں اس سے مفہوم ہوا کہ صاحب شحؔ کو فلاح نہیں یعنے
اُس کو نور نہیں اور فلاح نور کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کے حال میں فرمایا اَشِحَّۃً عَلَی
الْخَیْرِ اُولٰٓئِکَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ یعنی وہ لوگ مال پر حریص ہیں یہ لوگ ایمان نہیں لائے
پس اکارت کر دیئے اللہ نے اُن کے کام اور فرمایا وَمِنْھُمْ مَّنْ عَاھَدَ اللّٰہَ الیٰ قولہٖ مُعْرِضُوْنَ اور
فرمایا وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ یعنی جو بخل کرتا ہے وہ حقیقت میں اپنے سے بخل کرتا ہے کیونکہ
نفع انفاق کا اسی کو ملتا ہے اور لفظ حرص و بخل تین قسم پر اطلاق کیا جاتا ہے اول قسم یہ ہے کہ اپنے
مال کو واجبات میں خرچ کرنے سے بخل کرے دوسری قسم یہ ہے کہ مال میں ایسی جگہ خرچ کرنے سے
بخل کرے جہاں لوگوں پر خرچ کرنا واجب نہیں تیسری قسم یہ کہ اپنی جان کو اللہ کیواسطے خرچ کرنے
میں بخل کرے سو قسم اول بخل کی یہ ہے کہ بخل کرکے زکوٰۃ نہ دے حالانکہ اُس کا حکم ہے یا کوئی ایسا حق
جو تجھ پر معین ہو گیا ادا نہ کرے مثلاً ماں باپ کو دینا جب وہ محتاج ہوں اور اولاد کو دینا جب وہ
محتاج ہوں یا نابالغ ہوں اور بیوی کو دینا غرض جو حق تجھ پر اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اُس ہی
کوتاہی کر نا زبان ملامت کو تجھ پر کشادہ کریگا۔ اور تو مستحق عقوبت ہوگا اور اس باب میں یہ
آیت آئی ہے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ قولہٖ عَذَابٌ اَلِیْمٌ علماء نے فرمایا ہے کہ کنز اس مال کو کہتے ہیں جس کی
زکوٰۃ نہ دیجائے جب زکوٰۃ دیدی کنز نہ رہا مطلب یہ ہے کہ اس وعید میں داخل نہ ہوگا اور اس پر ملامت
کی زبان نہ کھولی جائے گی دوسری قسم بخل کرنا ایسی جگہ خرچ کرنے سے جس کے ساتھ وجوب متعلق نہیں جیسے
ایک شخص نے مال کی زکوٰۃ تو نکالی مگر اس کے بعد پھر کچھ خرچ نہیں کیا اور اس شخص نے اگرچہ حکم
خداوندی کی تعمیل کی کہ جو واجب تھا نکال کر دیدیا مگر صرف اس پر بس کرنا مناسب نہیں کیونکہ
صرف واجبات پر کفایت کرنا اور نفل خیرات کو ترک کرنا یہ کم ہمت لوگوں کا کام ہے سو جو شخص
مومن ہو اپنا حال اللہ کے ساتھ درست کرنا چاہتا ہو اُس کو زیبا نہیں کہ جو چیز اس پر اللہ نے
واجب نہیں کی اس میں اللہ کیساتھ بالکل معاملہ نہ رکھے کیونکہ اگر ایسا ہوا تو اس کی حالت اس شخص کی
سی ہے کہ فرائض تو پڑھتا ہے مگر سنن نہیں بجالاتا اور اے شخص تجھ کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد جو حدیث
قدسی میں وارد ہوا کافی ہے کہ قرب ڈھونڈھنے والوں کو میرے ساتھ کسی عمل سے ایسا قرب نہیں حاصل
ہوتا جیسا ادائے فرض سے ہوتا ہے اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل سے میرا قرب ڈھونڈھتا رہتا ہے یہانتک
کہ اس کو اپنا پیارا بنا لیتا ہوں جب میں اس کو پیارا بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان اور آنکھ اور دل
اور زبان اور عقل اور ہاتھ اور مددگار بنجاتا ہوں سو حق تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ تکرار نوافل اور

[illegible handwritten marginal notes]

اس کا اہتمام بندے کو اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے اور نوافل وہ اعمال ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے بطور وجوب کے طلب نہیں کیا خواہ نماز ہو یا صدقہ یا حج یا اور کچھ اور جو شخص صرف فرض نمازیں پڑھتا ہے اور دوسرا شخص فرض و نفل دونوں بجالاتا ہے یا ایک شخص صرف زکوٰۃ دیتا ہے دوسرا شخص زکوٰۃ کے ساتھ کچھ بھی سخاوت کرتا ہے ان دونوں آدمیوں کی ایسی مثال ہے جیسے کسی مالک کے دو غلام ہوں اور اس مالک نے دونوں غلاموں پر دو دو درہم روزانہ خراج مقرر کر دیا سو ایک غلام تو اتنا ہی لاکر مالک کو دیتا ہے اور اس سے زیادہ نہیں لاتا نہ کچھ ہدیہ دیتا ہے نہ کچھ محبت کرتا ہے اور دوسرا غلام وہ مالک کیلئے وہ بھی لاتا ہے جو اس کا یار لاتا ہے اور علاوہ خراج معین کے ظروف و میوہ جات ہدیہ لاتا ہے پس یہ غلام بلا شک مالک کے نزدیک زیادہ بہرہ ور اور حصہ محبت کا زیادہ مستحق اور اس کی عنایت سے زیادہ نزدیک ہوگا کیونکہ جو غلام صرف اُسی قدر لاتا ہے جتنا معین کر دیا اُس کو مالک سے محبت نہیں صرف خوف سزا سے دیتا ہے اور جو غلام علاوہ خراج معین کے ہدیہ وغیرہ بھی لاتا ہے وہ مالک سے محبت کی راہ چلتا ہے اور اُس کی محبت کو پیش نظر رکھتا ہے یہی غلام مالک کے قرب و محبت نصیب ہونیکا زیادہ مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ نے بندوں پر صرف اسی وجہ سے واجب کر دیا کہ اُن کا ضعف و کسل کہ جو اُن کی حالت و صفت ہے اس کو معلوم تھی سو جو کچھ واجب کیا اس لئے واجب کیا کیونکہ انھیں چیزوں میں جواب واجب کی ہیں اختیار دیدیئے تو اس کو ہرگز نہ بجالاتے مگر قدرے قلیل اور ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں اس لئے اُن پر اپنی طاعت واجب کر دی اور حقیقت میں دخول جنت کو واجب کیا پس انکو وجوب کی زنجیروں میں باندھ کر جنت کو روانہ کیا حدیث[لہ] میں ہے کہ تیرا پروردگار ایسے لوگوں سے تعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں باندھ کر جنت میں بھیجے جاتے ہیں۔

تنبیہ و اعلام جان تو اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرماوے کہ ہم نے واجبات کو غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جتنی عبادتیں واجب کی ہیں اُنھیں کی جنس سے کچھ نفل بھی مقرر کی ہے تاکہ اس نفل سے اُس خلل کا تدارک ہو جاوے جو ادائے واجب میں مکلف سے ہو جاتا ہے اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ اول بندے کی فرض نماز کو دیکھا جاویگا اگر اس میں کچھ نقصان ہوا تو نوافل سے اسکی تکمیل کر دیجاویگی اس کو خوب سمجھ لے اللہ تجھ پر رحم فرماوے اور صرف اسی عمل پر اکتفا مت کر جو اللہ نے تجھ پر فرض کیا ہے بلکہ تجھ میں ایک مستعد کرنیوالی محبت بھی ہونی چاہئے جو اس امر پر تیرے متوجہ ہونے کا باعث ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز تجھ پر واجب نہیں فرمائی اس میں بھی اللہ سے معاملہ ہونا چاہئے اور اگر بندے اپنی میزان عمل میں صرف واجبات کے کرنے اور حرام کے چھوڑنیکا ثواب دیکھیں تو ان کو

[لہ] حدیث ہے عجب ربک من قوم یقادون الی الجنۃ بالسلاسل ۱۲ نحوہ

حکمت مشروعیت نوافل

اس قدر خیر و منت فوت ہو جاویگی جس کو کوئی گننے والا گن نہیں سکتا اور اندازہ کرنیوالا انداز نہیں کرسکتا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں کیلئے دروازہ معاملہ کا کشادہ فرمایا اور اسباب وصال کو بیان کردیا اور جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میرے بندوں میں کم ہمت بھی ہیں اور ہمت والے بھی اس لئے واجبات کو واجب کیا اور حرام کو بیان کیا جو کم ہمت تھے انھوں نے صرف ادائے واجبات اور ترک محرمات پر بس کیا اور اُن کے دلوں میں غلبۂ محبت اور شیفتگی نہیں ہے جو ان کو باعث ہو کہ بدون واجب کئے بھی معاملہ کریں سو ان کی مثال اس غلام کی سی ہے جسکا حال مالک کو معلوم ہے کہ اگر اس پر خراج مقرر نہ کرونگا تو یہ کچھ نہ لائیگا اسیواسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے اوراد کو موقت فرمایا اور اعمال عبودیت کو مقرر کیا اور طلوع و غروب اور زوال اور سایہ کے برابر ہوجانیسے نماز کے اوقات بتلائے اور نقد اور تجارت اور مواشی میں جو مال بڑھتا ہے اُس میں سال گذرنے پر مقرر کیا اور کھیتی میں جب پیدا وار ہو جیسا فرمایا وَاٰتُوا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی کھیتی کا حق کاٹنے کیدن دو اور حج کو عشرۂ ذی الحجہ میں مقرر کیا۔ اور روزے ماہ رمضان میں ٹھہرائے پس ان اعمال کو معین کیا ان کا وقت مقرر کیا اور اُن سے جو وقت بچے اس میں حظوظ البشریہ اور سعی اسباب کیلئے فرصت دی اور جو اہل اللہ ہیں اور اُن کو اللہ کی طرف کی سجھ ہے انھوں نے تمام اوقات کو ایک وقت کردیا اور تمام عمر کو اللہ کی طرف قصد کرنے کا راستہ بنایا اور جان لیا کہ سارا وقت اسی کا ہے اس کا کچھ حصہ بھی غیر کیلئے نہیں ٹھہرایا اسی واسطے شیخ ابوالحسنؒ نے فرمایا ہے کہ بس ایک وظیفہ اختیار کرلو اور اور وہ ترک کرنا ہے خواہش نفسانی کا اور محبت کرنا مالک سے پھر محبت اس محب کو بجز طاعت محبوب کے کوئی کام ہی نہ کرنے دیگی اور وہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے سانس میں حق تعالیٰ کی امانتیں اور ودیعتیں ہمارے پاس ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ان کے لحاظ رکھنے کا مطالبہ ہم سے کیا جاویگا پس انھوں نے اپنی ہمتیں اس طرف متوجہ کردیں اور جیسا اللہ کی ربوبیت دائم ہے اسی طرح تجھ پر حقوق ربوبیت بھی دائم ہیں سو اس کی ربوبیت جیسے کسی وقت کیساتھ مخصوص نہیں اس کے حقوق ربوبیت بھی ایسے ہی ہونے چاہئیں شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ ہر وقت کیلئے عبودیت کا ایک حصہ ہے جس کا تقاضا حق تعالیٰ تجھ سے بحکم ربوبیت فرماتا ہے اب ہم کو لازم ہے کہ کلام کی باگ روک لیں تاکہ مقصود کتاب سے علیحدہ نہ ہو جاویں۔ تیسری قسم سخاوت کی وہ جان دینا ہے راہ مولیٰ میں یہ سب اقسام میں افضل ہے اور دوسری قسمیں سخاوت کی اسی کے حاصل کرنے کیلئے ہیں پس جو شخص اللہ کیساتھ واجب میں دریغ نہیں کرتا کبھی غیر واجب خیرات میں دریغ کرتا ہے اور جو غیر واجب میں دریغ نہیں کرتا کبھی جان

دینے میں دریغ کرتا ہے اور اس کے خرچ کرنے میں سخی نہیں بنتا کیونکہ جان کی سخاوت کرنا اور اسکو خرچ کرنا یہ اخلاق صدیقین اور حالات اہل یقین سے ہے جن کو اللہ کی معرفت ہوگئی انھوں نے اپنی جانیں دے ڈالیں کیونکہ اُن کو یقین ہے کہ غلام مالک کے آگے کسی شے کا مالک نہیں ہوتا۔ اور جب جان کی سخاوت سب اقسام میں کامل تر ہے تو اس کا بخل بھی سب سے بدتر ہوگا اس بیان سے شیخ کے اس قول کے معنی واضح ہوگئے کہ ہم کو حرص و بخل سے بعد حصول رزق کے بچا اور یہ اشارۃً و اجمالاً بیان ہوا ہے نہ تفصیلاً۔ کیونکہ کتاب اس مضمون کیلئے نہیں بنائی گئی تیسری قسم اُن عوارض کی جو مقدمۂ رزق میں پیش آتے ہیں کیونکہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ عوارض جو مقدمۂ رزق میں پیش آتے ہیں وہ تین طرح کے ہیں ایک قبل الحصول دوسری وقت الحصول ان دونوں کا ذکر تو کلام شیخ میں ہو چکا اور ہم نے اس کو خوب بیان کر دیا تیسری قسم وہ عوارض ہیں جو بعد حصول اور ختم ہو چکنے رزق کے پیش آتے ہیں یعنی افسوس ہونا پچھتانا۔ ہمیشہ اُس کا نگراں رہنا۔ سو اس سے بھی پاک ہونا چاہیے اور یہ ارشاد خداوندی سنو لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ یعنی تاکہ نہ مغموم ہو تم اس چیز پر جو تم سے جاتی رہی اور نہ اتراؤ اس پر جو تم کو دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا بچہ انتقال کر گیا آپ نے فرمایا ف یعنی قاصد سے کہ ان کو یہ بات بتلا دو کہ اللہ ہی کا تھا جو لے لیا اور اسی کا ہے جو دے رکھا ہے اور جو شخص بجز اللہ کے کسی چیز کے نہ ملنے پر افسوس کرے وہ باواز بلند اپنی جہالت اور خدا سے دوری کی خبر دے رہا ہے کیونکہ اگر اللہ کو پاتا تو ما سوا کو ڈھونڈھتا نہ پھرتا پس جو شخص اللہ کو پا لیتا ہے پھر وہ کسی شے کو نہیں پاتا کہ اُس کو تلاش کرے اور بندے کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو چیز اس کے ہاتھ میں نہیں آتی وہ اس کا حصہ نہ تھا یا کوئی چیز اس کے پاس تھی اور گم ہو گئی وہ اس کا حق نہ تھا کیونکہ وہ اگر اُس کا رزق ہوتا تو دوسرے کے پاس نہ جاتا بلکہ اسکے پاس عاریت تھی جس نے عاریت دی تھی اُس نے لے لی اور جس نے ایجاد کیا تھا اُس نے واپس کر لیا اور کسی شخص کی ایک چچازاد بہن تھی بچپن سے اسکے نامزد تھی جب یہ شخص بڑا ہوا ایسے امور پیش آئے کہ اس سے نکاح نہ ہوا اس لڑکی کا اور کسی سے نکاح ہو گیا۔ ایک سمجھدار آدمی اسکے پاس آیا اور کہا کہ جس شخص نے تیری چچازاد بہن سے نکاح کیا تجھ کو مناسب ہے کہ اس سے کہ جا کر معذرت کر کیونکہ تو اس لڑکی کو لینا چاہتا تھا اور وہ ازل میں اُس کی زوجہ تھی ف یعنی یہ معذرت کر کہ میں نے تمہارے حق لینے کا ارادہ کیا تھا نادانستگی میں مجھ سے یہ خطا ہوئی اب تم معاف کر دو اور کدورت نہ رکھو ت اور ایماندار کو اس مضمون میں کہ فوت ہوئی چیز پر نادم نہ ہو یہ آیت بس ہے وَمِنَ النَّاسِ

تیسری قسم عوارض

مَن یَعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُنِ اطْمَاَنَّ بِہٖ وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃُنِ انْقَلَبَ عَلٰی وَجْہِہٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ہ یعنی بعضا آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت کنارے پر کرتا ہے اگر اس کو کوئی مال مل گیا۔ تو اس میں مطمئن ہوجاتا ہے اور اگر کوئی آزمائش لگی تو اُلٹے منہ لوٹ جاتا ہے ٹوٹے میں پڑا یہ شخص دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یہ کھلا ٹوٹا ہے سو حق تعالیٰ نے اُس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو چیزوں کے ملنے کے وقت اس کیساتھ جی لگائے دیکھو کسطرح فرمایا فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُنِ اطْمَاَنَّ بِہٖ یعنی اس مال پر جی لگا بیٹھا اور اگر اس کو سمجھ ہوتی تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی چیز سے دل نہ لگاتا اور صرف اللہ ہی کیساتھ اس کا جی لگتا اسی طرح اس شخص کی بھی مذمت فرمائی جو ان چیزوں کے گم ہوجانیکے وقت مغموم ہو کیونکہ فرمایا وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃٌ اور فتنے کی تفسیر ہے اس مرغوب چیز کا گم ہوجانا جس سے جی لگا تھا اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْہِہٖ یعنی اس کی عقل متحیر ہوتی ہے اور نفس بھول جاتا ہے اور قلب غافل ہوجاتا ہو اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی معرفت اس کو نصیب نہیں اور اگر اللہ کو پہچانتا تو اس کا موجود ہونا تمامی موجودات سے بے پرواہ کردیتا اور اس کے باعث ہر مفقود سے مستغنی ہوجاتا اور جس نے اللہ کو نہ پایا اُس نے کچھ بھی نہ پایا اور جس نے اللہ کو پالیا اُس کسی چیز کو گم نہیں کیا اور جس نے ایسی ذات کو پالیا جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اس کو کیونکر کہیں کہ اُس نے کسی چیز کو گم کیا ہے اور جس نے موجد اشیاء کو پالیا اس کو کیسے کہیں کہ اُس نے کسی چیز کو گم کیا ہے اور جس نے ایسی ذات کو پالیا جو ہر چیز میں جلوہ گر ہے اس کو کیسے کہیں کہ اس کی کوئی چیز گم ہوگئی پس ماسوی اللہ اہل معرفت کے نزدیک یافت و نایافت کیساتھ موصوف نہیں ہوتا وجہ یہ کہ اسکے آگے کوئی موجود ہی نہیں کیونکہ اس کی احدیت ثابت ہے اسی طرح کوئی چیز مفقود بھی نہیں کیونکہ مفقود وہ چیز ہوتی ہے جو پہلے موجود ہوئی ہو اور اگر حجاب وہم پھٹ جاوے تو معائنہ ہوجاوے کہ اشیائے عالم موجود نہیں اور نور یقین چمک اُٹھے اور وجود کائنات کو ڈھانپ لیوے اور جب تو اس کو سمجھ چکا تو تجھ کو لازم ہے کہ کسی چیز کے گم ہونے پر غم مت کر اور کسی شے کے موجود ہونیکی طرف میل مت کر کیونکہ جو شخص ایسا ہو کہ چیز پائے تو میلان کرے اور نہ پائے تو مغموم ہو اُس نے ثابت کردیا کہ وہ اس چیز کا بندہ ہے جسکے ہونے نے اُسکو خوشنود اور گم ہونے نے غم آلود کیا ہے اور اس مقام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنو برباد ہوجاوے بندہ دینار کا برباد ہوجاوے بندہ درہم کا برباد ہوجائے بندہ کملی کا برباد ہوجائے اور سرنگوں ہوجائے اور اگر اس کے کانٹا لگے تو نکلنا نصیب نہ ہو۔ سو اپنے دل میں بجز اللہ کی محبت اور دوستی کے کسی چیز کو حکم مت کر کیونکہ تیرا رتبہ اس سے

زیادہ ہے کہ تو غیر کا بندہ بنے اللہ نے تو تجھ کو لائق غلام بنایا۔ تو نالائق غلام کیوں بنتا ہے اور جن کو
اللہ کی طرف کی سمجھ ہے ان کی فہم ان کو کسی شے کے ہونیکی طرف مائل نہیں ہونے دیتی اور نہ کسی
شے کے نہ ملنے سے نگراں ہونے دیتی ہے تاکہ ان کی عبودیت محفوظ رہے اور ماسوائے آزادی
درست رہے میں نے اپنے شیخ ابو العباس سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اہل حال دو قسم ہیں ایک تو وہ شخص
جو حال میں حال کا ہو رہا ہے اور ایک وہ شخص جو حال میں حال پیدا کرنیوالے کا ہو رہا ہے سو جو
شخص کہ حال میں اپنے حال کا ہو رہا ہے وہ بندۂ حال ہے اور اس کی یہ کیفیت ہے کہ اگر حال کو
پاتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب نہیں پاتا تو غمگین ہوتا ہے اور جو شخص کہ حال میں حال پیدا کرنے
والے کا ہو رہا ہے وہ بندۂ خدا ہے نہ کہ بندۂ حال اور اس کی یہ کیفیت ہے کہ اگر حال کو نہ پائے تو
غمگین نہیں ہوتا اور جو پائے تو خوش نہیں ہوتا پس یہ ارشاد خداوندی ہے وَمِنَ النَّاسِ مَن
يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ اس کی تفسیر یہ ہے کہ عبادت کرتا ہے اللہ کی ایک کنارے پر یعنی ایک جہت پر وہ
جہت اگر زائل ہو گئی اس کی طاعت بھی زائل ہو گئی اور اس کی اطاعت منقطع ہو گئی اور اگر اسکو
ہماری طرف کی سمجھ ہوتی تو ہر حالت اور ہر جہت میں ہماری عبادت کرتا۔ جیسا وہ تیرا ہر حال
میں تیرا رب ہے اسی طرح تو ہر حال میں اسکا بندہ رہ فرمایا فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ یعنی
اس کو اگر کوئی خیر پہنچی ہے جو اس کے نفس کے موافق ہو کہ اس کی نظر میں خیر ہے اور کبھی واقع میں شر ہوتی
ہے وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ یعنی اگر وہ خیر جاتی رہے جس سے مطمئن ہوا تھا اور اس کو فتنہ یعنی
آزمائش فرمایا کیونکہ نعمت کے گم ہونے میں مؤمن کے ایمان کا امتحان ہوتا ہے اور نہ ہوت میں
لوگوں کے حال معلوم ہوتے ہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ ہمارا غنا اللہ کیساتھ ہے
حالانکہ ان کا غنا اسباب سے ہے اور طرق اکتساب سے ہے اور بہت سے لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم کو اپنے رب
سے انس ہے اور حالانکہ ان کا انس اپنے حال سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حال جاتے رہنے سے انس
بھی جاتا رہتا ہے پس اگر رب سے انس ہوتا تو وہ تو دائم و باقی ہے انس بھی دائم و باقی رہتا ہے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ دنیا کا تو یہ نقصان ہوا کہ مراد دنیوی حاصل نہ ہوئی اور آخرت
کا اس لئے نقصان ہوا کہ اس کیلئے عمل نہیں کیا سو جو کچھ اسکا مطلوب تھا جاتا رہا اور اس نے
ہم کو تو طلب کیا نہ تھا کہ ہم اسکے ہو جاتے خوب سمجھ لو **فصل** اس فصل میں مثالیں ذکر کرینگے اللہ کے
آگے تدبیر چلانیکی اور تدبیر چلانیوالوں کی اور مثالیں رزق کی اور اللہ تعالیٰ کے کفیل ہونے کی۔
کیونکہ مثال سے خوب حال کھلتا ہے پہلی مثال جو اللہ کے آگے تدبیر چلائے اس کی ایسی مثال ہے

لہ کما قال العارف الشیرازی بعقل نازی حکیم تاکے [illegible]

جیسے کسی شخص نے سمندر کے کنارے پر مکان بنایا ہو وہ جس قدر عمارت میں کوشش کرتا ہے موجیں بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کے سارے حیلے رخصت ہوجاتے ہیں یہی حال اُس شخص کا ہے جو اللہ کی آگے تدبیر کرتا ہے کہ وہ تو تدبیر کی عمارتیں تیار کرتا ہے اور تقدیر آ کر اس کو گرا دیتی ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ مدبّر تدبیر کرتا ہے اور تقدیر ہنستی ہے اور شاعر نے کہا ہے عہ عمارت کب وہ پوری ہو کہ تو اس کو بناتا ہو + مگر ہو دوسرا اس جا کہ وہ اس کو گراتا ہو مثال ۲ مدبّر کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص ریگ کے ڈھیر میں آ کر اس پر مکان چنے آندھی جو آئی تو سب ریگ اُڑ گیا جو بنایا تھا وہ گر گیا جیسا کہا گیا ہے عہ مٹ گئے گھر ان کے مل کر ریگ میں + کب ہے قائم جو ہو گھر ریگ میں مثال ۳ مدبّر کی ایسی مثال ہے جیسے ایک لڑکا اپنے والد کیساتھ سفر کرے اور دونوں رات کو چلیں اور باپ چونکہ اپنے لڑکے پر غایت درجہ کا شفیق ہے وہ لڑکے کی بیخبری میں دیکھ بھال کر رہا ہے مگر لڑکا بوجہ حائل ہونے تاریکی کے باپ کو نہیں دیکھتا اس لئے وہ لڑکا اپنی فکر میں مبتلا ہے کہ کس طرح کرے یکایک چاند نکل آیا اور باپ کو دیکھا کہ پاس ہے اسکا جی ٹھہر گیا۔ اور دل کو سکون ہو گیا چونکہ اپنے باپ کو پاس دیکھا اس وقت باپ کی تدبیر پر اپنی تدبیر سے مستغنی ہو گیا ایسا ہی جو شخص اپنے لئے تدبیر کرتا ہے وہ اس لئے تدبیر کر رہا ہے کہ شب دوری میں مبتلا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب معلوم نہیں اگر ماہتاب توحید یا آفتاب معرفت طلوع کرے تو اللہ کا قرب مشاہدہ کرے پھر تدبیر کرتا ہوا شرمائے اور اللہ کی تدبیر پر اپنی تدبیر سے مستغنی ہو جاوے مثال ۴ تدبیر ایک درخت ہے پانی اس کا بدگمانی ہے پھل اس کا اللہ سے دوری ہے کیونکہ اگر بندے کو اپنے رب سے حسن ظن ہوتا تو درخت تدبیر بوجہ اس کی غذا موقوف ہوجانیکے اس کے قلب میں خشک ہو جاتا اور اس کا پھل اللہ سے دوری اسلئے ہے کہ جو شخص اپنے لئے تدبیر کرتا ہے وہ اپنی عقل پر اکتفا کرتا ہے اور اپنی تدبیر پر راضی ہوتا ہے اور اپنی ہستی پر حوالہ کرتا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ اسی پر حوالہ کر دیا جاوے اور منت الٰہیہ کو اس کے پاس نہ جانے دیا جاوے مثل ۵ تدبیر کی ایسی مثال ہے جیسے کسی غلام کو اس کے مالک نے ایک شہر میں واسطے درستی کسی متاع کے بھیجا وہ غلام اُس شہر میں گیا اور کہنے لگا میں کہاں رہوں کس سے شادی کروں غرض وہ اسی میں لگا رہا اور اپنی ہمت کو اسی جگہ صرف کر دیا اور جو مالک نے حکم کیا تھا اسکو معطل چھوڑ دیا جب وہ مالک اس کو اپنے پاس بلاویگا تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دوری اور مجبوری کا مزہ چکھاوے کیونکہ وہ اپنے بکھیڑوں میں مالک کے حق سے غافل ہو گیا پس اے مومن ایسا ہی تیرا حال ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس دنیا میں بھیجا اور اپنی خدمت کا حکم دیا اور تیرے لئے تدبیر

عہ قال العارف الرومی - خاک بر باد ست و بازی میکند - کج نمائی پردہ سازی میکند - ملفوظ شریف

عہ مسکن اس بحر فنا پر نہ بنا اے ناشاد ؏ صورت ببلہ پانی میں ہے تعمیر عبث ؏

کا سرانجام کیا اگر تو اپنی تدبیر میں لگ کر اپنے مالک کے حق سے غافل ہو گیا تو طریق ہدایت سے تو نے روگردانی کی اور ہلاکی کی راہ چلا مثال ۷ مدبر اور غیر مدبر کی ایسی مثال ہے جیسے بادشاہ کے دو غلام ہوں ایک تو اپنے آقا کے احکام میں لگا ہے کھانے پہننے کی طرف التفات نہیں کرتا اس کو بڑی فکر آقا کی خدمت گذاری ہے اس امر نے اس غلام کو اس کے حظوظ و ضروریات کی فرصت سے غافل کر رکھا ہے اور ایک دوسرا غلام ہے جب اس کو آقا بلاتا ہے کبھی اپنے کپڑے دھو رہا ہے کبھی اپنے جانوروں کو مل دل رہا ہے کبھی اپنا بناؤ سنگار کر رہا ہے سو پہلا غلام عنایت آقا کا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت دوسرے غلام کے جو کہ اپنے حظوظ و ضروریات میں لگ کر آقا کے حقوق سے غافل ہے اور غلام کو اسلئے خرید اجاتا ہے کہ آقا کی خدمت کرے نہ کہ ہر وقت اپنے کام میں لگا رہے ایسا ہی حال ہے بندۂ دانا کا اس کو ہمیشہ اسی حال میں دیکھو گے کہ اپنے نفس کے مرغوبات اور مہمات کو چھوڑ کر اللہ کے حقوق اور احکام کی نگہداشت میں لگا رہتا ہے جب اسکا یہ حال ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے سارے کام بنا دیگا اور اس کی طرف اپنی عطائے جزیل سے متوجہ ہوگا کیونکہ وہ توکل میں صادق ہے اور جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے[۱] اللہ اس کو بس کرتا ہے اور غافل کا یہ حال نہیں بلکہ اس کو جب دیکھو گے اپنے دنیا کے اسباب حاصل کر رہا ہے اپنی خواہش نفسانی کے ذریعے جمع کر رہا ہے اپنے نفس کی تدبیر کر رہا ہے اور اسی پر حوالہ کر دیا گیا ہے خوبی و ثوق و صدق توکل سے دور پڑا ہے مثال ۸ مدبر کی ایسی مثال ہے جیسا پھیلا ہوا سایہ جبکہ آفتاب برابر نہیں ہوتا اور جب آفتاب ٹھیک سر پر آجاتا ہے تو وہ سایہ فنا ہو جاتا ہے یہانتک کہ یوں ہی سایہ ایک نشان رہ جاتا ہے کہ استواء کے وقت محو نہیں ہوتا یہی حال ہے آفتاب معرفت کا جب قلوب کے مقابل آتا ہے وجود تدبیر کو محو کر دیتا ہے البتہ کچھ تدبیر بندے کی اس لئے رہجاتی ہے کہ اس پر احکام شرعی جاری ہوسکیں مثال ۹ مدبر کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے کوئی گھر یا کوئی غلام فروخت کیا پھر جب سودا پورا ہو چکا تو بائع مشتری کے پاس آیا اور کہا کہ اس میں کوئی مکان مت بنانا یا فلاں کوٹھری اس کی گرا دینا اس میں فلاں بات کرنا یا خود بائع ان کاموں کو کرنے چلا پس اس سے کہا جاوے گا کہ تو تو فروخت کر چکا ہے اب فروخت کرنیکے بعد مبیع میں تیرا تصرف نہیں رہا کیونکہ بیع کرنیکے بعد منازعت نامعقول ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے[۲] کہ اُس نے سب کی جانیں اور اموال العوض جنت کے خریدے ہیں تو مومن پر لازم ہے کہ اپنے اور اپنے نام لگی چیز کو اللہ کے سپرد کر دے کیونکہ اسی نے پیدا کیا اور اسی نے خرید لیا اور سونپنے کو یہ بات لازم ہے کہ جو چیز سونپ دے اُس کی تدبیر ترک کر دے

[۱] یہ مضمون ہے آیت کا ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ۱۲ مترجم

[۲] یہ مضمون ہے آیت کا ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ ۱۲ مترجم

رہ گیا رزق سو بندے کی رزق کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام سے کہے اس گھر میں فلاں
کام میں لگا رہ سو یہ نہیں ہو سکتا کہ کام کرنیکا تو حکم کرے اور کھانے پینے پہننے کی خبر نہ لے اور اس کی کفایت
ورعایت کا سرانجام نہ کرے اسیطرح بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں طاعت وبجا آوری احکام کا حکم
فرمایا ہے اور اسکی روزی کا کفیل ہوگیا سو بندے کو خدمت کرنا چاہیے مالک اپنی عنایت سے اس کا خبر
گیراں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاْمُرْ اَهْلَكَ اِلٰى قَوْلِهٖ لِلتَّقْوٰى اور اسکا بیان اوپر گذر چکا مثال ۹ بندے
کی مثال دنیا میں اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسا بچہ اپنی ماں کیساتھ ماں کبھی بچے کو اپنی کفالت سے نہیں چھوڑتی
اور رعایت سے نہیں نکالتی ایسے ہی اللہ تعالیٰ مؤمن کی کفالت فرماتا ہے اور اسکو نعمتیں بھیجتا ہے اور محنتیں دفع
کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا جسکے پاس بچہ تھا آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کیا تم
خیال کر سکتے ہو کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں پھینکدے لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ یہ ماں اپنے
بچے پر جسقدر مہربان ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے مؤمن پر اس سے زیادہ مہربان ہے مثال ۱۰ بندے کی مثال دنیا
میں ایسی ہے جیسا ایک غلام ہو اس کو مالک نے حکم کیا کہ فلاں جگہ جا اور اپنا کام پکا کر کیونکہ یہاں سے فلاں
طرف کو تجھے سفر کرنا ہے اور اپنا ساز وسامان لیلے جب مالک نے اسکو یہ اجازت دیدی تو یقینی بات ہے کہ
اس کیلئے مباح کر دیا کہ جس چیز سے اپنی ترکیب جسمانی قائم رکھنے میں مدد لے اسکو کھائے پئے تاکہ ساز وسامان کے
طلب کرنے میں سعی واہتمام کر سکے اسیطرح حق تعالیٰ نے بندے کو اس دنیا میں پیدا کیا اور حکم فرمایا کہ یہاں سے
سفر آخرت کیلئے توشہ لیلے چنانچہ ارشاد ہوا وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۝ یعنی توشہ لو پس سب سے اچھا
توشہ تقویٰ ہے پس معلوم ہوگیا کہ جب آخرت کیلئے توشہ لینے کا حکم فرمایا تو دنیا سے ایسی چیزوں کا لینا مباح کر دیا
جس توشہ کے جمع کرنے اور سفر کیلئے آمادہ ہونے اور آخرت کیلئے سامان درست کرنے میں مدد پہنچے مثال ۱۱ بندے
کی مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسے کسی مالک نے کہ اس کے پاس ایک باغ ہے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس
باغ میں درخت لگاوے زراعت کرے اور اس کی درستی کا اہتمام کرے سو اگر یہ غلام حکم پاتے ہی مالک کے حکم
کو بجا لایا اور کسی ساعت باغ سے نہیں نکلتا سو اگر یہ غلام اُس باغ میں سے کچھ کھالی لیوے تو مالک نے ملامت کریگا نہ
اس کھانے سے منع کریگا کیونکہ جب اُس سے کھائیگا تو اُس میں محنت بھی کریگا لیکن اس غلام کو یہ چاہیے کہ اُسیقدر
کھائے جس سے کاروبار میں سہارا لگے لذت اور خواہش کیواسطے نہ کھائے مثال ۱۲ بندے کی مثال اللہ تعالیٰ
کیساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے بہت بڑا باغ لگایا اور بہت بڑا مکان بنایا کسی نے پوچھا کہ کس کیلئے یہ
سامان کیا ہے اُس نے کہا اپنے لڑکے کیلئے کیا ہے جسکے پیدا ہونیکی اُمید ہے سو اُس نے بوجہ محبت کے لڑکے کی ضرورت
کی چیزیں اُسکے پیدا ہونیکے پہلے مہیا کر دیں کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ جب اُس کے ہونے سے پہلے سب کچھ تیار

کر رکھا ہے کیا اس کے ہونیکے بعد اس کو نہ دیگا اسی طرح بندے کی حالت اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے پیدا ہونیسے پہلے دنیا میں نعمت مہیا کر رکھی ہے اگر فہم ہو تو نعمت تیری ہونے سے پہلے ہو چکی ہے کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اس کی عطا تیرے وجود سے پہلے اور اس کی نعمت تیرے ظہور سے پہلے ہو چکی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل میں عطا فرما چکا ہے قبل اس کے کہ بندہ موجود ہو اور اس کا کچھ عمل وقوع میں آوے سو جو چیز اللہ نے ازل میں تیری قسمت میں لکھدی ہے اور تیرے لئے جمع کر دی ہے اس سے تجھ کو محروم نہ کریگا کیا ہو سکتا ہے کہ ہونیسے پہلے مہیا کر دے اور ہونیکے بعد نہ دے مثال [14] بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسا بادشاہ کسی نوکر کو اپنے گھر لایا اور حکم دیا کہ فلاں کام کر سو یہ نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ نوکر کو لائے اور اس سے اس گھر میں کام لے اور بے کھلائے اسکو چھوڑ دے کیونکہ بادشاہ کی شان اس سے ارفع ہے ایسا ہی بندے کا حال اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے سو دنیا تو اللہ کا گھر ہے اور تو نوکر ہے اور کام طاعت کرنا ہے اور اجرت جنت ہے سو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ تجکو کام کرنے کو فرماوے پھر تیرے پاس وہ سامان نہ بھیجے جس سے تو مدد لے سکے مثال بندے کی مثال اللہ کیساتھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک بادشاہ کریم کے گھر مہمان ہوا سو اس مہمان کو سزاوار ہے کہ اپنے کھانے پینے کی فکر نکرے کیونکہ اگر ایسا کیا تو بادشاہ پر تہمت و بدگمانی ہے اور یہ مضمون شیخ ابومدین رح کا منقول اوپر گذر چکا ہے اسی طرح دنیا اللہ کا گھر ہے اور اس میں جو لوگ ہیں وہ اس کے مہمان ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بندوں کو تو مہمان داری کا حکم فرماوے اور خود مہمان کی خبر نہ لے سو جو شخص دنیا میں اپنے کھانے پینے کی دھن میں ہے وہ بادشاہ حقیقی کی نظر میں مبغوض ہے کیونکہ اگر اس کو اللہ میں شک نہ ہوتا تو اپنے حال کی کیوں فکر کرتا مثال [15] بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسے ایک غلام کو بادشاہ نے حکم دیا کہ فلاں جگہ جا کر رہے اور اس جگہ جو غنیم ہے اس سے لڑے اور اپنی ہمت اس کے مقابلہ میں صرف کرے اور اسکے مقابلے میں ہمیشہ لگا رہے سو یقینی بات ہے کہ جب بادشاہ نے اس کو یہ حکم دیا ہے تو اس کیلئے یہ بھی مباح کر دیا ہے کہ اس شہر کے تحائف و خزائن سے امانت داری کیساتھ کھایا کرے تاکہ جسکے مقابلہ کا حکم بادشاہ نے دیا ہے اُس کے مقابلے میں قوت حاصل کرے اسیطرح بندونکو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ شیطان سے لڑیں چنانچہ فرمایا وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ یعنی اللہ کی راہ میں خوب مجاہدہ کرو جیسا مجاہدہ کا حق ہے اور فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا یعنی بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو اس کو دشمن ہی سمجھو پس جب بندوں کو شیطان سے لڑنے کا حکم دیا تو اس کی بھی اجازت

دی کہ اس کی نعمت تونے اس قدر کھالیویں جس سے محاربۂ شیطان میں قوت حاصل کریں کیونکہ اگر کھانا پینا
چھوڑ دو تو طاعت کا بجالانا اور خدمت میں آمادہ ہونا ممکن نہ ہو سو بادشاہ کا مجاہدہ کیلئے حکم فرمانا
اس کو بھی شامل ہے کہ جتنی چیزیں بادشاہ کی کھلائی ہیں جن کو تیرے لئے تیار کر رکھا ہے اسکا برتنا مباح
ہے لیکن بطریق امانت و حفاظت حقوق کے ہو ف یعنی کسی اور کا حق نہ کھالے ت مثال ۱۶ بندے
کی مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسا کسی شخص نے ایک درخت لگایا اس ارادے سے کہ یہ بڑھے
اس کی پودہ پھیلے سو درخت کو اگر علم ہو تو وہ خود جان سکتا ہے ورنہ ہم اس کی نسبت یقیناً جانتے ہیں
کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کو لگائے اور پانی نہ دے یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کو تو شوق ہے کہ اس کی پودہ بڑھے
یہ بڑا ہو اسیطرح اے شخص تو درخت ہے اللہ تعالیٰ تیرا بونے والا اور ہر دم سینچنے والا ہے تیری غذا
پہنچانیکا سامان کرنیوالا ہے تو اسپر یہ بدگمانی مت کر کہ تیرے درخت وجود کو بوئے اور بونیکے بعد
پانی نہ دے کیونکہ وہ غافل نہیں مثال ۱۷ بندی کی مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسے ایک بادشاہ
نے جسکے بہت سے غلام ہیں ایک گھر بہت عمدہ بنایا اور اُس کو خوب سجایا اور اس میں باغ لگایا اور اس
میں جمیع مرغوبات پورے طور سے رکھے مگر ابھی یہ غلام دوسری جگہ ہیں اور بادشاہ کو منظور ہے کہ ان کو
اس گھر میں لاوے کیا گمان کر سکتے ہو کہ یہ بادشاہ جس کی نظر میں اس تمام تر ذخیرہ اور سامان کی علت
غائی یہی غلام ہیں وہ ان لوگوں کو ان کی معمولی جگہ میں اپنی نعمت اور فضلۂ طعام سے منع کریگا اسی
طرح بندوں کی حالت اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے ان کو دنیا میں پیدا کیا اور جنت کو مہیا کیا جیسا آخرت
کو مہیا کیا اور اس کو منظور ہے کہ دنیا میں سے وہ چیز برتوائے جن سے اس کا وجود قائم رہے اسی واسطے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللّٰہِ اور فرمایا کُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّکُمْ وَاشْکُرُوا لَہٗ اور
فرمایا یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اور فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا کُلُوا مِنْ طَیِّبٰتِ
مَا رَزَقْنٰکُمْ سو جبکہ تیرے لئے نعمت باقی کو ذخیرہ فرمایا اور تجھ پر اس کے احسان کیا تو دانی سے تجھ کو کیوں
محروم کریگا اور اگر محروم کرے تو اُسی خیر سے محروم کریگا جو تیری قسمت میں نہیں وہ تیرا حق نہیں سو
ایسا نہ دینا یہ بھی عطا و شفقت ہو اس کو معلوم ہے کہ اس میں تیری مصلحت اور تیری کام کی
درستی ہے جیسا درخت سے لگاتار پانی آنیکو روک دیتے ہیں تاکہ ہر وقت کا پانی اس کو تلف نہ
کردے مثال ۱۸ جو شخص دنیا کی فکر میں زاد آخرت سے غافل ہو جاوے اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک
شخص ہو کہ درندہ اس پر چڑھا آتا ہے اور قریب ہے کہ اس کو پھاڑ ڈالے اور ایک مکھی بھی آکر بیٹھ گئی
یہ شخص مکھی کے ہٹانے میں لگ کر شیر سے کچھ بچاؤ نہیں کرتا سو ایسا شخص بڑا احمق ہے بالکل عقل کو

کھوئے بیٹھاہے اور اگر یہ عقل کیساتھ موصوف ہوتا تو اس کو شیر کا اور اسکے حملے کا ڈر اسکے چڑھے چلے آنیکا اتنا بڑا دھندا تھا کہ مکھی کے قصے میں مشغول ہونیکی فکر بھی نہ کرسکتا یہی حال اس شخص کا ہے جو دنیا کی فکر میں آخرت کے توشے جمع کرنے سے غافل ہوجاوے یہ اس کی حماقت کی دلیل ہے کیونکہ اگر صاحب فہم و عقل ہوتا تو آخرت کیلئے سامان کرتا جس کی اسے باز پرس ہوگی وہاں کھڑا کیاجاویگا اور مقدمۂ رزق کے اہتمام میں مشغول نہ ہوتا کیونکہ اس کا اہتمام کرنا آخرت کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے شیر کیساتھ مکھی مثال ۱۹ بندہ کی مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسا باپ کے آگے بچہ کہ باپ کے ہوتے کچھ غم نہیں پالتا اور نہ افلاس سے ڈرتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ باپ میرا کفیل ہے اسکے اعتماد نے اس کی زندگی خوش کردی اور اسکا غم زائل کردیا اسی طرح مومن کا حال اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے کہ وہ کچھ غم نہیں پالتا اور اسکے میدان قلب میں رزق کی بابت غموم نہیں آتے کیونکہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو مہمل نہ چھوڑیگا اور اپنے فضل ہی سے جانہ کریگا اور اپنے جود و احسان سے محروم نہ کریگا مثال ۲۰ بندہ کی مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسے ایک غلام ہے اُسکا مالک تو انگر صاحبِ ثروت ہو اور غلاموں کے احسان کرنیکے ساتھ موصوف ہو انکار کرتا ہوا کبھی نہ دیکھا گیا ہو جود و عطا میں معروف ہو اور غلام کو اسکے فضل پر اعتماد اسکے احسان پر نظر رکھتا ہے اپنے مالک کی تونگری معلوم ہے اسلئے تمام رنج و محن سے علیحدہ ہے۔ اور یہی مضمون حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا باعث ہوا فرماتے ہیں کہ ایکبار قحط کے ایام میں کسی جگہ میرا گذر ہوا ایک غلام کو دیکھا کہ خوش و خرم ہے اس مصیبت کی خبر نہیں جسمیں لوگ گرفتار ہیں میں نے پوچھا اے جوان تجھ کو خبر نہیں لوگ کس بلا میں مبتلا ہیں کہنے لگا مجھ کو تو پروا بھی نہیں میرے مالک کے پاس ایک پورا گاؤں ہے ہر روز کے خرچ کے لائق ہمارے یہاں آجاتا ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس کے مالک کے پاس ایک پورا گاؤں ہے تو میرے مالک کے پاس تو تمام آسمان و زمین کے خزانے ہیں مجھ کو اسکی نسبت اپنے مالک کیساتھ وثوق کرنا زیادہ زیبا ہے یہی سبب میری آگاہی کا ہوا[1] مثال ۲۱ جو شخص سبب میں مشغول ہے اور اسباب سے روزی دیا جاتا ہے اسکی مثال تو اس غلام کی سی ہے کہ اس سے مالک نے کہا کہ کام کر اور اس میں سے کھا اور جو شخص اسباب کا تارک ہے اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جس سے مالک نے کہا تو میری خدمت میں رہا کر میں اپنی نعمت تجھ کو دیتا رہونگا مثال ۲۲ جو شخص اسباب میں اللہ تک نظر پہنچاوے اسکی مثال ہے کہ جب آسمان سے بارش ہونے لگے تو کوئی آدمی پرنالے کے نیچے بیٹھ جاوے پس وہ صرف اللہ ہی کا شکر کرتا ہے اور پرنالے کے نیچے بیٹھ جانیسے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شخص بارش کو اسکی طرف نسبت کرے بلکہ یقیناً جانتا ہے کہ اگر

[1] ان کے پہلے بہت بڑی تجارت ہوتی تھی سب ترک کردی ۱۲ تحفۂ شریف

پرنالے میں پانی نہ آوے تو خاک بھی نہ ملے اسی طرح اسباب نعم آلہی کے پرنالے ہیں پس جو شخص اسباب میں داخل ہو مگر ہمت اللہ کیساتھ متعلق ہے نہ کہ اسباب کے ساتھ اس کو اسباب سے کچھ ضرر نہیں اور اُس پر اندیشہ دوری درگاہ نہیں اور جو شخص اسباب پر کھڑا رہ جاوے اور مالک اسباب سے غافل ہو اسکی مثال چوپایہ کی سی ہے کہ جب مالک اسکے پاس ہو کر گذرتا ہے تو وہ اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا اور حالانکہ وہ مالک ہو اور سائیس کو اس جانور کا خرچ وہی دیدیتا ہو اور جب سائیس آتا ہو تو نظر خوشامد سے اس کو دیکھتا ہو اور شوق ظاہر کرتا ہو چونکہ اسکے ہاتھ سے کھانیکا خوگر ہو بندے کی بھی یہی حالت ہے کیونکہ جب خلقت کے ہاتھ سے احسان جاری ہو اور یہ اُن ہی کی طرف سے مشاہدہ کرے اور اُن سے گذر کر آگے اپنی نظر نہ ڈالے اس کی مثال چوپایہ کی سی ہے بلکہ چوپایہ کی حالت اس سے اچھی ہے جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ **مثال ۲۳** جو شخص اسباب پر کھڑا رہ جاوے اور جو شخص اللہ تعالیٰ تک نظر پہنچاوے اُن کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے کہ حمام میں گئے ایک تو کامل العقل ہو دوسرے پر حماقت غالب ہے یکایک پانی بند ہو گیا جو عاقل ہو اس کو معلوم ہے کہ اس پانی کا کوئی پیچھے سے پھیرنیوالا ہے کہ پھیر رہا ہے اور کوئی چلانیوالا ہے کہ چلا رہا ہو وہ اسکے پاس آویگا تاکہ جسکو بند کر لیا ہے اسکو چھوڑدے یا اور جو مرضی ہو وہ کرے اور دوسرا شخص جو ہے وہ نل کے پاس آکر کہتا ہو اے نل ہمارے لئے پانی جاری کردے تجھ کو کیا ہوا کہ اپنا پانی بند کر دیا اس سے یہ ہی کہا جاویگا کہ تو احمق ہے اور نل کچھ سن سکتا ہو یا کچھ کر سکتا ہو وہ تو ایک محل اور پانی کا راستہ ہے جو اس میں جاری کیا جاتا ہو وہ ظاہر ہوتا ہے **مثال ۲۴** ذخیرہ کرنیوالے کی ایسی مثال ہو جیسے کسی بادشاہ کا ایک غلام ہے اس کو باغ میں مقرر کر دیا تاکہ اس کو بناوے سنوارے سو غلام کو اس باغ کے پھل میں سے اسقدر کھانا جائز ہو کہ درخت لگانے کھیتی بونے میں مدد پہنچے اور جمع کرکے رکھنا جائز نہیں کیونکہ اس باغ کا پھل ہمیشہ رہتا ہو اور اس کا مالک غنی قدرت والا ہے پس اگر بدون اجازت مالک کے اپنے لئے جمع کر کے رکھا اور مالک پر بدگمانی کی تو خائن ہوا اور جو شخص ذخیرہ نہیں رکھتا اُس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک غلام ہو مالک کے گھر میں یا باغ میں اور جانتا ہے کہ میرا مالک مجھ کو نہ بھولے گا اور نہ مہمل چھوڑیگا بلکہ میرے لئے مال خرچ کریگا اور اپنا احسان مجھ کو پہنچا دیگا سو اپنے مالک کے باعث ذخیرہ رکھنے سے مستغنی ہوگا اور اس کی تونگری کے سبب محتاجی کی پروا نہ کریگا اور اس کے سوا کسی شے پر اعتماد نہ کریگا ایسا غلام لائق اسکے ہو کہ اس پر توجہ کیجاوے اور عطا سے اس کے کام پورے کئے جاویں **مثال ۲۵** جو شخص امانت کے طور پر ذخیرہ کرے اس کی ایسی مثال ہو جیسے

کسی بادشاہ کا ایک غلام ہے کہ مالک کے آگے کوئی چیز اپنی نہیں سمجھتا اور جو کچھ اُس کے پاس ہو نہ اس کے ذخیرہ کرنے پر اعتماد کرتا ہو نہ خرچ کرنے پر بلکہ وہی بات اختیار کرتا ہے جو مالک اس کیلئے پسند کرے۔ سو جب یہ سمجھے کہ مالک کو اس چیز کا رکھنا مقصود ہے تو مالک کیلئے رکھتا ہے نہ کہ اپنے لئے یہانتک کہ موقع صرف کا منتظر رہتا ہے جب مالک کی مرضی خرچ کرنیکی سمجھتا ہے اس میں صرف کر دیتا ہے سو اس شخص پر رکھنے میں کچھ ملامت نہیں کیونکہ اُس نے اپنے مالک کیلئے رکھا ہے اپنے لئے نہیں رکھا یہی حال ہے اہل معرفت کا اگر خرچ کرتے ہیں تو اللہ کیلئے اور اگر رکھتے ہیں تو اللہ کیلئے اُسی کی رضامندی طلب کرتے ہیں انفاق و امساک سے وہی مقصود ہے پس یہ لوگ امین تحویلدار اور بڑے مرتبے کے غلام اور کریم آزاد ہیں حق تعالے نے انکو غلامی مخلوق سے آزاد فرمایا ہے پس انھوں نے مخلوق کی طرف محبت سے میلان نہیں کیا نہ مودت سے متوجہ ہوئے اُن کے دلوں میں جو اللہ کی محبت و مودت بس گئی اور اُن کے سینوں میں اس کی عظمت بھر گئی وہ اس سے مانع ہوئی اور جو اللہ کیلئے رکھے وہ کسطرح رنجیدہ ہیں اُس شخص سے کم نہیں جو اللہ کیلئے خرچ کرے اُن کے ہاتھ میں اشیاء کا وہی حال ہے جیسا ان کے پاس پہنچنے سے پہلے خزائن الٰہی میں حال تھا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا اور ہماری ملک کا مالک ہے اور جو اللہ کیلئے اچھی طرح رکھنا نہیں جانتا وہ اللہ کیلئے اچھی طرح خرچ کرنا بھی نہیں جانتا خوب سمجھ لو **فصل** اس میں ہم اس مضمون کا ذکر کرینگے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بتفاق حقائق کی زبانی مقدمۂ رزق و تدبیر میں خطاب فرماتا ہے **ف** یعنی حقائق زبان حال سے منجانب حق تعالیٰ کے بندے سے کہتے ہیں **ت** **خطاب اوّل** اے بندے اپنے کان کو حضور دل سے میری جانب متوجہ کر میری طرف سے تجھ کو زیادہ نعمت ملیگی اور اپنے گوش دل کو ادھر جھکا میں تجھ سے دور نہیں ہوں **خطاب ۲** اے بندے میں تیری تدبیر میں اس وقت تھا کہ تو اپنا بھی نہ تھا سو اپنا اس طرح بن کہ اپنا نہ رہے اور میں نے تیرے ظہور سے پہلے تیری رعایت کی اور اب بھی رعایت میں ہوں **خطاب ۳** اے بندے میں ایجاد و تصویر میں یکتا ہوں میں حکم و تدبیر میں یگانہ ہوں تو خلق و تصویر میں میرا شریک نہ ہوا سو میرے حکم و تدبیر میں بھی شریک مت ہو میں اپنے ملک کا مدبر ہوں اور میرا کوئی پشتیبان نہیں میں اپنے حکم میں اکیلا ہوں کسی وزیر کا محتاج نہیں **خطاب ۴** اے بندے جو شخص ایجاد سے پہلے تیری تدبیر میں ہو اس سے مراد میں نزاع مت کر اور جسنے خوبی و شفقت کا تجھ کو خوگر کر رکھا ہو اُس کا مقابلہ عناد سے مت کر **خطاب ۵** اے بندے میں نے تجھ کو اپنی خوبی شفقت کا خوگر کیا ہے تو بھی میرے آگے تدبیر کو ترک کر دے **خطاب ۶** اے بندے کیا تجربے کے بعد شک ہے اور بیان کے بعد حیرت ہے اور ظہور ہدایت کے بعد گمراہی ہے کیا یہ اعتقاد بھی تجھ کو میرے حوالے نہیں کرتا کہ میرے سوا

عہ مجھکو حقیقت ... قال العارف الرومی رح

خطابات حق بزبان حقیقت بعبد درباب رزق

... ملفوظ شریف

کوئی مدبر نہیں کیا میری خیر سابق بھی تجھ کو میرے ساتھ منازعت کرنے سے برکنار نہیں کرتی۔ خطاب ۷ اے بندے میری کائنات کیساتھ اپنی نسبت کر کے دیکھ معلوم ہوگا کہ تو مخلوق فانی کے روبرو بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور خالق جو فانی نہیں اسکے ساتھ کیا نسبت سمجھتا ہے اور تو میری انتظام سلطنت کو تسلیم کرچکا ہے اور تو بھی میری سلطنت میں داخل ہے سو میری ربوبیت میں نزاعت کر اور میرے آگے اپنی تدبیر چلا کر میری الوہیت سے مخالفت مت کر خطاب ۸ کیا تجھ کو یہ بات کافی نہیں کہ میں تجھ کو کافی ہوں کیا تجھ کو مجھ پر اس سے بھی اطمینان نہیں ہوتا کہ میرے سابق احسان تیری ساتھ کتنے ہو چکے ہیں خطاب ۹ میں نے تجھ کو تیرا محتاج کب بنایا ہے کہ اب تو اپنے حوالے کر دیا جاویگا اور میں نے اپنے ملک کی کوئی چیز کسی غیر کے کب سپرد کی ہے جس کو تیرے سپرد کر دونگا خطاب ۱۰ اے بندے میں نے تجھ کو اپنے وجود کا مظہر بھی نہ بنایا تھا اس وقت اپنے کرم کو تیرے ساتھ مہیا کیا تھا اور میں ہر شے میں اپنی قدرت سے ظاہر ہوں تجھ کو میرا انکار کرنا کیسے ممکن ہے خطاب ۱۱ اے بندے میں جس کا مدبر بنا اور اس کو کب ٹوٹا ہوا اور جس کا میں حامی ہوا وہ کب بے ساتھی رہا خطاب ۱۲ اے بندے تو قسمت کی جستجو چھوڑ کر میری خدمت میں لگا رہ اور ربوبیت پر بدگمانی سے باز آ کر میرے ساتھ نیک گمان رکھ خطاب ۱۳ اے بندے یہ سزاوار نہیں کہ محسن پر بدگمانی کیجاوے یا قدرت والے سے منازعت کیجاوے یا غلبہ والے سے مخالفت کیجاوے یا حکمت والے کے حکم پر اعتراض کیا جاوے یا لطف کرنیوالے کے سامنے غم پالا جاوے خطاب ۱۴ اے بندے وہ شخص مراد کو پہنچا جو میرے سامنے اپنے ارادے سے علیحدہ ہوا اور آسانی کی راہ بتلا یا گیا جس نے مجھ پر حوالہ کیا اور اس کو خزانہ غنا مل گیا جو سچے طور سے میری طرف حاجت لایا اور میری حمایت کا مستحق ہو گیا جس نے میرے ساتھ جنبش کی جب کبھی جنبش کی اور بڑی مضبوط رسی پکڑی جس نے میری رسی پکڑی ہے میں نے بذات خود قسم کھائی کہ اہل تدبیر کو یہ بتلا دونگا کہ ہمیشہ مکدر رہیں اور جو بنائیں اس کو گرا دوں جو باندھیں اس کو کھولدوں اور ان کو ان ہی کے حوالہ اور سپرد کر دوں ان کو راحتِ رضا اور نعمتِ تفویض نصیب نہ ہو سو اگر ان کو میری طرف کی سمجھ ہوتی تو میری تدبیر جو ان کیلئے ہے اس پر قناعت کر کے اپنے لئے تدبیر نہ کرتے اور میں جو ان کی نگہداشت کرتا ہوں اس کو کافی سمجھکر اپنے لئے نگہداشت نہ کرتے اس وقت میں انکو رضا کی راہ چلاتا اور اہل ہدایت کا رستہ بتلاتا اور روشن طریق میں ان کو دوڑاتا اور اپنی عنایت کو تمام خوف کی چیزوں سے ان کیلئے سپر و نگہبان بنا دیتا اور تمام امید کی چیزیں حاصل کر دیتا اور یہ مجھ کو آسان ہے خطاب ۱۵ اے بندے ہم تجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ ہمکو چاہ اور ہمارے آگے اور کسی چیز کا ارادہ مت کر اور ہم تیرے لئے یہ بات تجویز کرتے

ہیں کہ ہمکو اختیار کر اور ہمارے آگے اور کسی کو اختیار مت کر اور ہم تیرے لئے یہ بات پسند کرتے ہیں کہ ہم کو پسند کر اور ہم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تو غیروں کو پسند کرے خطاب ۱۶ اے بندے اگر میں تجھکو جتا دوں سو اس وجہ سے کہ اپنا فضل تجھ پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں اور اگر تجھ کو ہرا دوں تو اس وجہ سے کہ اپنی فضل میں تیرے پاس اپنے اسرار لطف بھیجنا چاہتا ہوں خطاب ۱۷ اے بندے جو کچھ میں نے اپنی نعمت تیرے اندر ظاہر فرمائی اس کا یہ بدلہ مت کر کہ مجھ سے منازعت کرنے لگے اور میں نے تجھ پر عقل دیکر احسان کیا جس سے تجھ کو اوروں سے ممتاز کیا اس کا عوض یہ مت کر کہ مجھ سے مخالفت کرے خطاب ۱۸ اے بندے جیسا زمین و آسمان میں میری تدبیر کرنا اور حکم و قضا میں یکتا ہونا تو نے تسلیم کر لیا ہے اسی طرح اپنا میرے ملک میں ہونا بھی تسلیم کرلے کیونکہ تو میرے ملک میں ہے اور میرے سامنے تدبیر مت کر کیونکہ تو میری ساتھ معیت رکھتا ہے اور مجھ کو کارساز سمجھ اور میری کفیل ہونے پر وثوق کر تجھکو عطائے کثیر اور فخر کبیر دونگا خطاب ۱۹ اے بندے میں ازل میں حکم کر چکا ہوں کہ میرے بندے کے دل میں نور تسلیم اور ظلمت منازعت جمع نہ ہونگے جب ایک ہوگا دوسرا نہ ہوگا اب اپنے لئے جو چاہے پسند کرلے کمبختی مارے ہم نے تو تیرا امر تیرا اس سے بڑا بنایا ہے کہ تو اپنے ذاتی کام میں لگے سو اپنی قدر مت گھٹائے وہ شخص جسکو ہم نے بلند قدر کیا اور میرے غیر پر حوالہ کرکے ذلیل مت ہوئے وہ شخص جس کو ہم نے معزز کیا کمبختی مارے تو ہمارے نزدیک اس سے بلند قدر ہے کہ غیروں کے ساتھ مشغول ہو میں نے تجھ کو اپنی ہی درگاہ کیلئے پیدا کیا اور اسی کی طرف بلایا اور اپنے جذبات عنایت سے تجھ کو کھینچا اگر اپنے نفس کیساتھ مشغول ہوگا تجھ کو محجوب کردونگا اور اگر اس کی خواہش کا اتباع کیا تجھ کو نکالدونگا اور اگر نفس سے جدا ہوا تجھ کو مقرب بنالونگا اور اگر ماسوا سے اعراض کرکے مجھ سے محبت کی تجھکو قبول کرونگا خطاب ۲۰ اے بندے اگر تو کفایت اور ہدایت چاہے تو کیا یہ امر کافی و ہادی نہیں ہے کہ میں وہ ہوں کہ میں نے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا اور رزق دیا پھر عطا دی ہے پھر احکام میں منازعت کرنی اور میرے افعال میں معارضہ کرنے سے کیا یہ امر مانع نہیں ہو سکتا خطاب ۲۱ مجھ پر ایمان نہیں رکھتا جو مجھ سے منازعت کرتا ہے مجھ کو واحد نہیں سمجھتا جو میرے آگے تدبیر کرتا ہے وہ مجھ سے خوش نہیں جو میری نازل کی ہوئی بلا پر اور اس نے شکایت کرتا ہے اور اس شخص نے مجھ کو اختیار نہیں کیا جس نے میرے سامنے اختیار رکھا اور میرا حکم بجا نہیں لایا جس شخص نے میرے قہر کے آگے گردن نہ جھکائی اور مجھ کو نہیں پہچانا جس نے اپنا کام میرے سپرد نہیں کردیا اور مجھ سے ناواقف رہا جس نے مجھ پر توکل نہیں کیا خطاب ۲۲ اے بندے تیری یہی جہالت بہت ہے کہ اپنے قبضے کی چیز پر تو دل کو قرار ہو اور میرے قبضے کی چیز پر قرار نہ ہو اور میں تو تیرے لئے یہ بات پسند کروں کہ تو مجھکو اختیار

کرے اور تو میرے مقابلے میں اوروں کو اختیار کرتا پھرے کمبختی مارے عبودیت اور اختیار جمع نہیں
ہوتے نہ تاریکی اور انوار۔ نہ یہ بات کہ میری طرف بھی متوجہ ہو اور مخلوق کی طرف بھی سو یا تو میں تیرا
رہونگا یا تو اپنا رہیگا سو خوب سوچ سمجھ کر ایک بات اختیار کر لے اور ہدایت کی عوض زیان مت لے
خطاب ۲۳ اے بندے خود اگر مجھ سے اپنے لئے تدبیر کو طلب کرے تو تیرا جہل ہے اور تو اپنی تدبیر کو جو اس کا
تو کیا ذکر اور اگر میرے آگے کسی چیز کو اختیار کرے تو تیری بے انصافی ہے چہ جائیکہ مجھ کو چھوڑ کر کسی کو اختیار
کرے خطاب ۲۴ اے بندے اگر میں تدبیر کی اجازت بھی دیدیتا تب بھی تجھ کو لازم تھا کہ تدبیر کرتا ہوا
شرماتا چہ جائیکہ تجھ کو یہ حکم کر چکا ہوں کہ تدبیر مت کر اے وہ شخص جو اپنے نفس کی فکر میں لگا ہے اگر تو
اسکو ہمارے حوالے کر دیتا تو آرام پاتا کمبختی کو مارے تدبیر کے بوجھ بجز ربوبیت کے کوئی برداشت نہیں
کر سکتا بشریت کو اسکی قوت نہیں۔ کمبختی مارے تجھ کو تو اور کوئی اٹھا رہا ہے تو کیوں بوجھ اٹھاتا ہے
ہم کو تیری راحت منظور ہے تو اپنی جان کو مشقت میں مت ڈال پیٹ کے اندھیرے میں تیری کس نے
تدبیر کی تھی بعد موجود ہونیکے جو تو نے چاہا تجھ کو دیدیا تجھکو زیبا نہیں کہ اب وہ جو چاہتا اس میں منازعت
کرے خطاب ۲۵ اے بندے تجھ کو میں نے اپنی خدمت کا حکم دیا اور اپنے رزق کا تیرے لئے ذمہ دار ہوا
تو نے میرا حکم مہمل چھوڑا اور جس چیز کی ذمہ داری کی تھی اس میں شک کیا اور میں نے صرف ذمہ داری
پر اکتفا کیا نہیں کیا اس پر قسم بھی کھائی پھر قسم پر بھی اکتفا نہیں کیا اس کی مثال بھی بیان کی اور سمجھدار
بندوں کو خطاب کیا پس کہا میں نے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ
لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ۝ ف اس آیت میں ہی ذمہ داری اور قسم اور مثال جیسا اوپر گذر چکا ہے اور
عارفین نے میرے اوصاف پر اکتفا کیا اور اہل یقین نے میرے کرم پر حوالہ کیا سو اگر میرا وعدہ بھی نہ ہوتا تب
بھی وہ یقین کرتے کہ میں نے اپنی واردات عطا کو بند نہ کرونگا اور اگر میری ضمانت بھی نہ ہوتی تو
میری صفت احسان پر وہ لوگ وثوق کر لیتے اور میں ان لوگوں کو رزق دیتا ہوں جو غفلت و معصیت
میں مبتلا ہیں تو ان کو کیسے رزق نہ دونگا جو میری اطاعت اور رعایت کرتے ہیں اے کمبختی مارے
جو درخت کو بوتا ہے وہی سینچتا بھی ہے اور خلقت کا مدد کرنیوالا وہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور مخلوق
کیلئے یہی بات بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہے اور یاد اشت دینے والا ہے مجھ سے ایجاد ہوا
میرے ہی ذمے دوام امداد بھی ہے مجھ سے تخلیق ہوئی میرے ہی ذمے ہمیشہ رزق دینا بھی ہوا اے
کمبختی مارے تو اپنے گھر میں کسی کی بھی دعوت کرتا ہے سوائے اسکے جسکو کھلانا منظور ہو اور کسی کو
اپنی طرف منسوب کرتا ہے سوائے اس کے جس کی خاطر منظور ہو خطاب ۲۶ اے بندے تو بجائے فکر رزق

کے ہماری فکر رکھ کیونکہ جو چیز میں اپنے ذمے لے چکا ہوں تو اُس میں کیوں تعب اٹھاتا ہے اور جب چیز کو تو اپنے ذمے لے چکا ہے یعنی عبادت تو اُسکا ہو رہ گیا یہ ممکن ہے کہ ہم تجھ کو اپنے گھر میں لاویں اور اپنے احسانوں سے محروم رکھیں تجھ کو وجود میں ظاہر کریں اور تیری مدد نہ کریں تجھ کو ہستی کی طرف لاویں اور اپنا کرم نہ کریں کیا اپنا حق تو تجھ سے طلب کرونگا اور اپنا رزق تجھ کو نہ دونگا کیا تجھ سے خدمت چاہونگا اور حصہ نہ دونگا اے کمبختی مارے میرے پاس تیرے لئے طرح طرح کی بخششیں ہیں اور تجھ کو اپنا مظہر رحمت بنایا اور میں نے تیرے لئے صرف دنیا پر بس نہیں کیا یہاں تک کہ جنت کو ذخیرہ کرکے رکھا اور اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ اپنے دیدار سے تحفہ دیا پس ہرگاہ میرے یہ افعال ہیں پھر میرے افضال میں کیسے شک کرتا ہے خطاب ۲۷ اے بندے میری نعمت کا کوئی لینے والا اور میرے فضل کا کوئی قابل ضرور چاہئے اور میں اس سے غنی ہوں کہ منافع سے نفع حاصل کروں اس پر دلیل قطعی قائم ہے سو اگر تو مجھ سے یہ بھی درخواست کرے کہ تجھ کو اپنا رزق نہ دوں تب بھی تیری بات نہ مانوں اگر تو مجھ سے یہ دعا کرے کہ تجھ اپنے فضل سے محروم کروں تب بھی محروم نہ کروں اور اس وقت تو کیوں کر محروم کرونگا کہ ہمیشہ تو مانگا کرتا ہے اور اکثر اوقات طلب کیا کرتا ہے سو مجھ سے اب حیا کر اگر ابھی تک حیا نہ کرتا تھا اور میری طرف کی بات سمجھ اس کو سب کچھ ملا جو میری طرف کی بات سمجھا خطاب ۲۸ اے بندے مجھ کو اختیار کر اور مجھکو چھوڑ کر اور کسی کو مت اختیار کر اور اپنے دل کو صدق سے میری طرف متوجہ کر اگر تو ایسا کریگا تو تجھ کو غرائب لطف اور عجائب کرم دکھلاؤنگا اور تیرے باطن کو اپنے مشاہدہ سے متمتع کرونگا میں نے اہل تحقیق کیلئے رستہ ظاہر کردیا ہے اور صاحبان توفیق کیلئے نشان ہدایت کو واضح کردیئے ہیں سو اہل یقین نے تحقیق کیساتھ میری طرف تسلیم کیا ہے اور اہل ایمان نے دلیل کیساتھ مجھ پر توکل کیا ہے انھوں نے یقین کرلیا ہے کہ میں اُن کیلئے اس سے بہتر ہوں کہ وہ اپنے لئے ہوں اور میری تدبیر اُن کیلئے زیادہ کارآمد ہوگی بہ نسبت اسکے کہ وہ اپنے لئے تدبیر کریں پس انھوں نے گردن جھکا کر میری ربوبیت کو مان لیا اور اپنے کو میرے سامنے تفویض کرکے ڈالدیا میں نے اس کی عوض اُن کی جانوں میں راحت دی اور عقلوں میں نور اور قلوب میں معرفت اور باطن میں یقین قرب یہ تو اس دنیا میں ہے اور جب میرے پاس آوینگے اس وقت اُن کے منصب کو بڑا کرونگا ان کا مرتبہ بلند کرونگا اور بزرگی کے جھنڈے اُن پر کھولونگا اور جب ان کو اپنے گھر میں داخل کرونگا تو اُن کیلئے ایسی چیزیں ہیں جو نہ آنکھ نے دیکھی نہ کان نے سُنی نہ کسی بشر کے قلب پر گذری خطاب ۲۹ اے بندے جو وقت آگے آتا ہے میں نے اسمیں تجھ سے خدمت طلب نہیں کی تو مجھ سے اس وقت کی روزی کیسے مانگتا ہے جب میں تجھ کو عبادت

کی تکلیف دونگا تو رزق کا بوجھ خود اٹھاؤں گا اور جب تجھ سے خدمت طلب کرونگا تو کھانا بھی کھلاؤنگا اور یقین کر کہ میں تجھ کو نہ بھولونگا اگرچہ تو مجھکو بھلادے اور میں تجھ کو یاد کرتا ہوں قبل اسکے کہ تو مجھ کو یاد کرے اور میرا رزق تجھ پر جاری رہیگا اگرچہ تو میری نافرمانی کرے میں حالت اعراض میں جب تجھ سے ایسا ہوں سو اگر میری طرف تو متوجہ ہو اس وقت مجھ کو اپنے ساتھ کسطرح سمجھتا ہے تو نے میری قدر کما حقہ نہیں پہچانی اگر میرے قہر کے آگے گردن نہ جھکاوے اور میرے احسان کی تو نے رعایت نہیں کی اگر میرا حکم نہ بجالایا سو مجھ سے اعراض مت کر تجھے ایسا کوئی نہ ملیگا جو میرا بدل ہوسکے کسی سے ملکر مجھ سے بے پروائی مت کر کوئی مجھ سے تجھکو بے نیاز نہیں کرسکتا ہیں اپنی قدرت سے تیرا پیدا کرنیوالا ہوں میں اپنی نعمت تجھ پر فراخ کرنیوالا ہوں سو جیسا کوئی میرے سوا خالق نہیں ایسا ہی میرے سوا کوئی رازق نہیں کیا پیدا خود کرونگا اور غیر و نپر ٹالدونگا اور میں بڑے فضل والا ہوں اور بندونکو غیروں سے روکتا ہوں سولے بندے مجھ پر وثوق کر میں رب العالمین ہوں اور میرے آگے اپنی مراد سے علیحدہ ہوجا میں تجھکو عین مراد کو پہنچادونگا اور میرے الطاف سابقہ یاد کر اور حق محبت مت بھلا۔ **ف** اسکے بعد مصنف کہتے ہیں **ت** ہمکو منظور ہوا کہ اس کتاب کو ایسی دعا پر ختم کریں جو اس مضمون کے مناسب ہو جسکے لئے یہ کتاب بنائی گئی ہے اور وہ دعا یہ ہے یا الٰہی ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ محمدؐ اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر اہل عالم میں رحمت بھیجی بیشک تو محمود ہے بزرگ ہے یا الٰہی ہم کو ان لوگوں سے کردے جو تیری اطاعت کرنیوالے ہیں تیرے آگے خدمت میں کھڑے ہونیوالے ہیں اور ہمکو اس سے علیحدہ کر کہ تیرے آگے یا تیرے مقابلے میں تدبیر کریں اور ہمکو اہل تفویض سے کردے یا الٰہی تو ہمارا اس وقت تھا کہ ہم بھی اپنے نہ تھے پس ہمارے ہونیکے بعد بھی ہمارا اسی طرح بنا رہ جیسا ہمارے ہونیسے پہلے تھا اور ہم کو اپنے لطف کی خلعت پہنا اور اپنی عنایت و مہربانی سے ہمپر متوجہ ہو اور تدبیر کے اندھیرے ہمارے دلوں سے نکال اور ہمارے باطن میں نور تفویض کو روشن کر اور اپنا حسن اختیار ہمکو مشاہدہ کرادے یہانتک کہ جس چیز کا تو ہمارے لئے حکم فرماوے اور پسند کرے وہ ہم کو اس سے زیادہ پیاری ہوجاوے جس کو ہم اپنے لئے پسند کریں یا الٰہی جس چیز کی تو نے ہمارے لئے ذمہ داری کی ہے اس میں ہمکو مت لگا کہ تیرے حکم سے غافل ہوجاویں یا الٰہی تو نے ہمکو اپنی اطاعت اور دوام خدمت کیلئے بلایا اور ہمکو یہ طاقت نہیں مگر ہاں اگر تو قدرت دیدے اور ہماری یہ ہمت نہیں مگر ہاں اگر تو قوت دیدے اور جب تک کہ تو ہمکو کسی حالت میں نہ کردے ہم اس حالتمیں کہاں ہوسکتے ہیں اور جبتک کہ تو نہ پہنچاوے ہم کسی مطلب کو کہاں پہنچ سکتے ہیں اور جبتک کہ تو ہماری اعانت نہ کرے ہمکو

کسی شے کی قدرت کہاں ہے سو ہمکو اپنے حکم بجالانیکی توفیق دے اور منہیات سے بچنے پر مدد فرمانا یا الٰہی ہم کو
روضۂ تفویض اور جنت تسلیم میں داخل فرما اور ہم کو اس جنت میں چین سے رکھ اور ہمارے باطن اپنی
ساتھ مشغول رکھ کہ اس کی نعمت و لذت کیساتھ اور ہم کو اپنی لذت دے نہ اس کی زینت و رونق
کی یا الٰہی ہم پر اپنی فرماں برداری اور توجہ کے ایسے انوار روشن فرما جس سے ہمارے باطن پر رونق
اور ہمارے انوار کامل ہو جاویں یا الٰہی تو نے سب چیزوں کے ہونیسے پہلے ان کی تدبیر فرمائی اور ہم یقین
رکھتے ہیں کہ وہی ہوگا جو تو چاہے گا اور اس یقین سے ہم کو جب ہی فائدہ ہوگا کہ تو چاہے گا سو ہم کو اپنی
خیر دے کر خصمت کر اور اپنے فضل سے ہماری شان بلند کر اور اپنی عنایت سے ہماری طرف قصد فرما اور
اپنی رعایت سے ہمکو گھیرے اور اپنے اہل ولایت کے خلعت ہمکو پہنا اور اپنی حمایت میں ہم کو داخل فرما بیشک
تجھ کو ہر شے پر قدرت ہے یا الٰہی ہم جانتے ہیں کہ تیرے حکم کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور تیری قضا کی کوئی
مخالفت نہیں کرسکتا اور ہم تیری قضا کے ہٹا دینے سے اور تیرے حکم کے ٹال دینے سے عاجز ہیں سو ہم تجھ سے
درخواست کرتے ہیں کہ اپنی قضا میں لطف فرما اور حکم میں تائید فرما اور ہم کو اس باب میں ان لوگوں میں
سے کردے جن کی تو رعایت فرماتا ہے اے رب العالمین یا الٰہی تو ہمارا حصہ لگا چکا ہے جسکو ہمارے پاس
پہنچاوے گا سو اسکو ہمارے پاس خوشگواری اور بے مشقتی کیساتھ پہنچانے گا کہ حجاب سے محفوظ رہیں انوار
وصل ہم کو گھیرے ہوں اس کو تیری جانب سے دیکھیں تاکہ شکر کریں اور اس کو تیری طرف منسوب کریں اور
عالم میں سے کسی کی طرف نسبت نہ کریں یا الٰہی تمام رزق تیرے ہاتھ ہے دنیا کا بھی اور آخرت کا
بھی سو ہم کو دونوں میں سے اسقدر عنایت فرما جس میں تو ہماری مصلحت و منفعت جانے اور یا الٰہی ہم کو ان
لوگوں میں سے کر کہ جنھوں نے تجھ کو اختیار کرلیا ہے اور ان لوگوں میں سے مت کر جو تجھکو چھوڑ کر اور کسی چیز کو اختیار
کرتے ہیں اور ہمکو ان لوگوں میں سے کر جو تیری طرف تفویض کرنیوالے ہیں اُن لوگوں میں سے مت کر جو
تجھ پر اعتراض کرتے ہیں یا الٰہی ہم تیرے محتاج ہیں تو ہم کو عطا فرما اور ہم طاعت سے عاجز ہیں ہمکو قدرت
دے اور ہمکو اپنی طاعت کی ہمت دے اور اپنی نافرمانی سے عاجز کردے اور اپنی ربوبیت کے آگے گردن
جھکانا نصیب کر اور اپنے احکام الوہیت پر پابندی عنایت فرما اور اپنی طرف نسبت کئے جانیکی عزت
بخش اور توکل کی راحت روزی کر اور ہمکو ان لوگوں میں سے کردے جو رضا کے میدان میں جاتے ہیں اور تسنیم
تسلیم سے منہ لگا کر پیتے ہیں اور معارف کے پھل چنتے ہیں اور خلعت خصوصیت پہنائے گئے ہیں اور قرب کے
تحفے اور دربار عشق کی عطیات دیئے گئے ہیں جو ہمیشہ تیری خدمت میں رہتے ہیں تیری معرفت کا یقین
رکھتے ہیں تیرے رسول کے تبع ان کے وارث ہیں اُن سے فیض لیتے ہیں اُن ہی کے ہو رہے ان کی نیابت

کو بجالاتے ہیں اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمایا رب العالمین۔ ختم ہوئی دعا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً ط فقط۔

خاتمہ ترجمہ مع قطعتین تاریخ مترجم

الحمدللہ کہ آج بتاریخ ۲۱۔ محرم الحرام روز سہ شنبہ وقت ظہر ۱۳۱۲ہجریہ بمقام مکہ معظمہ رسالہ اکسیر ترجمہ تنویر اتمام کو پہنچا دو قطعہ تاریخ ایک فارسی دوسرا اردو نذر ناظرین با تمکین ہے۔

بالفارسیہ

چوں بامدادِ آں و فیض او	ختم شد ایں نسخہ بر طرز نکو
گفت دل چوں جستم از وے سال ختم	مبحث تقدیر ازلی خوش بگو ۱۳۱۲

بالھندیہ

جب بامدادِ فضل رب قدیر	ہوا تیار نسخہ اکسیر
سر بتدین اڑا کے ہاتف نے	لکھی تاریخ ترجمہ تنویر ۱۳۱۲ھ

تمام شد

نظم مناجات خاتمہ کتاب۔ از مولانا سید حمزہ صاحب دہلوی حسب ارشاد حضرت قبلہ وکعبہ پیر ومرشد مولانا الحافظ الحاج الشیخ الشاہ محمد امداد اللہ صاحب صوعفت بر کاتہم برائے سہولت حفظ اہل ذوق وشوق کہ بوقت مناجات آنرا تکرار کنند وحفظ گیرند۔

اے خدائے قابلِ حمد وسپاس	تجھ سے اب یہ ہے ہماری التماس
بھیج تو رحمت شہِ لولاک پر	بعد اُن کے اُن کی آلِ پاک پر
جس طرح بھیجی ہے ابراہیم پر	اور اُن کی آلِ باتکریم پر
شک نہیں اس میں کہ تو محمود ہے	سب سے اعلیٰ یعنی تو معبود ہے
یا الٰہی ہم کو اُن لوگوں میں کر	جو اطاعت سے تری ہیں بہرہ ور
تیری خدمت کیلئے استادہ ہیں	تیری طاعت کے لئے آمادہ ہیں
دے ہمیں تفویض کا اعلیٰ مقام	تاکہ ہم تدبیر سے رکھیں نہ کام
یا الٰہی جب کہ ہم معدوم تھے	تیرے افضال وکرم قیوم سے
اب جو ہم موجود دنیا میں ہوئے	اب بھی وہ ہی فضل کا سایہ رہے

اے خدا پہنائے خلعت لطف کا
ظلمت تدبیر قلبوں سے نکال
اے خدا اے حاکم حکمت شعار
تاکہ ہو تیرے پسندیدہ سے کار
تو نے ہے جس چیز کا ٹھیکہ لیا
جو ترے احکام میں غفلت کریں
یا الٰہی حکم ہے تیرا ہمیں
لیک ہمکو اس قدر طاعت نہیں
پر سہارا دے تری توفیق گر
جب تلک تو دے نہ ہم کو کوئی حال
تو نہ جب تک ہمکو پہنچاوے بھلا
تو ہماری جب اعانت میں نہ ہو
پس الٰہی ہم کو یہ توفیق دے
اور منہیات سے یارب بچا
اور اس جنت میں رکھ راحت کیساتھ
نے تعلق ہم کو ہو لذت کے ساتھ
اپنی لذت ہم کو یارب تو چکھا
نور طاعت اور طاعت کا دکھا
تاکہ ہو انوار کو اپنے کمال
جب کہ تھی ہر چیز بے نام و نمود
تو نے کی تدبیر اُس کے واسطے
ہے یقیں ہم کو جو مرضی ہے تری
اس یقیں کا فائدہ بھی جب ملے
ہم کو اپنی خیر پر فائز بنا
کر عنایت اپنی تو ہم پر بسیط

کر عنایت کی نظر ہم پر ذرا
نور بھر تفویض کا اے ذوالجلال
ہم کو دکھلا اپنا حُسنِ اختیار
ہو پسند اپنی نظر میں اپنی خوار
اس میں یارب ہمکو ایسا مت لگا
تیرے ذمے کی نہ کچھ وقعت کریں
دائما تیری اطاعت میں رہیں
بازوئے ہمت میں کچھ ہمت نہیں
قوت و ہمت ہو میری پیشتر
ہم کو ہو اس خال کی کیسے مجال
ہم درِ مقصود تک پہنچیں گے کیا
کوئی بھی شے اپنی قدرت میں نہ ہو
ہو تعلق حکم کی تعمیل سے
روضۂ فردوس کی سیریں دکھا
اور دل مشغول رکھ طاعت کیساتھ
نے علاقہ کچھ رہے نعمت کیساتھ
دے نہ اس کی زینت و رونق مزا
اور دلوں کو اس سے پُر رونق بنا
یعنی حاصل ہو ہمیں قرب و وصال
نام کو بھی وہ نہ رکھتی تھی وجود
فائدے اُن کے مہیا کر دیے
پیش سب کو آنے والا ہے وہی
جب نظر اُس پر تری خواہش کرے
اور اپنے فضل سے رتبہ بڑھا
کر عنایت اپنی تو ہم پر محیط

ہم کو پہنا خلعتِ اہلِ ولا — اور دے اپنی حمایت میں بھی جا
تجھ کو ہے ہر شے پہ قدرت بیگماں — تجھکو ہے ہر شے پہ قوت بیگماں
ہو مقابل کون تیرے حکم کا — بالیقیں ممکن نہیں ضدِ قضا
ہم سے ہو سکتی نہیں ردِ قضا — ہم سے ٹل سکتا نہیں جو ہو چکا
التجا ہے اس لئے اے ذو المنن — لطف کر اپنی قضا میں بے محن
ق
حکم میں اپنی مدد کر کردگار — اپنے اُن لوگوں میں کر پروردگار
جن کی کرنی ہے رعایت ہی تجھے — یعنی کرنی ہے عنایت ہی تجھے
تو نے قسمت میں لکھا ہے جو آکہ — وہ ہمیں پہنچائے گا بے اشتباہ
اس کو اچھی طرح پہنچا اے خدا — ہو مشقت کا نہ ہم کو سامنا
تا حفاظت ہم کو دوری سے رہے — روشنی نورِ حضوری سے رہے
اس کو تیری طرف سے جانیں مگر — شاکروں میں تا کہ ہو اپنا مقر
اس کی نسبت تیری ہی جانب کریں — دوسرے کو اُس سے نسبت ہی نہیں
یا الٰہی روزیِ دنیا و دیں — ہے تمامی پاس تیرے بالیقیں
بس ہمیں تو اس قدر دے مائدہ — جس قدر سمجھے ہمارا فائدہ
ہم کو اُن لوگوں میں کر اے کردگار — کر لیا تجھ کو جنھوں نے اختیار
ہم کو اُن لوگوں میں مت کر اے خدا — دوسرے کے ہو گئے جو بے وفا
اُن میں جو تفویض کے ہیں معترض — کر نہ ان میں جو ہیں تجھ پر معترض
ہیں ترے محتاج وے حاجت ہمیں — عاجزِ طاعت ہیں وے قدرت ہمیں
ہمتِ طاعت ہمیں دے اے کریم — معصیت میں عاجزی دے مستدیم
وہ ہمیں توفیق دے بارِ خدا — دیں ربوبیت کے آگے سر جھکا
پھر الوہیت کے سب احکام پر — استقامت سے رہیں البتہ مگر
ذات والا سے ہمیں دے انتساب — تا کہ عزت سے بنیں ہم بہرہ یاب
دے توکل سے ہمارے دل کو چین — اور کر اُس میں خدائے مشرقین
جن کو تسلیم و رضا دونوں مقام — ہو گئے حاصل علیٰ وجہ التمام
اور عرفان میں ترے کامل ہوئے — خاص لوگوں میں ترے داخل ہوئے

قرب سے تیرے ہوئے جو بہرہ ور / چکھ چکے جو عشق کا اپنے ثمر
جو ہمیشہ تیرے ہیں خدمت گذار / ہیں یقینِ معرفت سے کامگار
جو کہ پیرو ہیں رسولؐ پاک کے / اور وارث ہیں شہ لولاک کے
فیض سے اُنکے سدا ہیں بہرہ یاب / صرف اُنسے رکھتے ہیں وہ انتساب
حق نیابت کا ادا کرتے ہیں وہ / حق وراثت کا ادا کرتے ہیں وہ
کر میسر ہمکو حسنِ خاتمہ / ہے دعا کا بھی یہ حسنِ انتہا
بھیج آقا پر ہمارے تو مدام / کاملہ رحمت خدایا اور سلام
ہے محمدؐ جن کا نامِ مفتخر / اور اُن کی آلؑ اور اصحابؓ پر
ناظم و قاری کے حق میں اے خدا / کیجیو مقبول یہ ساری دُعا

قطعہ تاریخ - از مولانا حمزہ حفظہ اللہ من شر کل ہمزۃ لمزۃ متخلص بہ شیدا دہلوی سلمہ اللہ تعالیٰ

مخلوق ہے تدبیر کی ظلمت میں مقید / تقدیر پہ ایمان اگر ہے تو بہ تقدیر
منظور ہوا اس سئے آقا کو ہمارے / ویران جو دل ہیں انھیں اب کیجئے تعمیر
اس نورِ مجسم کو ہوا غیب سے روشن / کیا خوب ہو اُردو میں جو ہو جائے یہ تنویر
یہ کام ملا مولوی صاحب کو ہمارے / وہ مولوی صاحب کہ جو ہیں علم کی تفسیر
وہ حضرتِ اشرف کہ شرف جن سے ہے بیاں کو / تقریر کی آنکھوں میں وہ ہیں سُرمہ کی تحریر
پس حکم سے مرشد کے لکھا چند دنوں میں / اُس نسخۂ اکسیر نے یہ نسخۂ اکسیر
تدبیر نے ادبار جو دیکھا تو حسد سے / تقدیر سے بولی تری اللہ ری تقدیر
پھر فیض نے مرشد کے مرے ہاتھ سے شیدا / بے ساختہ بے فکر کیا سال یہ تسطیر
ظلمت سے نکلنے کی جو تدبیر ہے اس میں / تاریخ ہے اس واسطے تنویر کی تدبیر

تقریظ رسالۂ اکسیر ترجمۂ تنویر - از افضل الادبا ر اکمل البلغاء ذی الفضل الجلی و الکمال الجلی مولانا محمد ذو الفقار علی من رؤساء الدیوبند دامت برکاتہم

بندہ نے بتعمیل ایمائے جناب مولانا اشرف الفضلاء المحققین امجد العلماء العاملین صاحب الشریعت والطریقت الکامل الالمعی المولوی اشرف علی بارک اللہ فی علمہ و فضلہ اکسیر ترجمۂ تنویر کو مقامات مختلفہ و مواضع متعددہ سے دیکھا واقعی بہت عمدہ ترجمہ ہے گویا اصل کتاب اردو ہی میں لکھی گئی ہے حق یہ ہے کہ اس خوبی سے انجام کام مولانا ہی کا حصہ ہے ورنہ اس وادی لق ودق کو طے کرنا ہر سالک سے نہیں ہو سکتا ؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند + فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء علی اشاعۃ علوم العلماء و اذاعۃ سر الاولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم آمین بحق الامین ++

تمام شد

آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام

اور

تاریخی تحقیقہ۔ مضامین علمیہ

یعنی رسالہ

البلاغ المعین فی الصنائع الجدیدہ

مصنفہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند جس میں مستقل بارہ رسائل کا مجموعہ اور بہت سے مسائل متفرقہ نہایت تحقیق کیساتھ درج ہیں اس میں آلہ مکبر الصوت کے نماز یا خطبہ یا وعظ تقریر میں استعمال کے احکام پر طویل بحث۔ ریڈیو پر تلاوت قرآن ریڈیو، تار، ٹیلیفون، اور ٹیلیگرام کی خبر پر رویت ہلال، سینما اور اس کی تعلیم۔ فوٹوگراف، روزہ میں انجکشن، فوٹوگرافی، تصاویر کی جنتری، کنوئیں کے نل، ہوائی جہاز میں نماز، ذبیحہ کے جدید طریقے، ورزش کے نئے کھیل وغیرہ کے احکام پر مکمل بحث و تحقیق ہے۔ صفحات ۱۰۴۔ قیمت چودہ آنہ (۱۴؍)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند کی خدمات و شہرت اور اس کے فتاویٰ پر تمام ممالکِ اسلامیہ اور مسلمانوں کی پنچایتوں اور عدالتوں کا اعتماد محتاجِ بیان نہیں۔ اس فتاویٰ کی خصوصیات یہ ہیں کہ ہر جلد کے دو حصے ہیں ایک عزیز الفتاویٰ جو مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمودہ فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ دوسرا امداد المفتین جو مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ یہ دونوں سلسلے علیحدہ علیحدہ ہیں تاکہ جلد بندی علیحدہ ہو سکے۔ ہر فتوے کے ساتھ عموماً کتاب کا حوالہ اور اکثر کتاب کے جلد و صفحات بھی درج ہیں۔ قیمت فی جلد عہ اس وقت آٹھ جلدیں تیار ہیں۔ مجموعہ کی قیمت عہ

تحذیر الانام عن تغییر رسم مصحف الامام

قرآن مجید کا انگریزی یا ہندی یا تامل وغیرہ کسی خط میں لکھنے یا حروف اردو ترجمہ بلا متن شائع کرنے کی ممانعت پر مکمل تحقیق۔ قیمت عہ

الابواب والتراجم

بخاری شریف کے تراجم ابواب کی مشکلات صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی مشکلات کو کوئی مخفی نہیں حضرت شیخ الہند نے اپنی ان تراجم کے حل کرنے کیلئے یہ بہترین تصنیف فرمائی ہے۔ قیمت صرف عہ

بہشتی زیور مکمل مدلل اختری۔ قیمت عہ

حکایاتِ صحابہ۔ قیمت دو روپیہ (عہ)

سفر نامہ اسیر مالٹا

حضرت شیخ الہند کی حیاتِ طیبہ کی مختصر روئداد۔ قیمت عہ

ایضاح الادلہ

حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی عجیب و غریب تصنیف جس میں حنفیہ اور غیر مقلدین کے مابین مختلف فیہ مسائل قراءت فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، قضاء قاضی وغیرہ جملہ مسائل پر نہایت محققانہ بحث ہے۔ صفحات چار سو صفحہ۔ قیمت تین روپیہ۔

نیل المآرب فی المسح علی الجوارب

کپڑے کی جرابوں پر مسح کا شرعی حکم۔ مسح کرنے کے متعلق مفصل تحقیق۔ از مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند

مذکورہ بالا کتابیں اور دیگر دینی مذہبی کتب نیز قرآن مجید و سپارے ملنے کا پتہ

دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور